رجب و اپریل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

قیمت سالانہ للعہ ۔ عزیز منزل ۔ لاہور ۔ ممالک غیر کیلئے صہ

شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ
أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ
أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ
اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ
وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ



A FRATERNAL MUSLIM GROUP TO WELCOME THE EARL OF CRAVEN AND THE COUNTESS OF CATHCART.

Standing (from left to right): Messrs. Maidment, Singh, Abdul Majid Brunton-Douglas, Mahmud, Oliver, Faqirsingh, Muhammad Yusuf and Iftikhar Rasul.
Sitting: General Muhammad Tewfiq Killinger, Khwaja Nazir Ahmad (Imam of the Woking Mosque), Sir Abdullah Archibald Hamilton, Bart., Lady Hamilton, the Rt. Hon. Lord Headley (El Farooq), the Countess of Cathcart, the Rt. Hon. the Earl of Craven, Mrs. Moss, Maulvi Abdul Majid, Capt. W. Dudley-Ryder and Mufti Abdul Mohyi.
Front Row: Master Ahmad, Master Faruque and Mr. Qadardad Khan

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) | بابت ماہ مارچ ۱۹۲۵ء مطابق ماہ شعبان ۱۳۴۳ھ | نمبر (۳)

شذرات

شاہجہان مسجد ووکنگ کے آستانہ پر تیسرا لارڈ

تصویر کے جسقدر سجدات شکر ہم ادا کریں تھوڑے ہیں۔ لارڈ ہیڈلے فاروق۔ سر عبداللہ آرچی بالڈ ہملٹن کے نام نامی تو ہر مسلم گھر کے مایہ ناز ہیں۔ آج ایک تیسرے لارڈ اور بیرونٹ۔ رائٹ آنریبل ارل آف کریون اور کونٹس آف کاتھ کارٹ کو ہم آستانۂ شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) پر اس تصویر میں ہم دیکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ رئیسہ بھوپال کے خاندان کو سرسبز رکھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نواب شاہجہان بیگم صاحب مرحومہ ومغفورہ کے عطیہ سے مسجد ووکنگ تعمیر ہوئی۔ نہ معلوم یہ مسجد کس اخلاص اور محبت سے بنائی گئی۔ کہ جو آج مغرب میں مرکز اسلام بن گئی جس کے آستانہ پر انگلستان کے رؤسائے عظام پہنچتے ہیں۔ اگر مرحومہ بیگم بھوپال نے مسجد بنا دی۔ تو حضرت علیا موجودہ سرکار بھوپال نے نہ صرف مسجد کے ماہواری اخراجات کو مہیا کر دیا۔ بلکہ آپ کا وجود باجود مسلم فرمانروایاں میں سب سے اول ہے۔ تہنیت

نے بلا تحریک حضرت خواجہ صاحب خود بخود اس کار خیر یعنے دوکنگ مشن کی امداد کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں معتدبہ حصہ لیا۔ جس سے اس مسجد کا نام اس وقت عالم کے چار گوشوں میں پہنچگیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے پسند کیا کہ اس مسجد کا نام مسجد شاہجہاں رکھا جائے۔ تاکہ نہ صرف اس کے بانی کا علم دنیا کو ہو۔ بلکہ آپ کا نام گرامی مسلم دعاؤں میں آوے +

دوکنگ سے تازہ چٹھی جو آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور انگلش بیرونٹ کے بیٹے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ اگر امریکہ میں جاکر امریکن رعایا نہ بنتے تو آج ہم مسلم بیرونٹوں کی تعداد میں ایک اور کا اضافہ دیکھتے۔ ان کے علاوہ سات اور مرد عورتیں اسلام میں شریک ہوئیں۔ جنکے نام رسالہ ہذا کے صفحہ ۱۴۲ پر درج ہیں +

البانیا کا تخت انگریزی اخبارات میں یہ خبر نہایت خوشی سے دیکھی گئی کہ لارڈ ہیڈلے اور آپ کے بعد سر عبداللہ ہملٹن کو رعایا البانیہ نے تخت البانیہ پیش کیا۔ جو انھوں نے کسی مصلحت سے قبول نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر وہ دن پھر لانیوالا ہے۔ جب اسلام میں سچے ایمان کا عوضہ خدا کی جناب سے تخت و تاج ہوا کرتا تھا۔ کیا یہ واقعات کل کے کُل برادران اسلام کو اشاعت اسلام کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی نہیں۔ مسلم بھائی خوب غور کرلیں ہماری مشکلات کا بہترین حل اسی مسئلہ اشاعت اسلام پر ہے۔ اول بھی اسلام غربا نے ہی پھیلایا۔ اور آج بھی اسلام انہیں کی طفیل پھیلیگا۔ بھائیو! اٹھو جاگو! ہمت کرو۔ سردست دو کام کرو۔ ایک تو رسالوں کی اشاعت بڑھا دو۔ انکے منافع اشاعت اسلام کیلئے ہی وضع ہو چکے ہیں۔ دوسرا ہر ایک بھائی ایک ایک دو دو روپے اپنے ذمے ماہواری چندہ ڈالدے۔ اور سکرٹری دوکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور کو اس کی اطلاع دے۔ وہ ماہواری وصول کرلینگے۔ اس سے بہت کچھ ہو سکتا ہے +

انگلستان میں اسلام کی شاندار فتح

حضرات پادری کا فرار

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
ماہ گذشتہ میں ووکنگ کے پادری صاحب ریورینڈ آر - بی - جالی نے دی کریچن مشنری سوسائٹی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک سرسری ریمارک ہمارے مشن کے متعلق کیا - اور کہا - کہ "اسلامی ہوا" ووکنگ بھی آن پہنچا ہے +

عامۃ الناس میں اس ریمارک پر ایک ہلچل سی پڑ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ مقامی اخبار موسوم بہ ووکنگ نیوز اینڈ میل میں ایک اچھی خاصی لمبی خط وکتابت اسلامی ہوا کی سرخی کے نیچے چھڑ گئی - حتے کہ خواجہ نذیر احمد صاحب امام مسجد ووکنگ کو پادری صاحبان کو ایک کھلے مباحثہ کیلئے الوہیت مسیح پر چیلنج کرنا پڑا - پادری صاحبان اپنی پرانی عادت کے مطابق مقابلہ پر نہ آئے - انہوں نے اپنے عمل سے اسلام کی صداقت کا ایک عملی ثبوت دیا - جس کا اثر اللہ کے فضل سے ہر فردبشر پر عمدہ ہوا +

آپ کے قارئین کرام کی دلچسپی کیلئے ذیل کی خط وکتابت ارسال کرتا ہوں - امید ہے کہ آپ اپنے رسالہ میں درج فرما کر ممنون فرمائیں گے +

خاکسار - قادر دیو خاں از مسجد ووکنگ (انگلستان)

اسلامی ہوا

مکرمی ایڈیٹر صاحب ووکنگ نیوز اینڈ ڈیلی میل :-

میں نے آپ کے گذشتہ نمبر میں کرائسٹ چرچ کے پادری صاحب کی تقریر پڑھی ہے جس میں انہوں نے ذکر کیا ہے - کہ مسلم ہوا ووکنگ میں بھی پہنچ گیا ہے - کیا مقدس پادری صاحب

کی مراد ان مسلمان فوجیوں سے ہے جو بروک وڈ اور ہارسل کے قبرستانوں میں مدفون ہیں؟ یا انکا اس ہوا سے مراد ان مسلمانوں سے ہے جنہوں نے برطانیہ عظمیٰ کو اس عیسائی ملک یعنی جرمنی سے بچانے میں جان دی؟ میں چاہتا ہوں کہ پادری موصوف اس ہوا کو اپنے اصلی معنوں میں پیش کریں۔ میرا خیال ہے۔ کہ عقائد اسلام یہودیت سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہودی تبلیغ کے حامی نہیں۔ اور اسلام کی نظر میں سب خدا کے بچے ہیں۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ خدا نہ تھے بلکہ نبی۔ اسلام میں کوئی مذہب کا ٹھیکہ دار (جس طرح کہ عیسائی ممالک میں پادری صاحبان ہیں) نہیں ہوتا۔ اسلام شراب کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ میرے خیال میں یہ اصول کسی کے لئے ہوا نہیں ہو سکتا +

مارس رابرٹ ۱۲ نومبر ۱۹۲۷ء

مکرمی ایڈیٹر صاحب

ووکنگ میں اس اسلامی ہوا کا حوالہ دیتے ہوئے کئی سال ہوئے۔ کہ جب اس ہوا کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ایک مشرقی طالبعلم کو سکاٹلینڈ سے اسی غرض سے بلایا گیا تھا۔ تخریب لڑکے کے جنکے والدین مسیحیت قبول کر چکے تھے مسجد کے ایک لیکچر میں اقرار کیا۔ کہ پادری صاحبان باہر تثلیث کی تبلیغ نہیں کرتے۔ درحقیقت اُسے کبھی اس مقدس راز سے آگاہی نہ تھی۔ جب تک امام مسجد ووکنگ نے اُسے ان اصولوں سے آگاہ نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ فوراً اپنے دھرم باپ سے متنفر ہو گیا +

خیر خواہ جی ڈکر ووکنگ
(ووکنگ کے پادری صاحب)

مکرمی ایڈیٹر صاحب!

مجھے شہر کے پرانے باشندوں سے معلوم ہوا ہے کہ ریورینڈ جالی کے فقرے اسلامی ہوا سے مراد ووکنگ مسلم مشن کے کارکنندگان ہیں۔ مجھے اخبار ووکنگ نیوز و ڈویلی میل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پادری موصوف تو ثابت ہی شکاری انسان ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر وہ اپنا زرہ بکتر پہن میدان میں نکلیں اور ووکنگ کے مسلمانوں سے بحث مباحثہ کریں۔ مجھے یقین ہے ایک تو انہیں اس سے غور و خوض کا موقع ملیگا دوسرا اس مباحثہ کی آمدنی ووکنگ ہسپتال کے کام آئیگی +

مارس رابرٹ - ہارسل

ان خطوط کے اخبار مذکور میں چھپنے کے بعد خواجہ نذیر احمد صاحب امام مسجد ووکنگ نے ایک چیلنج اس مضمون کا بھیجا۔ اور درخواست کی۔ کہ وہ جلد جواب دیویں۔ لیکن تا حال انکی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا

وہ چیلنج بدیں الفاظ تھا:۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب ووکنگ نیوز اینڈ ڈیلی میل :۔

جناب من! مجھے ابھی بتایا گیا ہے۔ کہ ایک بہت دلچسپ خط وخطاکتابت چند ہفتوں سے آپ کے کالموں میں ہو رہی ہے جسمیں ہمارے مشن کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے میں وکر موصوف کرائسٹ چرچ کے ان قابل ذکر کلمات پر صدائے احتجاج بلند نہیں کرونگا۔ مسٹر مارس رابرٹ کا رویہ میری رائے میں قابل داد ہے۔ اور میں بخوشی مسٹر جالی کو "الوہیت مسیح" پر مباحثہ کرنے کیلئے دعوت دیتا ہوں چونکہ قرآن مجید پادریصاحب موصوف کیلئے کوئی معیار صداقت نہیں اس لئے میں تجویز کرتا ہوں۔ کہ دونوں طرف سے دلائل کا ماخذ انجیل ہو میں یہاں یہ کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میں انجیل کو جہانتک وہ اپنی موجودہ صورت میں خدا کی کتاب کہلانے کی مستحق ہے الہامی کتاب مانتا ہوں +

میں اس مباحثہ کے آدھے اخراجات دینے کیلئے تیار ہوں یا یکمشت دس پونڈ بھی دینے کیلئے تیار ہوں۔ علاوہ ازیں پادریصاحب موصوف کو حق ہوگا۔ کہ مباحثہ کی آمدنی کسی مقامی خیراتی کام میں صرف کریں۔ تین مفصلہ ذیل شرائط مباحثہ پیش کرتا ہوں +

۱۔ مباحثہ تحریری ہو۔ اور سوال وجواب نہوں۔ اس لئے عقلمند لوگ خود ہی رائے قائم کرلیوینگے۔
۲۔ ایک منتظمہ کمیٹی جسمیں ہر دو فریقین کے نمائندوں کے علاوہ مختلف مذاہب کے انسان شریک ہوں بنائی جاوے
۳۔ شرح داخلہ زیادہ نہو مثلاً ایک شلنگ ۶ پنس +
۴۔ ووکنگ نیوز اینڈ میل میں کارروائی مباحثہ چھپنی چاہیئے +

آپ کا خیرخواہ

خواجہ نذیر احمد۔ امام مسجد ووکنگ

اس کا جواب پادریصاحب موصوف نے امام مسجد ووکنگ کو ذاتی طور پر دیا۔ اور کہا کہ وہ تین ہفتہ کے بعد جواب دینگے چنانچہ امام موصوف نے دوبارہ ایڈیٹر اخبار کو لکھا کہ جبتک پادریصاحب جواب دینگے۔ وہ اس معاملہ میں کوئی قدم نہیں بڑھا سکتے۔ چنانچہ پادریصاحب موصوف نے ایک خط ایڈیٹر صاحب کو لکھا جسمیں انہوں نے یہ جواب دیا:۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب!

جناب من! بوجہ بیماری میں نے چند ہفتوں سے آپ کا اخبار نہیں پڑھا۔ اور میں یہ سنکر حیران ہوا ہوں کہ "مسلم تو ا" کی سرخی کے نیچے میرا نام شائع ہوتا رہا ہے میں لفظی جنگ میں شامل ہونے کا خواہشمند نہیں ہوں۔ مسجد ووکنگ

کی طرف اشارے سے میری مراد اسکی روز افزوں ترقی تھی۔ اس مسئلہ پر میں تمام خط وکتابت ایک ایسے دوست کو بھیجتا ہوں جس نے اس معاملہ کا خاص طور پر مطالعہ کیا ہے۔ اور جو آپ کو عنقریب ایک چٹھی لکھیں گے +

خیر خواہ ۔ آر۔ بی ۔ جالی

چنانچہ پادری صاحب موصوف کے دوست پادری سٹانٹن نے حسب ذیل خط لکھا:۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب ووکنگ نیوز ڈیلی میل

جناب من! کرائسٹ چرچ ووکنگ کے پادری صاحب نے میری توجہ اس خط وکتابت کی طرف مبذول کی ہے جو کہ آپ کے کالموں میں "اسلامی ہوا" کے عنوان سے چند ہفتوں سے شائع ہوتی رہی ہے۔ مجھے ووکنگ مشن کے حالات اچھی طرح معلوم ہیں۔ اسلئے میں یہ چند سطور ارسال خدمت کرتا ہوں۔ میری رائے میں لفظ "اسلامی ہوا" کا پادری صاحب موصوف نے غیر مناسب استعمال کیا ہے۔ اور اسکی وجہ میری رائے میں دو ہیں۔ اول اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ووکنگ کا "اسلامی پروپیگنڈا" عیسائیوں کیلئے خطرناک ہے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ووکنگ مسلم مشن والے رواجی اسلام کے برخلاف خدا کی ابوت اور اخوت انسانی، مذہبی رواداری، تواحد ازدواج اور بہشت کی روحانی برکات اسلام کے نمایاں پہلو بتاتے ہیں یہ سب کے سب عیسائی نصب العین ہیں۔ جو کہ رواجی اسلام قبول نہیں کرتا +

لفظ "ہوا" سے دوسری مراد یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ مسلمان عیسائیوں کے دشمن جری ہیں۔ اور ہم عیسائی لوگ ان کا انحطاط دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے . . . . . .

ہم عموماً ایکدوسرے کو یہ کہتے ہیں کہ کاش ہم عیسیٰ کی پیروی کرتے۔ کیا آج تک کبھی کسی مسلمان نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ کاش ہم عیسیٰ کی پیروی کرتے۔ کیا آج تک کسی مسلمان نے یہ بھی کہا ہے کہ کاش ہم محمدؐ کی پیروی کرتے انسانیت کیلئے۔ یہ نقصان عظیم ہوگا۔ اگر اول الذکر نصب العین کو موخر الذکر سے تبدیل کرلیا جائے +

خواجہ نذیر احمد صاحب کی تجویز بحث و مباحثہ کے متعلق میری عرض ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ انکے والد بزرگوار (خواجہ کمال الدین صاحب جو کہ مشن کے بانی ہیں) بحث مباحثہ کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے۔ مزید براں اس مسئلہ پر ہماری بہت سی کتب چھپ چکی ہیں (یہاں پادری صاحب نے چند کتب کے نام درج کئے ہیں) +

آپ کا خیر خواہ ۔ ایچ یو وائٹ برخسٹ سٹانٹن ۔ ڈی ۔ ڈی

اس کا جواب خواجہ نذیر احمد صاحب نے مفصلہ ذیل دیا :-

مکرمی ایڈیٹر صاحب

جناب من! میں امید کرتا ہوں - کہ آپ میری اس چٹھی کو اپنی اخبار میں جگہ دیکر ممنون فرمائینگے - ریورینڈ آر - بی جالی کے خط سے جو کہ آپکے اخبار مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا ظاہر ہوتا ہے - کہ اگرچہ وہ زخمی کرنیکے بہت مشتاق تھے مگر ضرر پہنچانیسے گھبراتے بھی تھے - اگر "وہ مسلم ہوا" کے برداشت کی تاب نہ رکھتے تھے تو کیا یہ بہتر نہ تھا - کہ وہ اسکی ترقی کو روکتے - کیا وہ ایسا کرنے کی جرأت کرینگے ؟ ہرگز نہیں ؟ بہرحال یہ قابل افسوس ہے کہ وہ ایک ایسے دوست کی آڑ میں کہ جس نے اسمعاملہ کا خاص مطالعہ کیا ہے' پناہ لیں +

میری رائے میں ڈاکٹر سٹانٹن نے اسمعاملہ پر کسی قسم کی نئی روشنی نہیں ڈالی - وہ عیسائیت اور احتیاط کو مترادف الفاظ سمجھتے ہیں - اور اُن کی عقل اور تجربہ اُنکو یہی سکھلاتا ہے کہ وہ کوئی جنبش نہ کریں - سوائے چند ایک بے بنیاد دعووں کے اُنھوں نے کچھ نہیں کہا - وہ عیسائیت کے چار پہلو پیش کرتے ہیں - جن کو اُنکے خیال میں اسلام نے نقل کیا ہے - وھو ھذا:-

۱ - **خدا کی ابوت اور اخوت انسانی** - اسکے جواب میں میں ایک عیسائی سند پیش کرتا ہوں "اسلامی اور قدیمی اسرائیلیوں کی اخوت ایک بہت بھاری قوت ہے - برعکس اس کے عیسائی ممالک میں یہ ایک فقرہ بےمعنی ہے (انسائیکلو پیڈیا ببلیکا جلد چہارم کالم ۴۶۵۸) +

۲ - **مذہبی رواداری** - میرا جواب اسکے متعلق جنگ صلیبی اور ... سے ہے جو عیسائیت کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہیں +

۳ - **تو احد ازدواج** - حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پولوس کا نصب العین تجرد تھا لیکن پولوس کا حضرات پو ادر کو زجر و توبیخ کرنا جس کا انجیل میں ذکر ہے - ان لوگوں کیلئے جو تدبر کریں بہت بڑے گہرے معنی رکھتی ہے +

۴ - **بہشت کی روحانی برکات** - بہشت کے متعلق اسلامی تصور یہ ہے کہ وہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے اور وہ اس دنیا سے شروع ہو کر حیات بعد الموت میں جاری رہتی ہے لیکن برعکس اسکے عیسائی تصور مجتہدانِ صلیب کے نقطۂ نگاہ سے مخلوق خدا کا سوادِ اعظم

یعنی غیر عیسائیوں کو اُن تمام نعمتوں سے محروم ٹھیراتا ہے +

میری تجویز مباحثہ کے جواب میں ڈاکٹر سٹانٹن صاحب نے میرے والد بزرگوار کے ایک خیالی اعتراف کا ذکر کیا ہے - اور اس ذریعہ سے وہ تمام معاملہ سے گریز کر گئے ہیں - گو مجھے یہ پڑھ کر خوشی حاصل ہوئی ہے - کہ ڈاکٹر صاحب موصوف میرے والد بزرگوار کو اپنے لئے کامل نمونہ سمجھتے ہیں - اور خصوصاً جب انہیں اپنا اُلو سیدھا ہوتا نظر آئے - تو ان کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں - میں اپنی کتابوں کا آپ کے کالموں میں بغیر اُجرت اشتہار دے کر آپ کی مہربانی کا ناجائز فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتا جیسا کہ ڈاکٹر سٹانٹن نے کیا +

آپ کا خیر خواہ

خواجہ نذیر احمد امام مسجد ووکنگ

ذیل کی کتب زیر طبع ہیں احباب ان کتب کی خریداری کے لئے اپنے نام رجسٹر کرالیں +

۱ - رُوحانیات فے الاسلام

۲ - ہستی باریتعالیٰ

۳ - الاسلام - یعنی ریلیجس کانفرنس کا مضمون کتابی شکل میں +

۴ - پادری صاحبان کیلئے حل طلب مُعمّے +

۵ - اسلامی نماز کا فلسفہ +

تمام درخواستیں بنام دفتر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل - لاہور

معراج

شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت
آں مقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

معراج کے کوئی معنے لئے جائیں ۔ علماء صوفی فلسفی اس کی جو چاہیں تشریح کریں قدسی کا یہ شعر ہر معنوں میں صحیح نظر آتا ہے ؛

اگر آنحضرت صلعم زمین سے آسمان پر اور پھر آسمان اول سے کل افلاک سے آگے عرش معلّے تک جا پہنچے ۔ تو یہ کونسا امر ان کے لئے مستبعد تھا جبکہ ان کا قلب مبارک جس رفعت کو پہنچا تھا ۔ وہاں دیگر انبیاء علیہم السلام کے قلوب پہنچے ہوئے نظر نہیں آتے ۔ ہماری دنیوی رفعت اور سوشل ترقی ہی تو ہمارے قلب و دماغ کی رفعت کے ساتھ ساتھ چلتی ہے ۔ اسی طرح ہماری روحانی رفعت کا بھی حال ہے ۔ وسعت قلب سے ہی رفع روحانی ہوتا ہے ۔ اور اسی رفعت روح کے ماتحت ہی انسان مختلف افلاک سے کہیں پرے چلا جاتا ہے اور پھر سے کوئی ممدوح انس و ملک ورفعنا لک ذکرک کا مستحق ہو جاتا ہے ؛

معراج کی رات آنحضرت صلعم مختلف آسمانوں سے گذرتے ہوئے عرش تک پہنچے ۔ قاب قوسین کے مصداق ہوئے ۔ راستہ میں مختلف انبیاء علیہم السلام انہیں مختلف آسمانوں پر نظر آئے ۔ جناب آدمؑ اگر آسمان اول پر تھے ۔ تو جناب مسیح فلک چہارم پر نظر آئے ۔ جناب موسٰے پانچویں آسمان پر آپ کو ملے ۔ تو جناب ابراہیمؑ چھٹے آسمان پر ۔ علٰی ہذا ہر آسمان پر ایک نہ ایک نبی نظر آیا ۔ معراج کی رات کس نگاہ نے یہ نظارے دیکھے ۔ وہ کشفی تھی یا جسمانی ۔ یہ انبیاء علیہم السلام نے الواقع ان مختلف آسمانوں پر کھڑے تھے

یا یہ اُن کی رُوحی رفعت کے مقامات کا ایک کشفی نظارہ تھا۔ میں اس مختصر مضمون میں ان امُور پر بحث کرنی نہیں چاہتا۔ میں ہر دو امُور قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور اُنکے لئے دلائل بھی رکھتا ہوں۔ سما کے معنے رفعت اور بلندی کے بھی ہیں۔ مرنے کے بعد کی رفعت یہاں کی قلبی کیفیت سے وابستہ ہوتی ہے۔ اور قلبی کیفیّات کی رفعت کا اندازہ اسبات پر ہے۔ کہ انسان کہاں تک اخلاق خداوندی اپنے اندر رکھتا ہے +

کُل صفاتِ الہیّہ کی سرتاج صفت ربُوبیت ہے۔ یا ان سب کیلئے ربّ العٰلمین بطورِ اُتم ہے۔ جسکے ظہور کے خاص خط و خال اولین رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت ہیں۔ باقی اسماء حسنہ مندرجۂ قرآن کُل کے کل ان چار صفات تلے آجاتے ہیں۔ ہر ایک چیز خواہ وہ کسی عالم سے تعلق رکھتی ہو۔ محض حق مخلوقیّت کی بنا پر اس ربُوبیّت عامہ سے مستفیض ہوتی ہے۔ اس فیض کی تقسیم میں کوئی تمیز نہیں ہوتی اس وسیع قلب کے ساتھ ربُ السمٰوات والارض عرش عظیم پر متمکن ہیں۔ خاک کے پتلے میں جو قلب ہے۔ وہ بھی اسی قلب الٰہیہ کا ایک ظل ہے۔ اس کی پہنچ بھی عرش عظیم تک ہے۔ اگر اسکے قواء اور اسکے مکسوبات کُل کے کُل بلا تمیز قوم و رنگ و جنس مخلوق الٰہیہ کی پرورش میں لگجائیں۔ یعنی انسان رب العالمین والے اخلاق کا متخلّق ہو جائے یہی مقام قاب قوسین ہے۔ جہاں اِنسانی قوس کا اُوپر والا حصّہ ربّانی قوس کے نچلے حصّہ سے جا ملتا ہے +

جس طرح کائنات میں یہ سات بلندیاں (سموات) ہمارے سر پر ہیں قلب انسانی کی رفعت کے بھی سات ہی سمٰوات ہیں۔ انسان کے اندر کی ضروریات ہی اسکی کُل حرکات و علوم کا باعث ہوتی ہیں۔ ان ضروریات اور انکے دفعیہ کے اسباب کے تہیّہ کا احساس انسان میں اور ایسا ہی حیوان

میں ایک چیز پیدا کرتا ہے۔ اسکو ادراک کہتے ہیں۔ اس ادراک کی رفعت و بلوغت کے سات مقام ہیں۔ حیوان جب کسی ضرورت یا اشتہا کو محسوس کرتا ہے تو جہاں کہیں بھی اس کی دفعِ ضرورت کے اسباب ہوں وہاں پہنچتا ہے اور اسباب کی تمیز نہیں کرتا۔ کہ کہاں تک ان اسباب سے متمتع ہونے کا اُسے حق حاصل ہے۔ حیوان کے سامنے جو آئے اس پر منہ مارتا ہے۔ یہی قلب حیوانی کی کیفیت ہے۔ انسانوں کا ایک بھاری حصہ آج اُسی قلب و ادراک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ جو چیز دیکھتے ہیں۔ اُسے اپنی سمجھتے ہیں اور اس پر قبضہ کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ خواہ اس حصول کا ذریعہ چوری ہو یا سینہ زوری۔ چور۔ ڈکیت۔ دغاباز۔ مختلف جرائم پیشہ اور آجکل کی مہذب خارج قومیں یہ سب کی سب ایک ہی قطار میں ادراک کی اس پہلی منزل یا قلب حیوانی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ اس سے حقیقی تمدن قائم نہیں ہوسکتا۔ تمدن کی پہلی منزل نصفت شعاری سے وابستہ ہے۔ جہاں ہر ایک کے حقوق کا پاس ہو۔ پھر انسان وہی لے جو اس کا حق ہو۔ اور خوشی سے دوسرے کو اس کا حق لینے دے۔ یعنی خواہ وہ کسی کو فائدہ تو نہ پہنچائے لیکن دیگر مخلوق قطعاً قطعاً اسکی اذیت اور نقصان رسانی سے بچ جاوے جو اس حالت کو حاصل نہیں کرتا۔ وہ حیوان بھی نہیں اس سے بدتر ہے جنہیں کا نام قرآن نے کالانعام بل ھم اضل رکھا ہے +

الغرض عدل سے کام لینے والا ادراک کی دوسری منزل پر ہوتا ہے لیکن وہ روحانیات کے پہلے آسمان طے کر لیتا ہے۔ اسکے لئے جنت اول کے دروازے کھلجاتے ہیں۔ اُسے فلسفی اصطلاح میں ادراک انفرادی کہتے ہیں۔ اسکے بعد آہستہ آہستہ انسان میں دوسرے ادراک پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی وہ دوسرے کی ضروریات کو اپنی ضرورت کی طرح سمجھنے لگتا ہے۔ انکی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہے۔ اس ادراک کے پیدا ہونے سے اُس کی

روحانی ترقی ہوتی ہے۔ چنانچہ اسمیں سے پہلی منزل اور اک اعلیٰ ہے جب انسان اپنی منکوحہ بیوی کی طرح عیال کی ضروریات کو سمجھے۔ اور اسی جوش وخروش سے ان کا تہیہ کرے۔ جیسے وہ اپنے لئے کرتا ہے۔ اور اک علی العموم [illegible] ایسا انسان میں شادی کرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ قرآن نے شادی کا مقصد اس خلق کو پیدا کرنا بتلایا ہے

(وجعل بینھم مودۃ ورحمۃ)

اسکے بعد ادراک کی تیسری منزل اس انسان کو حاصل ہوتی ہے یعنی بجز اپنی چاردیواری سے گذر کر اپنے کنبے کے دیگر افراد سے اسی طرح سلوک کرنے کی اہلیت اپنے اندر دیکھتا ہے جیسے وہ اپنی [illegible] سے یا اپنے اہل وعیال سے کرتا ہے۔ اس کا نام صلہ رحمی ہے۔ [illegible] بھی اور اس کا حسن سلوک اس قوم کے ساتھ ہو جاتا ہے جس میں وہ پیدا ہوا۔ وہ اپنی کل کی کل قوم کو اپنا کنبہ بنا لیتا ہے۔ اُن خاندانوں کے [illegible] روحانی رفعت کے چوتھے آسمان پر ہوتے ہیں۔ پھر [illegible] کنبہ کی [illegible] منزل کرنا اور اسکے بعد جنس انسان کو حقیقی معنوں میں اپنا کنبہ سمجھنا یہ سلوک یا روحانیات کی پانچویں اور چھٹی منزل ہوتی ہے۔ اسکے بعد وہ منزل ہے۔ جہاں کل کی کل مخلوق الٰہیہ انسان کا اپنا خاندان ہو جاتا ہے اس مقام کا مالک ایک ادنیٰ سے ادنیٰ جانور کی تکلیف وضرورت کو اپنی تکلیف اور اپنی ضرورت سمجھتا ہے۔ اور اس کے دفعیہ کا انتظام کرتا ہے۔

ان ترقیات کیلئے جیسا کہ میں نے پہلے کہا ضروری ہے کہ گو انسان سے کسی دوسری جماعت کو نقصان نہ پہنچے۔ لیکن اس سے اس کو نقصان تو مطلق نہ پہنچے۔ [illegible] بھی ضروری ہو جاتی ہے۔ جس کی لازمی صفت نصفت شعاری ہے [illegible] اپنے کنبہ [illegible] اپنی قوم اور اپنے ملک والوں سے نیکی کرتے ہیں لیکن جو ظلم وحق تلفی وہ دوسری قوموں کی کرتے ہیں۔ اس سے اُنکے کل اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ ان [illegible] شرف وصدر کی کل منازل کو طے کرکے انسان روحانیات

کے ساتوں آسمان سے پار اس مقام پر چلا جاتا ہے۔ جہاں سے ربّ العالمین کے صفات کاملہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اس مقام کا دوسرا نام عرش ہے۔ ایسا ہی انسان متخلق با اخلاق کاملہ آلٰہیہ ہو جاتا ہے۔ اسی کا قلب مظہر عرش عظیم ہوتا ہے +

جناب آدم طبعاً اخلاق کے پہلے آسمان پر ہی آنحضرت صلعم کو نظر آنے چاہئے تھے۔ کیونکہ انکی مودة ورحمت کے حاصل کرنے والے انکے کنبہ کے اپنے ہی لوگ تھے۔ آپ کی فطرت میں تو تمام اخلاق کے کُل جوہر تھے۔ لیکن ان کے اظہار کے مواقع ابھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ جناب مسیحؑ کا اپنا قول وفعل انہیں ادراک کی چوتھی منزل سے آگے جانے نہیں دیتا۔ وہ بچوں کی روٹی کتوں کو نہیں ڈالتے۔ وہ سوروں کے آگے موتی نہیں بکھارتے۔ ان سے آپ کی مراد غیر اسرائیلی لوگ ہیں۔ وہ جس رُوحانی الوان نعمت یعنے دین حقہ کو لائے اُسے کسی غیر قوم کو دینا نہیں چاہتے۔ اور جب درد محسوس کرتے ہیں تو یروشلم اور اُس کے بچوں کیلئے وہ روتے ہیں۔ انہیں اَوروں سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن جناب موسےٰ کو اسرائیلیوں کے علاوہ فرعون اور آل فرعون کا بھی درد ہے۔ وہ انکی اصلاح کی فکر میں بھی ہیں +

لہٰذا اگر جناب مسیحؑ اور موسےٰ خاتم النبیینؐ کو چوتھے اور پانچویں آسمان پر نظر آئیں تو یہ طبعی امر تھا۔ جناب ابراہیمؑ کا درد ہر ایک قوم کیلئے ہے وہ سب کے لئے مہمان نواز ہیں۔ ان کی محبت انکی مروت اور ان کی ہمدردی کا مستحق ہر فرد انسان ہے۔ جس کی شاہد بائیبل اور قرآن ہے۔ یہ ادراک کی چھٹی منزل ہے۔ تو لازمًا اس رُوحانیت اور ادراک والا انسان موت کے بعد چھٹے آسمان پر متمکن ہو جاتا ہے +

آنحضرت صلعم کے رُوحانی عروج کی شہادت نہ صرف قرآن کریم بدیں الفاظ دیتا ہے۔ قل انّ صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین یعنے آپ کی زندگی کا مقصد ربُوبیّت عالمین ہے۔ جس میں کُل کی کُل مخلوق آلٰہی شامل ہے۔ بلکہ آپ کی زندگی بھی اسی کی شاہد ہے۔ آپ کا کل نسل انسانی کی اصلاح کیلئے

مبعوث ہونا۔ آپ کی کل کی کل تعلیمات کا من کل الوجوہ انسانی فلاح و صلاح سے وابستہ ہونا قومی ۔ ملکی ۔ لونی ۔ عصبیات و تعصبات سے ارفع ہونا ۔ پھر بے زبان حیوانوں سے اپنی زندگی میں ہر وقت نیک سلوک کرنا اور دوسروں کو اس سلوک کی تعلیم و ترغیب دینا مثلاً اونٹوں ۔ ہرنیوں ۔ گھوڑوں ۔ کوؤں ۔ کتوں بلیوں اور دیگر پرند چرند جانوروں ۔ حتیٰ کہ درختوں تک کی تکلیف پر آپ کا دل پسیجنا ۔ اور ان کی تکلیف کے دفعیہ کے سامان کرنا ۔ یہ وہ باتیں ہیں جو اور انبیاء میں نظر نہیں آتیں ۔ آپ کا ادراک اور آپ کی وسعت قلب اور خلق عظیم جن مقامات پر پہنچا وہاں تاریخی دوسرے انبیاء نہیں پہنچے ۔ یہ مقام ساتوں آسمان یا عرش عظیم کا مقام ہے سے

شبِ معراج عروج تو ز افلاک گذشت
آں مقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت صلعم نے جو کچھ شب معراج کے متعلق بتلایا وہ محض ایک استعارہ تھا ۔ اور لفظی معنوں میں آپ کے ارشادات کی کوئی حقیقت نہ تھی ۔ مجھے اولاً یہ دکھلانا تھا ۔ کہ انسان کا قلب ہی اپنی بہشت اور روحانیت کے آسمان بنا لیتا ہے ۔ اور موت کے بعد وہاں جا پہنچتا ہے ۔ جس جس روحانیت کے مقام پر اس دنیا میں کوئی کھڑا ہوتا ہے ۔ مرنے کے بعد وہ اس رفعت یا آسمان پر چلا جاتا ہے ۔ اگر شب معراج میں عروج نبوی اس قدر بلند ہے ۔ تو آپ کا قلب مطہر ہی تو اپنی وسعت میں اور آپ کا ادراک ہی تو اپنی رفعت میں سب سے بلند تر ہے ۔ دوم جو کچھ ہمارے حضورؐ نے دیگر انبیاء کے متعلق فرمایا وہ حقیقت تھی ۔ اور آپ کی سیر افلاک بھی حقیقت تھی +

رہا آپ کا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا ۔ میں تو اس امر کا بھی قائل ہوں کہ آپ کے اس رویا کو خواب سے تعبیر کرنا غلط ہی نہیں بلکہ گناہ ہے ۔ آپ جسم سے گئے ۔ ہاں اس جسم کی کیفیت میں اختلاف رائے ہو تو ہمیں حرج نہیں ۔ اور

اس اختلاف کی بانی حضرت عائشہ صدیقہ ہے۔ لیکن یہ میرا ایمان ہے کہ آپؐ نے
سوتے ہوئے نہیں۔ بلکہ جاگتے ہوئے اپنے حواس کاملہ کے ساتھ یہ سیر کی۔
ہاں آپؐ کا جسم خاکی آپؐ کی رفیق زندگی یعنے حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھا جیسے کہ
وہ فرماتی ہیں۔ یہ امر کسیقدر تشریح چاہتا ہے۔ اولاً ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہ
کس طرح ممکن ہے (میں نے اس مضمون پر اپنی کتاب (الی گاڈ اسلام
(Towards Islam) میں بزبان انگریزی مفصل لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ
یہاں دیتا ہوں) آج بجلی کی کلوں کے ذریعہ انسان آناً فاناً کہیں کا
کہیں پہنچ جاتا ہے۔ ہزاروں میل کی باتیں منٹوں میں سن لیتا ہے لیکن بذات
خود بجلی کچھ نہیں کرسکتی۔ جب وہ انسانی دماغ تلے آجاتی ہے۔ تو یہ سب
کرشمے دکھلاتی ہے۔ بجلی کے مرتبان پر انسانی قلب و دماغ باہر سے کام کرتا
ہے۔ اب بالفرض اگر انسانی دل و دماغ بجلی کے مرتبان میں ہو تو یہ سب کرشمے
خود بجلی کا مرتبان کر دکھائیگا۔ اسی طرح اگر انسانی جسم کُل کا کُل گوشت و پوست
کی بجائے بجلی کا ہو جائے۔ تو پھر ہم فوق الطریق پر دیکھیں اور سنیں
آن واحد میں ہزاروں میل طے کر جائیں۔ سائنس کے اکتشافات سے
آج پتہ چلتا ہے۔ کہ بجلی کے ذرّات ہی اولاً عناصر اور پھر عناصر کے بعد
تنظیمی اور غیر تنظیمی مخلوق بنکر آہستہ آہستہ درخت حیوان اور انسان بن گئے۔ گویا
برقی ذرّات کثیف ہوتے ہوتے کائنات کو پیدا کر رہے ہیں۔ انسانی جسم
بھی برقی ذرّات کا ہی مجموعہ ہے لیکن یہ ذرّات انسانی ہیولا میں آکر بہت
کثیف ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ ذرّات اپنی کثافتوں سے کسی وقت الگ
ہو جائیں۔ اور اپنی اصلی لطافت کو پالیں تو پھر یہ خاک کا پتلا کہاں سے کہاں
چلا جائیگا۔ لیکن برقی ذرات سے بھی الطف ایک اور چیز ہے جو کئی منزلوں
بعد کثیف ہوتے ہوتے برقی ذرات کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس کا نام نور
ہے۔ بجلی کے مقابل تو روشنی سریع السیر مانی گئی ہے۔ حالانکہ خود روشنی بھی اُس

نور اصلی کی کثیف سے کثیف شکل ہے۔ یہ باتیں اب علمی انکشافات میں آچکی ہیں۔ اللہ نور السموات والارض والی آیت بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے یعنے خدا کے نور سے کائنات بنی۔ اور انسان میں کائنات کے کل جوہر آ گئے۔ انسانی دل و دماغ اور اس کے قوت ارادی میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاص خوبی رکھی ہے۔ کہ اگر وہ کسی رنگ میں کامل ترقی پالیں تو جسم انسانی سے امر متعلقہ میں جو چاہے خدمت لیلے۔ اور وقت ضرورت پر خاص قوا کو دوسرے قوا سے جدا کرلے۔ مثلاً انسان میں ہنسنے اور رونے کے خواص ہیں۔ یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ جب وہ روتا ہے تو ایسا معلوم کرتا ہے کہ اسمیں ہنسنے کے خواص کبھی بھی نہ تھے۔ بالمقابل ایک فن کا مشاق یہ طاقت بھی رکھتا ہے۔ کہ آن واحد میں روئے بھی اور ہنسے بھی ہمارے اندر کی کل قوتوں کا بھی یہی حال ہے۔ اگر ہم روح کی صفائی کرلیں اور اسکے ماتحت وہ ذرات نور اپنا کام کرنے لگجائیں۔ جس سے ہمارا جسم ابتداءً بنا یا بالفاظ دیگر اس نور جوہر کو جسمانی کثافتوں سے پاک کرلیں۔ تو پھر کسی مکمل انسان کے اندر کا نورانی جسم اگر خاکی جسم سے الگ ہو کر ہفت افلاک سے گذرتا ہوا عرش تک کی سیر کرے۔ اور اس کا خاکی جسم بھی بستر سے جدا نہ ہو تو کونسا امر مستبعد ہے۔ ہم دور کی باتیں سُن سکتے ہیں۔ دُور کے مشاہدات گھر بیٹھے کر سکتے ہیں۔ ایک ہی وقت گھر میں دور کسی اور مقام پر جا سکتے ہیں۔ یہ باتیں قریب قریب سائنٹیفک انکشافات میں آتی جاتی ہیں۔ یہ سب کی سب باتیں ممکن ہیں۔ اس وقت برقی قوت سے یہ ہو رہا ہے۔ عالم کبیر میں سے ذرات برقی لے کر یہ کام کرتے ہیں۔ ٹیلیفون ہمارے اہی تو کان ہیں۔ اب باقی یہ ہے کہ عالم کبیر کے بجائے ہم عالم صغیر یعنے انسان کے اندر سے ان ذرات برق کو لیلیں۔ ذرات نور کو متحرک کرلیں۔ انکو جمع کرلیں۔ اور انکے ذریعہ وہ کرلیں جو بیرون بجلی کے ذرات کرتے ہیں۔ اگر ایک لکڑی کو کسی انداز سے بجلی کی طاقت ملنے لے آئیں تو وہ حرکت کرنے لگجائیگی۔ جس انداز پر اُسے چلائیں وہ چلیگی۔

برقی بیٹری سے بجلی لینے کی بجائے اگر امداد الٰہی سے ہم اپنے اندر کی بجلی کو جمع کر سکیں۔ تو پھر عصاء موسیٰ والا معجزہ دیکھ لینا کوئی امر مشکل نہ ہوگا۔ اگر آج بے سلکی پیغام رسانی ہو رہی ہے۔ اور اس کا راز یہ ہے۔ کہ جہاں جہاں خاص درجے کے بجلی کے کھیت ہونگے۔ انہیں سے اگر ایک برقی کھیت پر کوئی آواز نکلے تو دوسرے ہر ویسے کھیت پر وہ آواز سنی جائیگی + تو پھر ہمارے مشائیں یا اشراقیین دو مختلف اور بُعد کے مقاموں پر بیٹھ کر آپس میں باتیں کر لیتے تھے تو کونسا مشکل امر تھا۔ وہ نور باطن سے یہ کام کرتے تھے اس ساری بحث کا خلاصہ اور ان نظریات کی صحت صرف ان دو باتوں پر آ رہتی ہے۔ کیا انسان عالم صغیر ہے یا نہیں۔ اور یہ بات سائنس نے تسلیم کر لی ہے۔ دوسرا کیا انسان کا جسم برقی یا نوری ذرات کی ایک کثیف صورت ہے یا نہیں۔ یہ بات بھی اب مُسلّم ہے۔ اب آخری بات یہ ہے کہ انسان اپنی قوت ارادی کو بڑھا کر اپنی ان مضمرہ قواے پر حکومت کر سکتا ہے یا نہیں اس بات کا امکان بھی مُسلّم ہے +

مذہب دُنیا میں اسی لے آیا کہ انسان کے قلبی لطائف کو متحرک کرنے کا طریق سکھائے اسکی بالقوہ روحانیت کو بالفعل کر دے۔ کثافت جسمی کو دور کر کے لطافت پیدا کرے۔ یہ سب کچھ قوت ارادی پر منحصر ہے۔ اور قوت اس کو حاصل ہوتی ہے جو جسم اور نفس کی خواہشات سے ارفع ہوتا ہے۔ ان امور کا حصول ایک لمبا اور مشکل راستہ چاہتا ہے لیکن یہ امر نا ممکن نہیں اور یہ راستہ اگر کہیں نظر آتا ہے تو صرف قرآن کریم میں۔ باقی کل کتب اور مذہب اس سے بے بہرہ ہیں +

معراج کا مہینہ اور زکوٰۃ

زکوٰۃ و رُوحانیات

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

یوں تو زکوٰۃ کا کوئی خاص مہینہ مقرر نہیں۔ جن کے ہاں جو وقت سال میں آمدنی کے حساب کا ہو۔ اس پر زکاۃ کا حساب لگا کر یکمشت یا باقساط رقم زکوٰۃ کو ادا کر دیں۔ لیکن مستحسن طریق یہی سمجھا گیا ہے۔ کہ زکوٰۃ ماہ رجب میں دیجاوے۔ یہ مہینہ اسلئے تجویز ہوا ہے۔ کہ اس ماہ میں شب معراج آتی ہے۔ جس نے انسان کے کمال کو دنیا پر ظاہر کیا۔ اور یہ بتلایا کہ ایک خاک کا پتلا کہاں سے کہاں پہنچتا ہے۔ ان اوراق میں بعنوان معراجؐ جو لکھا گیا ہے۔ اس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انسان جب نفسانی دغاوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ تو اسکے اندر کا نور دن بدن روشن ہوتا جاتا ہے۔ بظاہر وہ جسم خاکی میں ہوتا ہے لیکن اسکے اندر اس کا نوری حصہ جسم پر غالب آجاتا ہے۔ پھر وہ ربّانی کرشموں کو دیکھتا ہے۔ یہ باتیں اسی کو حاصل ہوتی ہیں۔ جو اپنے آپ کو ان چیزوں سے جدا کرے۔ جس سے نفس انسانی موٹا ہوتا ہے۔ نفسانی جذبات ہی ہم سے طرح طرح کی غلط کاریاں کراتے ہیں۔ جب ہم صحیح راہوں سے ضروریات نفس کو پورا نہیں کرسکتے یا ایسا کرنے سے دل چراتے ہیں۔ تو لازماً فطری تقاضوں کی تسکین کیلئے غلط راہوں کو اختیار کرتے ہیں۔ اس سے مختلف قسم کے جرائم اور اخلاقی نقائص پیدا ہوتے ہیں۔ تاجو ان بری راہوں سے بچتے ہیں۔ اور صحیح طریق پر روپیہ کما کر دفع ضرورت کرتے ہیں۔ انہیں ایک اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ انکی آمد اور ان کے مکسوبات انہیں عزیز ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ان سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اور رات دن اسی کے فکر میں لگ جاتے ہیں۔ اس سے انسان خواہشات کا غلام ہو کر تکمیل نفس سے رہ جاتا ہے +

اصلاح نفس کا بہترین راستہ اسلام نے سکھلایا۔ انسان کو ارکان اسلام کے ذریعہ یہ سکھلایا۔ کہ وہ نہ صرف دوسروں کے مال پر نگاہ ڈالے۔ بلکہ جائز طریق پر

جمع کردہ مکسوبات سے بطیب خاطر جدا ہو جائے۔ جو ماہ رمضان میں خواہشات کو جائز طریق پر تسکین دینے سے بطیب خاطر نہ بچے۔ وہ کیوں حرام پر منہ مارے۔ جو حلال کمائی کو اپنے سے جدا کر سکتا ہے اُسے کیا ضرورت ہے۔ کہ ناجائز مال پر نگاہ ڈالے۔ چنانچہ زکوٰۃ کے لفظی معنے بھی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جس عربی مادہ سے یہ لفظ نکلا ہے۔ اسکے تین معنے ہیں۔ نجاست سے پاک ہونا۔ فالتو چیزوں کو اپنے سے دُور کرنا۔ پھولنا پھلنا +

جو چیزیں ہم میں اور حیوانات میں مشترک ہیں۔ ان میں کا انہماک ہی ہماری تباہی روح کا موجب ہوتا ہے۔ اور اس چیز کی ترقی کو روکتا ہے جو ہم میں اور حیوانات میں مابہ الامتیاز ہے۔ اور وہی وہ چیز ہے۔ کہ جس کی نماز اور ریاضت کے لیئے انسان یہاں آیا ہے۔ وہ امتیازی چیز انسان کے ذہنی اور رُوحانی قواء ہیں۔ اور انکی ترقی اسی امر سے وابستہ ہے کہ انسان ان چیزوں میں بقدر قیام حیات حصہ لے۔ اور باقی اس امتیازی چیز کی ترقی کا فکر کرے۔ اسکے علاوہ باقی سب کی سب فالتو چیز ہے۔ اور فالتو چیز ہی نجاست ہے دنیا میں کوئی چیز بذات خود نجس نہیں۔ نجاست اور طہارت امور اضافی ہیں۔ ایک چیز جو ایک جگہ حرام ہے وہ دوسری جگہ حلال ہے۔ انسان کی روحانی ترقی کی روک اسکی نفسانی خواہش ہے یا وہ چیزیں جن سے یہ خواہش پوری ہو۔ ان میں مال ایک بڑی چیز ہے۔ اسلئے مال کا جدا کرنا گویا اپنے آپکو اس سے پاک کرنا ہے جو مانع ترقی رُوح ہے اور جب کسی چیز سے موانعات ترقی دُور ہو جاتے ہیں تو وہ پھولنے پھلنے لگتی ہے۔ عربی زبان بھی کیا پیاری زبان ہے ایک ہی لفظ میں یہ تین معنے رکھ دیئے گئے +

الغرض یہ زکوٰۃ کا مہینہ ہے جو روح کی صفائی کے ایک احسن طریق کو ہمارے سامنے لے آتا ہے اسی مہینے نے ہمیں یاد دلایا ہے کہ صفائی قلب و روح کی تکمیل ایک انسان کو کہاں کا کہاں پہنچا دیتی ہے۔ اور وہی ذات پاک ہمارا اُسوۂ حسنہ ہے +

زکوٰۃ و سوشلزم

زکوٰۃ کا ایک اور مقصد بھی ہے۔ حضرت خاتم النبیین نے فرمایا۔ کہ زکوٰۃ کے ذریعہ امرا کے مال پر غربا ہونگو امیر
بنایا جاتا ہے مغربی سوشلزم کے سامنے بھی یہی مقصد ہے کہ امرا کے مال سے مفلسوں کو مرفع الحالی کیا جائے
لیکن طریق حصول مقصد جدا جدا ہیں۔ سوشلزم چاہتا ہے۔ کہ امرا سے زبردستی مال لیا جاوے یہ
طریق مبعود ہے۔ اور اسلئے ناکام رہا ہے۔ اسلام نے زکوٰۃ کو تو فرض کر دیا۔ باقی صدقات
پر زور دیا۔ اور حکومت کے جبر کے مقابل خدا کی خوشنودی کی طرف متوجہ کیا۔
لیکن عجیب بات یہ ہے۔ کہ سوشلسٹ جو اپنا نصب العین تجویز کرتے ہیں۔ ختمیت مآب وہی
زکوٰۃ کا مقصد بیان فرماتے ہیں +

زکوٰۃ کا مقصد افلاس کو قوم سے دور کرنے کا ہوتا ہے۔ زکوٰۃ و صدقات کے مصرف
قرآن کریم نے خود تجویز کئے ہیں۔ وہ آٹھ ہیں۔ مساکین و فقرا کی امداد۔ نے الرقاب یعنے
فی زمانہ نادار قرضداروں کے قرضے اتارنے اور اسیروں کو بندھنوں سے آزاد کرنا۔ مسافروں کی رفع تکلیف
فی سبیل اللہ امور کی امداد۔ مولفۃ القلوب کی امداد۔ محصلین زکوٰۃ اور خدا کی راہ میں کام
کرنے والے کا محتاج +

تبلیغ اسلام فنڈ

فی سبیل اللہ سے مراد اسلام اور اشاعت اسلام ہے۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اور ان آٹھ
مقاصد میں تین مقاصد کم از کم اشاعت اسلام سے وابستہ ہیں۔ اور حق پوچھو تو اسلام ہی آج مسکین و فقیر ہے
بہرحال ہر ایک شخص کی زکوٰۃ کا ۱/۳ تو لازماً اشاعت اسلام میں خرچ ہونا چاہئیے +
آج ہماری کل کی کل تحریکوں نے ہم پر یہ ظاہر کر دیا۔ کہ خدا کے نزدیک بھی اشاعت اسلام ہی ایک محبوب
کام ہے۔ باقی تحریکوں میں ہماری ناکامیاں اور اشاعت اسلام میں ہماری ترقی اور خصوصاً وہ کام جو اسوقت انگلستان
میں ہو رہا ہے۔ اسکی فوق العادۃ کامیابی بھی یہی امر ظاہر کرتی ہے۔ خدا کے فضل سے گذشتہ سال کیسا کامیاب
ہم پر گذرا۔ لوگ لکھو کھہا روپیہ خرچ کرکے بیرونٹ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے فضل سے دو بیرونٹ
عطا کر دیئے۔ کونسا مہینہ ہے جو حلقہ اسلام میں بڑے بڑے انسانوں کو نہیں لا رہا۔ یاد رکھو کہ حکمران قوم کا ایک
ادنےٰ بھی محکوموں پر بھاری ہے۔ اور وہی ہم میں شامل ہو رہے ہیں۔ ضرورت صرف اسی قدر ہے
کہ ہمارے مبلغین کی تعداد بڑھے۔ اور ہمارا لٹریچر مفت تقسیم ہو +

یہ امر کوئی ایسا مشکل ہے۔ اس مبارک مہینہ میں ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔ اگر ہم سب کے سب جو اس مشن سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ اپنی زکوٰۃ کا نصف ہی انگلستان میں اشاعت اسلام کیلئے دیدیں تو ہم آسانی سے ایک دو مبلغین کی خدمات کو حاصل کر سکتے ہیں۔ میں اپنی رقم زکوٰۃ میں سے پچاس روپے تبلیغ فنڈ میں دیتا ہوں۔ یعنے اس فنڈ کو تبلیغ کی اور کسی شاخ پر خرچ نہ کیا جائیگا۔ بلکہ اپنی رقم ضروری کے جمع ہونے پر اس سے اور مبلغین بھیجے جائیں گے خدا تعالیٰ میرے دوستوں اور کرمفرماؤں کو میرے ساتھ اس کام میں شریک ہونے کی توفیق دے۔ اگر چار ہزار روپیہ کم از کم سالانہ زکوٰۃ میں سے جمع کر لیا کریں تو ایک مبلغ کا انتظام ہو جائیگا۔ میری تحریک پر میری رقم سمیت اس وقت پانسو صد روپے کی رقم آگئی ہے۔ جس کی رسید آئندہ پرچہ میں دیدیجائیگی +

نوٹ۔ تمام ترسیل زر بنام آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہو +

اللہ تعالیٰ کی محبت اسلام میں

ترجمہ ۔ خاتون بی۔ اے سے تنا ہے

بہت سے عیسائی مصنفین نے غلطی سے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کو ایک نہایت خوفناک اور ڈراؤنی چیز سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کا خوف ہر وقت دلوں پر چھایا رہتا ہے۔ اسلام میں ان کے نزدیک انسان کو اللہ تعالیٰ سے ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہئیے جسکی قدرت اور طاقت تمام کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام کے خدا میں محبت اور رحم نہیں +

یہ سچ ہے کہ اسلام مسیحیت کی طرح خدا اور انسان کے مابین باپ اور بیٹے کے تعلقات قائم نہیں کرتا۔ نہ ہی اس نے دوسرے مذاہب کی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت کو ایسا رنگ دینا چاہا ہے۔ جیسے ماں۔ باپ۔ خاوند یا بیوی کی محبت ہوتی ہے۔ اسلام اس کے خلاف یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی محبت

کا احساس عیسرئی طور پر کرے۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ کو اب (باپ) کہنے کے بجائے مسلمان اسے رب کہتے ہیں۔ اور اس نام سے اللہ تعالیٰ کیلئے ویسی ہی بلکہ اس سے بڑھ کر محبت اور عشق ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اب کے کہنے والوں کے دلوں میں۔ اسلئے یہ نہایت غلط فہمی کی بات ہے۔ اور ہکو دل سے نکال دینا چاہیئے۔ کہ اسلام محبت جیسے پاکیزہ جذبہ سے عاری ہے +

قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کا مطالعہ اگر ایک تنقیدی نگاہ سے کیا جائے۔ تو ہمیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسلام کا خدا صرف خوف پیدا کرنیوالا ہی نہیں۔ بلکہ ایک غیر محدود محبت اس سے پیدا ہوتی ہے۔ اسلام کوئی فرضی مذہب پیش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ایک عملی مذہب ہے جو عملی دنیا کے کام آنیوالا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مدنی بالطبع پیدا کیا ہے۔ اور اس دنیا میں ہر فرد کا دوسرے افراد سے کچھ نہ کچھ تعلق ہے۔ اس تعلق کو صرف محبت اور خوف کے ذریعہ سے قائم رکھا جاسکتا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک چیز کا فقدان بھی انسانی سوسائٹی کے لئے خطرناک اور برباد کن ثابت ہوگا۔ اور یہ ایک دوسرے پر انحصار جس پر نسل انسانی کا سارا دارومدار ہے کسی پختہ بنیاد پر نہ ہوگا +

معمولی کاروبار کے محکموں یا انتظامی شعبوں کے اندر بھی اگر انتظامی اصولوں کی بنیاد محبت اور خوف پر مبنی نہ ہو۔ تو کام تسلی بخش طور پر نہیں ہوسکتا۔ تمام انتظام درہم برہم ہو جائے۔ اگر ان دونوں کو خوشگوار طور پر ملایا نہ جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمارے تعلقات کے اندر بھی یہ دونوں ضروری اصول ہمیشہ ہمارے دلوں کے اندر موجود رہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ قدیم زمانہ کے لوگ اپنے دیوتاؤں اور دیویوں کو جن سے وہ خوف رکھتے تھے اور انہیں برائی کا منبع سمجھتے تھے۔ راضی کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اسکے ساتھ ہی وہ ان دیوی دیوتاؤں سے محبت رکھتے اور ان سے دعائیں کرتے تھے۔ جنہیں وہ مہربان سمجھتے۔ اور ان کی مہربانیوں کے متمنی ہوتے تھے +

اسلام سے پہلے یہودیت اور مسیحیت نے ان دو ضروری چیزوں (محبت اور خوف) میں سے صرف ایک ایک پر ہی زور دیا ہے۔ اور دوسرے کو اپنے احاطۂ اثر سے خارج کر دیا ہے۔ مسیحیت کا دعوےٰ ہے۔ کہ خدا محبت ہے۔ اور موسیٰ کی شریعت اس کے بالکل خلاف اللہ تعالیٰ کے غصہ سے لوگوں کو خوفزدہ اور متنبہ کرنے والی ہے۔ اسلام نے ان دونوں کے خلاف اعتدال کی راہ اختیار کی ہے۔ اور افراط و تفریط کو قطعاً چھوڑ دیا ہے۔ اور اس نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف محبت یا خوف ہی نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ ہم سب کا مالک ہے۔ جس سے ہم سب کو محبت اور خوف رکھنا چاہئیے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ غصہ بھی رکھتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی۔ وہ منصف ہے لیکن اس کا انصاف رحم سے ملا ہوا ہے۔ وہ اپنی مخلوق کو سزا بھی دیتا ہے۔ اور اس سے محبت بھی کرتا ہے +

اسی طرح سے قرآن کریم نے صاف اور سیدھے الفاظ میں اللہ تعالےٰ کی صفات کو بیان کیا ہے۔ ان صفات کی روشنی میں ایسی سخت غلط فہمی واقع نہ ہونی چاہئیے +

قرآن کریم کے بعد حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسلامی تعلیمات کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ کی زندگی ہمارے لئے اسبات کا سبق ہے کہ عرب کے ایام جاہلیت میں وہ ایک ہی انسان تھا جسکو باقی تمام لوگوں پر اس بات میں فوقیت حاصل تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شدید محبت اور اس کا شدید خوف آپکے دل کے اندر تھا۔ آپکی یہ خواہش تھی۔ کہ دوسرے مسلمان بھی آپ کے نقش قدم پر چلکر خائز المرام ہوں +

وہ مذہب جو صرف خوف اور رعب پر مبنی ہو۔ وہ لوگوں کے دلوں کو یقیناً سخت کر دیگا۔ اسلام کی حیثیت اس سے بہت بلند تر ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نفسیات کے اس پہلو سے واقف تھے۔ اور اس لئے آپ نے پورے طور پر اور بار بار اس بات کو

دوہرایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک محبوب ۔ رحمٰن ورحیم اور انصاف پسند ہستی ہے مسلمان اس پاک ذات کو اللہ کے پاکیزہ نام سے یاد کرتے ہیں جس کے معنے محبوب کے ہیں یہ اگرچہ ایک چھوٹا سا لفظ ہے لیکن نہایت شاندار خیالات کا جامع ہے۔ اس لفظ کو حضرت نبی کریم صلعم نے چُنا اور ایک محبت کرنیوالے خدا کیلئے جس کی ہم تعریف اور عبادت کرتے ہیں۔ یہ ایک نہایت عمدہ اور بہترین نام ہے +
ہمیں حکم ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے پیاروں سے بڑھ کر محبت کریں

اذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا۔ والذین امنوا اشد حبا للہ

فی الحقیقت اسلام کا خدا ہم سب سے بڑھ کر محبت کے قابل ہے سب سے پہلے الفاظ جو قرآن کریم کو کھولنے پر ہمیں نظر آتے اور موجب مسرت ہوتے ہیں وہ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بن مانگے اور بغیر کسی استحقاق کے رحم فرماتا ہے۔ اور ہماری محنتوں پر اجر مترتب فرماتا اور رحیمیت کی نظروں سے ہمیں دیکھتا ہے +

عربوں کو ان الفاظ کا مطلب سمجھانے اور ان کے دلوں پر ان کی عظمت بٹھانے کیلئے ۱۱۴ سورتوں میں انہیں دوہرایا گیا ہے۔ کیا اس قدر تواتر بھی انسانی قلوب کے اوپر محبت ۔ رحم اور مہربانی کے جذبات پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں +

علاوہ ازیں اللہ تعالےٰ کے ننانویں ۹۹ ناموں کو مسلمان بار بار دُہراتے اور اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں اور ان تمام اسمائے الٰہیہ میں اللہ تعالےٰ کی اعلےٰ اور پاکیزہ صفات کا بیان ہے۔ ان اسمائے حسنہ میں بہت سے ایسے ہیں جو نسل انسانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت اور مہربانیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسے بخشش کرنیوالا اور بے پناہ کو پناہ دینے والا بھی کہا جاتا ہے۔ اسلام کا سب سے پہلا حکم یہ ہے۔ کہ ایسا ایمان انسان کے اندر پیدا ہو۔ جو اپنے آپ کو محبت کے ذریعہ ظاہر کرے یہی بات ہمارے انسانی تعلقات میں بھی کام آتی ہے کسی انسان کے

ساتھ ہم محبت نہیں رکھ سکتے جب تک کہ ہمیں اس پر ایمان نہ ہو +
"خدا سے محبت کرو وہ تم سے محبت کریگا"۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زبردست پیغام ہے۔ اللہ تعالے صادق توبہ کرنیوالے۔ ایماندار۔ منصف۔ بیمار اور پاکباز انسان سے محبت کرتا ہے۔ محمد الرسول اللہ صلعم نے یہ خوشخبری دنیا کو دی ہے۔ کہ "تحقیق اللہ بخشنے والا ہے۔ اور وہ جو توبہ کریں۔ اور اسکی طرف متوجہ ہوں بخش دیئے جائیں گے اسلئے اسلام میں ایک بدترین گنہگار کو بھی اس کے رحم سے مایوس نہ ہونا چاہیے +
حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ" اس دنیا میں اپنے دوستوں والدین اور بچوں کے ساتھ محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک حصہ ہے۔ جو مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لامحدود امداد سے جو انسانی وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی" کون انکار کر سکتا ہے +
حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے رہے۔ اور اس کے حصول کیلئے آپ نے زندگی بسر کی۔ اور اسکے لئے جدوجہد فرمائی۔ آپ کی نہایت مختصر اور پیاری دعا "اے اللہ مجھے اپنی محبت عطا کر۔ اور ان لوگوں کی محبت عطا فرما جن سے تو محبت رکھتا ہے" ظاہر کرتی ہے۔ کہ اس بے اندازہ عطیہ اور اعلےٰ درجہ کی رحمت کو حاصل کرنے کے لئے کسقدر جوش اور تڑپ آپکے دل میں تھی +
ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ "کہ میں اس شخص سے محبت رکھتا ہوں۔ جو میری محبت اور مجھ سے اتحاد چاہتا ہے۔ اور نماز۔ دعا اور رجوع الی اللہ کے ذریعہ اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میرے ہی فضل سے وہ اس دنیا میں دیکھنا سننا اور کام کرتا ہے۔ میں ہمیشہ ایسے شخص کے ساتھ ہوں" +
ایکدفعہ جب ایک نہایت سخت جنگ ہو رہی تھی۔ ایک عورت نے اپنا بچہ اسکے اندر کھو دیا۔ اس نہایت سخت گھبراہٹ اور مایوسی کے عالم میں اس نے

کسی ایک بچہ کو اٹھالیا اور اسکو چوما۔ عورت کے اس فعل کو دیکھتے ہی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو آپ کے ارد گرد جمع تھے۔ فرمایا کیا یہ ماں کبھی اس بات کا وہم بھی اپنے دل میں لاسکتی ہے۔ کہ وہ اپنے بچہ کو آگ کے اندر پھینک دے؟ اس پر سب نے جواب دیا۔ کہ نہیں ہرگز وہ ایسا نہیں کرسکتی۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا۔ میں نہیں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق اس سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ جتنا ایک ماں کو اپنا بچہ پیارا ہوتا ہے +

اپنے بستر وفات پر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ میرا ایک ہی دوست ہے۔ اور اسکے سوائے کوئی نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے "بالرفیق الاعلےٰ" آپ کے آخری الفاظ تھے۔ جن کو دوہراتے ہوئے آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا +

ان تمام مذکورہ بالا واقعات سے ظاہر ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت پر پورا ایمان رکھتے ہیں جیسے مسیحی یا دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اس کی محبت کا دعوےٰ ہے لیکن مسلمان اس کے ساتھ ہی خوف خدا بھی اپنے دلوں میں رکھتے ہیں +

یہ کہنا کہ اسلام کا تمام خوف و خطر کا مرقع ہے اسلامی تعلیمات کے متعلق اپنی جہالت کو ظاہر کرنا ہے۔ پیشتر اس کے کہ ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوں ضرورت ہے کہ اسلام کو پورے طور پر غور و فکر کے ساتھ بغض و تعصب سے خالی ہو کر مطالعہ کیا جائے +

اسلامی رواداری ہندوستان میں

(از قلم مسٹر محمد مارماڈیوک پکتھال)

اکثر لوگ "اسلام" کے خلاف یہ الزام لگانے کے عادی ہیں۔ کہ گویا اسلام بربریت کا مترادف ہے۔ اس الزام کی ایک وجہ تو وہ پرانا اتہام ہے۔ کہ اس مذہب کی اشاعت تلوار سے وابستہ ہے۔ اور دوسری یہ کہ آجکل کا ایک مسلم ایک عیسائی کی نسبت مذہب کے بارہ میں زیادہ سرگرمی کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن حقیقت نفس الامری یہ ہے۔ کہ اسلام پر بربریت یا جبر و تشدد کا الزام محض اسلامی نکتۂ خیال اور اسلامی تاریخ سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ گو بعض ایسے مسلمان جو دشمنان دین کی عداوت میں قطعیات و ضروریات دین کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ اس غلطی کا شکار رہیں +

میں کہتا ہوں۔ کہ خود ہندوستان کے ملک سے بڑھ کر کوئی اور ملک واقعات کی دردناک کیفیت کو زیادہ واضح نہیں کر سکتا۔ ہندوستان میں ہندو لوگ من حیث القوم اس خیال کے پابند ہیں۔ کہ اگر مسلمانوں کو موقع ملے تو وہ تمام ہندوؤں کو تہ تیغ کر دیں۔ اور یا ان کو بجبر اپنے مذہب میں لے آئیں۔ دوسری طرف مسلمان من حیث القوم یہ خیال کئے بیٹھے ہیں۔ کہ ان کی ہستی کا بڑا مقصد وہ لطائف الحیل ہیں۔ جن سے وہ سرکاری ملازمتوں کے حصول میں ہندوؤں کی نسبت اپنی حیثیت زیادہ مضبوط و مستحکم بنا سکیں دونوں جانب کے روشنضمیر رہنمایان قوم کی مساعی جمیلہ کے باوجود ایک سخت منافرت اور عدم رواداری کی لہر زوروں پر ہے۔ اور دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عدم رواداری کی اس لہر کی ابتدا ہندوؤں کے ہی ایک فرقہ کی طرف سے ظہور میں آئی ہے۔ یہ لوگ تاریخ ہند

کی تقریباً دس صدیوں کو نظر انداز کرکے اپنے مسلم ہموطنوں کو اجنبی اور نو وارد خیال کرتے ہیں۔ اور ان کو ہندوؤں کا جانی اور پکا دشمن سمجھتے ہیں۔ اس طرف ذرا بھی توجہ نہیں دیتے کہ یہی ہندو مسلمان فرمانرواؤں کے ماتحت صدیوں تک بخیر و خوبی زندگی بسر کرتے۔ اور خوب پھولتے پھلتے رہے ہیں۔ اس حقیقت کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے کہ ہندوؤں کی زیادہ تعداد خاص کر انہی علاقہ جات میں پائی جاتی ہے۔ جہاں مسلمان بادشاہوں کا عمل دخل سب سے زیادہ رہا ہے۔ حالانکہ یہی ایک امر اس الزام کی کہ "اسلام" عدم رواداری کو جائز نہیں رکھتا کافی تردید ہے۔

حیدر آباد کی ریاست اپنے طول و عرض میں فرانس کے لگ بھگ ہے وہاں ہندوؤں کی آبادی ۹۰ فیصدی ہے۔ ان کو وہاں مسلمانوں کے ساتھ مساوی حقوق حاصل ہیں۔ حالانکہ وہاں کا فرمانروا ایک مسلمان ہے۔ انکے مندروں اور انکے شعائر مذہبی کی عزت کی جاتی ہے۔ اور محصل کا ۱۰ فیصدی تمام معابد کی امداد کیلئے وقف ہے۔ حیدر آباد کی ریاست کے آئینہ میں سلطنت مغلیہ کے خط و خال بخوبی نظر آتے ہیں۔ کیونکہ یہ اس عظیم الشان سلطنت کا ایک ٹکڑہ ہے جو اس سلطنت کی تباہی اور بربادی کے بعد سلامت رہ گیا اس ریاست میں کبھی ہندوؤں مسلمانوں کے درمیان ناخوشگوار تعلقات کا ظہور عرصہ شہود میں نہیں آیا۔ سوائے اس سال کے جبکہ گلبرگہ کے اندر محض ایک واقعہ رونما ہوا۔ جس کی تشریح و توضیح تا ایں وقت ناممکن ہے ایک ایسی ابتری کے اندر جو ایک گھنٹہ کے عرصہ سے زیادہ نہیں رہی۔ اور وہ بھی افسران ذمہ وار کی عدم موجودگی میں۔ ایک مسجد کی بیحرمتی کے انتقام میں ایک مندر تباہ کر دیا گیا۔ اور چند ایک مندروں کو نقصان پہنچایا گیا۔ جب افسران بالادست اس جگہ پر پہنچ گئے۔ تو فوراً امن قائم کر دیا گیا۔ اور اس وقت سے لے کر اب تک قائم ہے۔ اسی بناء پر نئے تفتیش شروع ہے۔

اور ہندوؤں کو ایک نقصان رسیدہ فریق ٹھیرا کر مسلمان افسروں کی طرف سے انکی خاص مراعات مد نظر رکھی جا رہی ہیں۔ یہ امر بین ہے۔ کہ ہندو مسلم فسادات کے موجب وہ لوگ ہیں جو ریاست سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ فسادات باہر کی بعض ناپاک تحریکات کا نتیجہ ہیں۔ جو مہاتما گاندھی کے اثر و رسوخ کے زائل ہو جانے کے بعد معرض ظہور میں آ رہی ہیں۔ اس واقعہ کو ہندو اخبارات اور ہندو پرچارک اس امر کی دلیل گردانتے ہیں۔ کہ گویا حضور نظام صوبہ برابر کے واپس لینے کے مستحق نہیں ہیں۔ یا بالفاظ دیگر یہ کہ ہندو نظام حیدر آباد کی حکومت میں با امن نہیں رہ سکتے۔ یہ ایک سخت بے انصافی کی بات ہے۔ اوّل تو یہ واقع ہی ایک ہے۔ جس کی صدیوں سے تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ اور دوسری یہ کہ اس واقعہ کی تفتیش کے دوران میں مسلمان حکام ریاست نے کمال درجہ کی مذہبی رواداری کا ثبوت دیا ہے۔ لہٰذا یہ واقع ہرگز اس امر کی دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کہ نظام کی گورنمنٹ ہندوؤں پر مظالم اور سختی روا رکھتی ہے۔

اسمیں شک نہیں کہ تمام اسلامی ریاستوں کے اندر جو سلطنت مغلیہ کی عام تباہی سے محفوظ رہگئی ہیں۔ ہندوؤں کے حقوق ویسے ہی مسلّم ہیں جیسا کہ خود مغلوں کے زمانہ میں تھے۔ لیکن مسلمان رعایا کی حالت اسی ملک کی ہندو ریاستوں کے اندر بدرجہا متفاوت ہے۔ ان میں سے اکثر ریاستوں کے اندر مسلمان رعایا کے لوگ محض اجنبی اور غیر ممالک سے آئے ہوئے سمجھے جاتے ہیں۔ اور انکو کسی رعایت کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ کشمیر میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ۹۵ فیصدی ہے۔ اور جہاں ایک ہندو راجہ فرمانروا ہے۔ مسلمان لوٹ مار کا تختہ مشق اور ۵ فیصدی ہندوؤں کے غلام اور رعایا بنے ہوئے ہیں۔ ابھی تھوڑے ہی دنوں کا واقعہ ہے کہ بھرتپور کی ہندو ریاست میں وہاں کے فرمانروا نے مسلمانوں کی بہت سی مساجد

مسمار کردینے کا حکم نافذ کیا تھا۔ مسلمانوں کے جذبات کا ذرا بھی احترام نہ کیا گیا۔ اور نہ ہی ان غریبوں کی چیخ و پکار پر کوئی توجہ کی گئی۔ اور نہ ہی انکے نقصانات کی تفتیش کے لئے کوئی تحقیقاتی کمیٹی بنائی گئی۔ جیسا کہ گلبرکہ کے معاملہ میں ایک مسلم فرمانروا نے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کرکے اپنی رواداری کا بین ثبوت دیا تھا +

الغرض اسلامی رواداری کے زبردست شواہد و نظائر ہندوستان کے ہر چہار اطراف میں نظر آرہے ہیں۔ لیکن دیکھنے کو چشم بینا چاہیئے۔ ان مناقشات کی دلدل سے اگر مسلمان باہر نکلنا چاہتے ہیں۔ تو ان کو چاہیئے کہ وہ اسلامی رواداری کے اصول پر گامزن ہوں۔ اور ان اصول کے سرچشمہ اور منبع یعنے قرآن مجید اور اُسوہ حضرت رسُول کریم صلعم کی طرف اپنی تمام تر توجہ مبذول کردیں۔ دونوں قومیں قرآن مجید کے حکم پر عمل پیرا ہوکر کامیابی کا منہ دیکھ سکتی ہیں۔ اور وہ حکم یہ ہے کہ:۔

ولکل وجھۃ ھو مولیھا۔ فاستبقوا الخیرات این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعاً۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے۔ جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے (نماز کے وقت) پس تم نیک امور میں ایک دوسرے سے سبقت لیجاؤ۔ جہاں کہیں تم ہوگے۔ اللہ تم سب کو لے آئیگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمام امور پر قدرت اور طاقت رکھتا ہے (قرآن مجید پارہ دوم) +

الاسلام

مضمون ومبلے کانفرنس

(منجانب حضرت کمال الدین صاحب بلغ اسلام امام مسجد ووکنگ)

(سلسلہ کے لئے دیکھو اشاعت اسلام جلد ۱۱ نمبر ۲ صفحہ ۷۹ تا ۸۶)

اسلام سے پہلے بعض کا خیال تھا کہ عورت انسانی روح سے خالی ہے۔ ورود الیہی ناپاک ہے۔ کہ مقدس مقامات میں جانے کی اسے اجازت نہیں۔ قرآن کریم نے اسبات کا ابطال کیا۔ اور کھلی کھلی تعلیم دی۔ کہ عورت مرد یکساں روحانی اور اخلاقی ترقی کرسکتے ہیں۔ اگر بہشت ہی روح کا آخری مقام ہے۔ تو بروئے تعلیم قرآن بہشت میں عورت جائیگی۔ پھر ایک مقام پر قرآن نے مرد و عورت کی اخلاقی و روحانی حالتوں کو ایک ہی طریق پر بیان فرمایا۔

درحقیقت مسلم مرد اور مسلم عورتیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں۔ صادق مرد اور صادق عورتیں۔ صابر مرد اور صابر عورتیں۔ منکسر المزاج مرد اور منکسر المزاج عورتیں۔ زکوٰۃ دینے والے اور زکوٰۃ دینے والیاں۔ روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں۔ پاکدامن مرد و پاکدامن بیبیاں۔ اللہ کو یاد کرنیوالے مرد اور اللہ کو یاد کرنیوالی بیبیاں +

اہل اخلاق کے متعلق آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ اور اہل اخلاق سے ہی اخلاق عامہ کی بہتری ہوتی ہے:۔

پکا مسلمان وہ ہے۔ جس کی عادات کو اس کے گھرانے کے لوگ زیادہ پسند کریں۔ اور سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کا اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ ہو۔ طلاق اگرچہ اصول شرع کے مطابق پسندیدہ ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ اس سے ناراض

ہوتا ہے۔ خاوند کا نہایت ہی عمدہ خزانہ ایک نیک بی بی ہے۔ عورتونکو مسجدونمیں جانے سے نہ روکو۔ اگر تم نے اپنی بی بی کو کچھ کہنا چاہو تو نرمی سے کہو۔ مسلمان کو چاہئے کہ اپنی بیوی کو حقارت سے نہ دیکھے۔ اگر اسکی ایک بات پسند نہ ہو تو دوسری سے خوش ہونا چاہئے۔ جب خود کھانے لگو تو اسے بھی کھانے کو دو۔ جب خود کپڑے پہنو اُسے بھی پہننے کو دو۔ نہ اُسے گالی دو۔ اور نہ غصہ میں اُسے طلاق کی ٹھیراؤ۔ نہ اُسے مارو۔ اگر وہ ایک ہی دن کے سفر کو جانا چاہے۔ تو اسکے ساتھ کسی مرد کو کردو ؞

یوں تو قرآن کو جہاں سے دیکھو۔ انسان میں ادراک ربانی پیدا کرنے کی تعلیمات سے بھرا پڑا نظر آتا ہے۔ لیکن میں یہاں چند آیات اور حدیث پر اکتفا کرتا ہوں:۔

ہمیں حکم ہے۔ کہ ہم والدین کے ساتھ اس سلوک کے عوض نیکی اور احسان سے پیش آئیں۔ جو انہوں نے ہمارے بچپن کے زمانہ میں ہم سے کئے (۱۶/۲۳) خصوصاً ماؤں سے جنہوں نے خود تکلیف اُٹھاکر ہمیں آرام دیا (۳۱/۱۴) اور جنہوں نے دو برس تک ہمیں دودھ پلایا (۳۱/۱۴) ہمیں اُنکے ساتھ مرحمت اور نرم کلامی سے پیش آنا چاہئے۔ خصوصاً جب اُن کو بڑھاپا آگھیرے۔ تو ان سے رحمت کی گفتگو کریں۔ اور "اُف" تک منہ پر نہ لائیں۔ اور اگر انکو پیچھے چھوڑ کر باہر جانا ہو تو نہایت نرمی کے ساتھ ان سے رخصت ہوں ؞

رسول مقبول فرماتے ہیں:۔

نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ نوجوان صرف اپنے والدین کی خدمت نہ کرنے کے باعث بہشت سے محروم کئے جائیں۔ ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے۔ باپ خوش تو خدا خوش وہ ناراض تو یہ بھی ؞

والدین کے بعد قریبی رشتہ دار، یتیم، اہل حاجت، ہمسائے

پردیسی۔ ہمسفر۔ مسافر۔ نوکر اور اسیران سلطانی ان سب کے ساتھ جو اپنے گھر سے ہوں یا وہ ہمسایہ جو غیر اور اجنبی ہوں نیکی کرنے کا حکم ہے (۴/۳۶) غلام کو آزاد کرنا (۹۰/۱۴) بھوکوں۔ یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلانا (۷۶/۸) مٹی میں پڑے ہوؤں کی امداد کرنا یہ سب کے سب قرآنی احکام ہیں (۹۰/۱۵-۱۶) اور یہ سب کچھ نہ کسی معاوضہ کی امید کیلئے نہ اظہار فخر و تکبر کیلئے ہو۔ بلکہ محض فی سبیل اللہ ہونا چاہئے (۷۶/۷-۸) +

رسول اکرم صلعم فرماتے ہیں۔ اگر تمہیں اپنے خالق سے محبت کرنا ہو تو پہلے ابنائے جنس سے محبت کرو۔ جو شخص یتیموں کا سر براہ ہو وہ قیامت میں میرے ساتھ ہوگا۔ بیواؤں کی خبر گیری کرو۔ جو شخص نہ اپنے چھوٹوں پر شفیق ہے اور نہ بڑے بوڑھوں کی عزت کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ خستہ حالوں کی خبر گیری اور مصیبت زدوں کی حاجت روائی خدا کی جناب میں اپنا خاص انعام رکھتی ہیں۔ جو شخص ضرورت کے وقت ابنائے جنس اور پژمردہ حال کی حاجت روائی کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اسکی تکلیف میں اُسے خود مدد کرتا ہے ؎

اگر رحمت زحق داری تمنا   ترحم بر دیگراں رحمے بفرما

خدا تعالیٰ اسی کو زیادہ محبوب رکھتا ہے جو خلق اللہ پر زیادہ مہربان ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے۔ اللہ اس کے گناہ بخشتا ہے کُل مخلوق ایک کُنبے کا حکم رکھتی ہے۔ اور جو شخص بندگانِ خدا کے ساتھ زیادہ بھلائی کریگا وہی اس کا زیادہ محبوب ہے۔ اگر تم خدا کی دوستی چاہتے ہو تو اس کے غریب اور مفلس بندوں کی امداد کرو۔ غضب الٰہی سے بچنے کیلئے خیرات کرو۔ بہشت میں وہی لوگ داخل ہونگے جو راستباز۔ صاف اور رحمدل ہیں۔ اے عائشہ! دیکھنا فقیر کو دروازے پر سے خالی نہ جانے دینا بلکہ اُسے ضرور کچھ نہ کچھ دینا۔ اور نہیں تو آدھی کھجور ہی سہی" +

چونکہ خیرات سے قربانی کرنے والی روح تقویت پکڑتی ہے۔ اسلئے اسلام نے اس پر بہت زور دیا ہے۔ قربانی ہی جملہ اخلاقی اوصاف کا سرچشمہ ہے۔ قرآن شریف نے اخلاق کو دو عنوانوں تلے رکھا ہے +

(الف) وہ اعلیٰ اخلاق جن سے دوسروں کی عزت۔ زندگی یا ملاک خطرہ سے بچ جائے مثلاً عفت دیانت۔ انکسار۔ مراعات +

(ب) ایسے اخلاق جن کے استعمال سے دوسرونکو ہم سے نفع پہنچے مثلاً عفو۔ احسان شجاعت۔ راستگوئی۔ صبر۔ مواسات۔ ترحم +

ان اخلاق کے متعلق قرآن شریف نے مہمل اور ناممکن التعمیل وعظ نہیں کئے بلکہ ان اخلاق کی تشریح و تعریف کی۔ اور پھر انکے صحیح استعمال کے مواقع تجویز کئے یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ جذبات وافعال بذاتہ نہ اچھے اور نہ برے ہیں۔ مگر صرف محل استعمال کی وجہ سے ہمارے جذبات اچھا یا برا اخلاقی پہلو اختیار کرتے ہیں ایسا ہی حالات و واقعات ہی انکی صورت بدل دیتے ہیں۔ شریر النفس کو معاف کرنا ظلم ہے بقول سعدی ؎

نکوئی بابداں کردن چناں است کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

خیرات کا نامناسب استعمال اسراف ہے۔ لفظ خیرات بذات خود تشریح طلب ہے چنانچہ قرآن شریف نے اس مسئلہ کو بالوضاحت بیان کر دیا ہے۔ میں نے جن اخلاق کا اوپر ذکر کیا ہے۔ ان کے متعلق میں یہاں چند قرآنی آیات نقل کر دیتا ہوں جن سے ہمیں ان اخلاق کے پیدا کرنے میں امداد ملتی ہے +

عفت

عفت ''مومنونکو کہدو۔ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہونکی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کیلئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اللہ اس سے خبردار ہے۔ جو وہ کرتے ہیں۔ اور مومن عورتونکو کہدو۔ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اسکے جو (عادتاً) کھلا رہتا ہے۔ اور چاہئے کہ اپنی

اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں ۔ . . . . . اور اپنے پاؤں کو (اس طرح) زمین پر نہ ماریں ۔ کہ جو کچھ وہ اپنی زینت چھپائے ہوئے ہیں ۔ وہ معلوم ہو جائے ۔ اور اے مومنو سب کے سب اللہ کیطرف رجوع کرو ۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ (۱) ورزنا کے قریب مت جاؤ ۔ کیونکہ وہ بیحیائی کی بات ہے ۔ اور بُری راہ ہے (۲) اور چاہئے کہ وہ جو شادی (کا سامان) نہیں پاتے ۔ اپنے آپ کو بچائے رکھیں (۳) اور رہبانیت انہوں نے خود نکالی ۔ ہم نے اسے ان پر لازم نہیں کیا ۔ ہاں اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے (نکالی) پر انکی وہ نگہداشت نہ کر سکے ۔ جو اسکی نگہداشت کا حق تھا" (۴)

امانت

امانت "۔ اور کم عقل لوگوں کو تم اپنے مال نہ دیدو ۔ جنکو اللہ نے تمہارے لئے سہارا بنایا ہے ۔ اور تم انہیں ان کے ذریعے سے کھانے کیلئے دیدو ۔ . . . . اور انہیں بھلی بات کہتے رہو (۵) اور یتیموں کا امتحان لیتے رہو ۔ یہانتک کہ جب وہ شادی (کی عمر) کو پہنچ جائیں تب اگر تم ان میں عقل کی پختگی پاؤ ۔ تو انکے حوالہ کر دو ۔ اور فضول خرچی سے اور جلدی کر کے انکو کھا نہ جاؤ کہ وہ بڑے ہو جائینگے اور جو امیر ہے کہ وہ رُکا رہے ۔ اور جو حاجتمند ہے ۔ تو وہ مناسب طور پر لیلے ۔ پھر جب تم انکے مال انکے حوالے کر دو ۔ تو انکے سامنے گواہ کر لو (۶) جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں ۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی کھاتے ہیں ۔ اور وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونگے (۷) اور اپنے مالوں کو آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ ۔ اور (نہ) انکے ذریعہ حاکموں تک پہنچو ۔ تاکہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ (۸) اللہ تمکو حکم دیتا ہے ۔ کہ امانتیں انکے اہل کو ادا کرو (۹) وہ مکّار کا روادار نہیں (۱۰) پیمانہ پورا دیا کرو ۔ اور کم دینے والوں میں نہ ہو ۔ اور ٹھیک ترازو سے تولا کرو ۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو ۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو (۱۱) اور اچھی چیز کو ردی سے نہ بدلو (۱۲)

---

(۱) سورۃ النور آیت ۳۱ (۲) بنی اسرائیل آیت ۳۲ (۳) سورۃ النور آیت ۳۳ (۴) سورۃ الحدید آیت ۲۷ (۵ و ۶) سورۃ النساء ۵ ۔ ۶ (۷) النساء آیت ۱۰ (۸) البقرہ ۱۸۸ (۹) النساء ۵۸ (۱۰) سورہ ۶ آیت ۶۰ (۱۱) الشعراء آیت ۱۸۱ ۔ ۱۸۳ (۱۲) النساء آیت ۲ ؛

حلم

حلم۔ اور آپس میں صلح کرو (۱) اور صلح اچھی چیز ہے (۲) اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی انکی طرف جھک جا (۳) اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر انکسار سے چلتے ہیں۔ ... (۴) اور جب لغو پر گزرتے ہیں بزرگانہ طور پر گذرتے ہیں (۵) بدی کو اس طریق سے دور کرو جو بہت اچھا ہے۔ تو دیکھو کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اسمیں دشمنی ہے۔ گویا کہ وہ گرمجوش دوست ہیں (۶)

حسن اخلاق

جب کسی سے بات چیت کرنے لگو۔ تو خندہ پیشانی اور خوش اسلوبی سے کرو (۷) ایک قوم (دوسری) قوم پر ہنسی نہ کرے۔ شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں (دوسری) عورتوں پر (ہنسیں) اور اپنے لوگونکو عیب نہ لگاؤ۔ اور نہ ایکدوسرے کے نام دھرو ...... بہت گمان (بد) کرنے سے بچو۔ کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے .... اور نہ ایک دوسرے کی چغلی کرو (۸) اور اسکے پیچھے نہ لگنا جس کا تجھے علم نہیں۔ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے اسکے متعلق سوال کیا جائیگا (۹)

عفو

جن اخلاق حسنہ کے ذریعہ ہم دوسرونکے لئے نفع رسانی کر سکتے ہیں۔ انمیں سب سے اول نمبر عفو ہے۔ خطا کارونکو سزا دینے کی بجائے معاف کر دینا چاہیئے لیکن اسلام نے وقت بیوقت معافی کی تعلیم ہی نہیں دی۔ نہ یہ کہا کہ ہر بدی کے مقابل خاموشی یا درگذر سے کام لو۔ اسلام کا نصب العین صلاح ہے۔ اگر نرمی سے کام نکل آئے تو فھو المراد ورنہ سختی کی بھی اجازت دیگئی ہے۔ قرآن نے اسمعاملہ میں حکم دیا ہے۔ بدی کی پاداش بالضرور بدی ہے۔ لیکن اگر عفو کرنیسے صلاح ہو۔ تو عفو ہی کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں عفو کرنیوالے کا عرصہ ہے (۱۰) لیکن اگر چھوٹوں سے خطا سرزد ہو۔ تو قرآن کریم نہ صرف درگذر کرنے ہی کی سفارش کرتا ہے۔ بلکہ عالی ہمتی دکھلانے کی بھی سفارش کرتا ہے۔ بشرطیکہ اس سے انکی

---

(۱) الانفال آیت ۱ (۲) سورہ النساء آیت ۱۲۸ (۳) الانفال آیت ۶۱ (۴) الفرقان آیت ۶۳ (۵) الفرقان آیت ۷۲ (۶) السجدہ آیت ۳۴ (۷) سورہ النساء آیت ۱۲۸ (۸) سورہ الحجرات آیت ۱۲ (۹) بنی اسرائیل آیت ۳۶ (۱۰) سورہ

اصلاح ہو۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ نیکو کار وہی ہیں جو غصے پر قابو پا کے خطا کاروں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔ قرآن پاک ہر قسم کی معافی مستحسن نہیں سمجھتا بیصبری یا خطا کے انتقام وانسداد کی ناقابلیت سے کچھ نہ کر سکنا معافی نہیں کہلاتی۔ تکلیف کے پہنچنے پر تکلیف دینے والے سے پرخاش نہ کرنا عفو نہیں کہلاتا۔ بہت سے جانور بھی ایسا کر لیتے ہیں۔ گائے نے بچھڑے۔ اور بہت سے دیگر جانور بھی اسی طرح بُردباری دکھلاتے ہیں۔ صفت عفو کے مدعی وہی ہو سکتے ہیں۔ جو دوسروں پر اُس وقت رحم کریں۔ جب وہ ان کے رحم کے سوا بچ نہ سکیں۔ ان میں بدی کے انتقام کی طاقت تو ہو۔ اور دشمن ان کے قابو میں بھی ہو۔ لیکن پھر وہ درگذر کریں۔ اور غصہ پر قابو پائیں۔ عفو کے نتائج اگر بد ہوں۔ تو قرآن ایسے عفو کی اجازت نہیں دیتا ؂

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل	نمبر تفصیل	رقم آمد در ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر تفصیل	رقم خرچ در ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	۱/	۰	۸	۳۷۶		ع/۳	۱	۰	۲۹۳۵
قیمت اسلامک ریویو و مفت تقسیم	۲/	۰	۲	۲۵۵۳					
میزان	۰	۰	۱۰	۲۹۲۹	میزان				۲۹۳۵

نوٹ) ع/۳ اس رقم میں سے دو ہزار روپیہ پیشگی برائے اخراجات سفر مبلغان ووکنگ کیلئے برآمد ہوا بروئے ریزولیوشن نمبر ۲۷ مورخہ ۲۵/۱/۱۰ مجلس منتظمہ ووکنگ مسلم مشن اور مبلغ نو صد پینتیس روپیہ مد قرآن انگریزی یا بابت قیمت قرآن کریم انگریزی کے مستقل کیا گیا۔ جو ووکنگ میں فروخت ہوا۔ سکرٹری

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب محمد ابراہیم صاحب کھوالی	۰	۰	۲	جناب مسیح الدین صاحب رہتک	۰	۰	۱
" سید حسین صاحب کانپور - -	۰	۸		" بابو فضل الدین صاحب جیت پور	۰	۰	۵
جنابہ والدہ خواجہ خلیل احمد صاحب لاہور - -	۰	۰	۴	" عبد القدوس صاحب لکھنؤ	۰	۰	۲۵
" فاطمہ بی بی صاحبہ - -	۰	۰	۱	" الہ بخش صاحب پھلدیاں	۰	۰	۲۰
جناب شیخ اکرام اللہ صاحب بہاول نگر	۰	۰	۲	" نبی بخش و مولا بخش صاحبان رامپور	۰	۰	۱۲
" ایس فتح محمد صاحب راجمندری	۰	۰	۵	" محمد معین حسن صاحب لکھنؤ	۰	۰	۱
" عبد اللہ محمد شریف صاحب میسور	۰	۰	۲۵	" نور غنی صاحب امروہہ - - -	۰	۰	۵
" میاں محمد خاں صاحب اوکاڑہ	۰	۰	۲۰	" خیر ایت اللہ صاحب	۰	۰	۱۰
" سید امیر علیشاہ میانوالی	۰	۰	۵	" محمد مسلم صاحب	۰	۰	۱
" معلوم الاسم - - -	۰	۰	۱	" محمد بشیر خان " "	۰	۰	۱
" حافظ ہدایت حسین صاحب کانپور	۰	۸	۱۳۲	" علی محمد خان صاحب " -	۰	۰	۱۵
" امان اللہ صاحب میمن سنگھ بنگال	۰	۰	۱	" عبد الغفور صاحب " ...	۰	۰	۷
" حضور نواب نعمت یار جنگ حیدر آباد دکن	۰	۰	۱۵	" اصغر علی صاحب "	۰	۰	۱
" سید احمد حسن صاحب کوہاٹ	۰	۰	۱۰	معرفت جناب طاہر الدین صاحب	۰	۰	۶
" ایم تاج الدین صاحب ٹنڈی ونم	۰	۰	۵	جناب ایم-ای-ایس شریف الدین صاحب	۰	۰	۱
" ڈاکٹر ایم-ای صوفی صاحب بی اے کلکتہ	۰	۰	۱۰	" امام الدین صاحب -	۰	۰	۲۰
" مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵	" عبد المعبود صاحب بیلا تال	۰	۰	۲
" منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	۰	۰	۵				
" فضل کریم خان صاحب آبائی لٹ پادر	۰	۰	۳	کل میزان		۸	۳۷۶

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو بابت جنوری سنہ ۱۹۲۵ء در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
مفت تقسیم حضور نواب نعمت یار جنگ صاحب بہادر حیدر آباد دکن ۵۰ مفت تقسیم ۵۰ طباعت کیتب	۰	۰	۲۰
" جناب مقبول احمد صاحب الہ آباد - - -	۰	۰	۵
" " ڈاکٹر ایم-ای صوفی صاحب بی اے - کلکتہ - - -	۰	۰	۱۰
" " سرمست حسین صاحب میسور - - -	۰	۸	۱
" " حضور میجر حاجی حمید اللہ خان صاحب بھوپال - - - - -	۰	۰	۵۰
" " علی محمد صاحب گورداسپور - - -	۰	۰	۵
قیمت اسلامک ریویو - - - - - -	۰	۱۰	۲۴۶۱
میزان - - -	۰	۲	۲۵۵۴

اسلام قرآن کی زبان میں

صلح و محبت کا مذہب

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کا لیکچر بمبئی میں

{ماخوذ از اسلامک ریویو فروری سنہ ۱۹۲۵ء صفحہ ۶۴ تا ۷۲ ۔ بہ تسلسل صفحہ ۹۵ جلد ۱۱ نمبر ۲ رسالہ اشاعت اسلام}

آپ نے اکثر جہاد کے متعلق سُنا ہو گا جان و مال اور مذہب کی حفاظت کیلئے اسے تجویز کیا۔ قرآن نے اسکے تین ہی مقصد بیان کئے ہیں اور یہ تینوں کے تینوں بغرض دفیعہ ہیں۔ اوّلاً دشمن سے مال و جان کو بچانا۔ دوم کسی عبادت گاہ کی حفاظت خواہ وہ کسی مذہب کی ہو۔ تیسرا مذہب میں آزادی رائے۔ مسلمان خدا کی پولیس ہے۔ مذہب میں ہر ایک کا ضمیر آزاد ہونا چاہئے۔ کسی قسم کے جبر کی اجازت مذہبی معاملات میں قرآن نہیں دیتا۔ کسی کا حق نہیں کہ وہ دوسرے شخص اور اس کے خدا میں تیسرا بن کے آجائے۔ جو شخص جو مذہب چاہے اختیار کرے۔ اور اگر کوئی اور شخص اپنا مذہب جبراً اس سے منوائے تو ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایسے شخص کی سرزنش کرے۔ میری یہ باتیں تمہیں عجیب نظر آتی ہونگی کیونکہ اسلام کے خلاف پروپاگنڈا کرنے والوں نے خصوصاً مغرب میں جہاد کے متعلق ہر قسم کی بیہودہ داستانیں بنا رکھی ہیں۔ آپ قرآن پڑھیں اور قرآن بھی آنحضرت صلعم کے افعال کی روشنی میں "آنحضرت صلعم کے اخلاق اخلاق قرآن تھے" تو آپ مجھ سے متفق ہونگے۔ سب سے پہلے میں جہاد کے پہلے اور دوسرے مقصد کو لیتا ہوں۔ قرآن اسمیں فرماتا ہے:-

اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر ۔ الذین

اخرجو من دیارھم بغیر حق الا ان یقولو ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہٗ ان اللہ لقوی عزیز ۰ (سورہ حج آیت ۳۹-۴۰)

ترجمہ- ان لوگوں کو (بھی) ان کافروں سے لڑنے کی اجازت دیجاتی ہے۔ اسواسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور کچھ شک وشبہ نہیں۔ کہ اللہ انکی مدد کرنے پر قادر ہے (یہ وہ مظلوم لوگ ہیں) جو بیچارے صرف اتنی بات کے کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ناحق (ناروا) اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایکدوسرے (کے ہاتھ) سے نہ ہٹواتا (تو نصاریٰ کے) صومعے اور گرجے اور یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جنمیں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھا دیئے جا چکے ہوتے +

قرآن کریم میں یہ پہلا حکم جنگ کیلئے آنحضرت کے ان صحابہ کو دیا گیا جن پر انکے دشمن جنگ کر چکے تھے۔ اور جو ہر طرح پر ستائے جا چکے تھے۔ اور جنہیں گھروں سے نکالا جا چکا تھا۔ اسی معاملے میں قرآن نے پھر فرمایا :-

و اخرجوھم من حیث اخرجوکم ۔ ۔ ۔ ۔ فان انتھوا فلا عدوان (سورہ بقرہ - ۱۹۱-۱۹۳) **ترجمہ**- انہیں ان جگہوں سے نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا- اور اگر وہ لڑائی کرنی چھوڑ دیں۔ تو پھر عداوت جاری رکھنی نہیں چاہیئے +

اس جگہ کی اجازت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ پیغمبر صلعم کے جنگ اسی امر پر تھے۔ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں + پہلے تین جنگوں کے مقام ہی اس امر کا فیصلہ کر دینگے۔ آپ نے اپنی جان بچانے کے لئے حکم ربی کے ماتحت مکہ چھوڑا۔ جہاں آپ تیرہ سال کے لئے متواتر طرح طرح کے مظالم کا شکار ہوتے رہے۔ آپ مدینے گئے لیکن دشمن نے وہاں بھی نہ چھوڑا۔ مکہ مدینہ میں ۱۲ منزل کا فاصلہ ہے

پہلا جنگ مقام بدر ہؤا۔ جو مکہ سے ۹ منزل اور مدینہ سے ۳ منزل۔ دوسرا جنگ اُحد پر ہؤا جو مدینے سے ایک منزل اور مکہ سے گیارھویں منزل پر ہے۔ تیسرے جنگ میں دشمن نے دس ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینے کا محاصرہ کیا۔ جنگ کے یہ تین مقام خود ہی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کو اپنی حفاظت میں ان تین جنگوں پر آمادہ کیا اسکے بعد ایک حربی حالت عرب میں پیدا ہوئی۔ کبھی ادھر سے حملہ ہؤا کبھی اُدھر ہؤا۔ لیکن تاریخ میں ایک بھی نظیر ایسی نہیں جہاں کوئی شخص اسلام قبول کرنے کیلئے مجبور کیا گیا نہ آنحضرت کے وقت نہ صحابہ کرام کے وقت +

اسلامی جنگوں کا تیسرا مقصد مذہبی معابد کی حفاظت ہے جنمیں سب سے پہلے راہبوں کے رہنے کی جگہ کا ذکر ہے۔ اسلام کے سوا دنیا کا کونسا مذہب ہے جہاں راہب اور انکی خانقاہیں نہیں ہوتیں۔ عیسائی ہندو ہر جگہ یہ خانقاہیں ہوتی ہیں۔ اور ہر مسلمان کا قرآنی فرض ہے۔ کہ انکی حفاظت کرے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں عیسائیوں کا جو فرقہ موجود تھا۔ وہ مسیح۔ مریم اور دیگر بزرگوں کے بتوں کو پوجتے تھے۔ وہ وہی باتیں کرتے تھے۔ جو آج بعض ہندو کرتے ہیں۔ میں آیت مذکورہ کی تفسیر آنحضرت صلعم کے اپنے عمل کے ذریعے کرتا ہوں۔ نجران کے عیسائی آپ کے پاس حاضر ہوکر بعض مراعات کے ملتجی ہوئے۔ آپ نے ذیل کا امان نامہ دیا +

نجران اور اسکے ارد گرد کی بستیوں کے عیسائیونکو خدا اور اسکے رسول کی امان دی جاتی ہے۔ ان کی جو موجود ہیں یا غیر حاضر جان مال مذہب حفاظت میں ہیں۔ اُنکے مذہب اور شعار مذہب میں دخل نہ دیا جائیگا۔ نہ انکے حقوق میں کوئی تبدیلی ہوگی۔ نہ کوئی بشپ اپنے عہدے سے نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے نہ کوئی پادری اپنے منصب سے علیحدہ کیا جائیگا۔ جو کچھ

اُنہیں اس وقت ملتا ہے۔ وہ جاری رہیگا۔ ان کی کوئی مُوزت یا بُت یا صلیب نہ توڑی جائیگی۔ نہ وہ ظلم کرنے پائیں گے نہ اُن پر ظلم ہوگا...... کوئی عُشر ان سے نہ لیا جائیگا نہ انہیں مجبور کیا جائیگا۔ کہ وہ فوج کو رسد دیں +

یہ نہ بھُولنا چاہئیے۔ کہ یہ رعائتیں کسی معاہدہ کی شرائط تھیں جو جنگ میں دو دشمن حالات موجودہ کی مجبوری سے کرتے ہیں۔ بلکہ ایک بادشاہ کیطرف سے اپنی رعایا کو یہ حقوق دیئے جا رہے ہیں +

آنحضرت صلعم کے بعد صدیق اکبر کا زمانہ آیا۔ مسلم سردار فوج خالد بن ولید ایک مقام کے فتح ہونے پر عیسائیوں کو اُن کی جان و مال کی حفاظت کا اعلان دیتے ہوئے یہ بھی اعلان دیتے ہیں +

انہیں ان کی خاص رسموں کے وقت نہ تو ناقوس بجانے سے اور نہ شہر میں صلیبیں پھرانے سے روکا جائیگا +

اس اعلان کو خلیفۂ اول اور آپ کے مشیروں نے پسند فرمایا۔ اگر ناقوس کی اجازت ایک غیر مذہب کو دیگئی۔ تو پھر ہندو اور عیسائی میں کیا فرق۔ ایسا ہی اگر اسلام شہر میں صلیب پھرانے کو روا رکھتا ہے۔ تو صلیب میں اور ہندوؤں کی آرتی میں کیا فرق ہے۔ فوج کو ہدایات دیتے ہوئے خلیفۂ اوّل ذیل کا حکم نافذ فرماتے ہیں۔

تم کسی راہب یا تارک کے امن یا سکوت میں خلل نہ ڈالنا نہ انکے رہنے کی جگہ کو گرانا +

ایک مسلمان سپاہی تو جنگ کے شور و شر میں بھی کسی راہب کی عبادت میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ تو پھر ایک مسلمان باجے یا ڈھول بجاتا ہوُا کسطرح کسی معبد کے پاس سے گذر سکتا ہے۔ میں ہنود بھائیوں کو انکے مذہبی احساسات پر چھوڑتا ہوں۔ اگر ان کا مذہبی جذبہ اسی طرح تسکین پا سکتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں وہ بیشک مسجدوں کے پاس ڈھول بجایا کریں۔ لیکن میں انہیں یقین دلاتا ہوں

کہ ہم مسجدوں میں ایک ہی بات کرتے ہیں۔ اسی خدا کو یاد کرتے ہیں جو
ان کا بھی خدا ہے۔ اور کم از کم مجھے تو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ مسجد کے
پاس ناقوس یا ڈھول بجا کر اور مسلمانوں کو خدا کی یاد میں خلل انداز ہو کر
کسی کی روح یا اسکے مذہبی جذبے کی تسکین ہوتی ہے +

خلیفۂ ثانی کے وقت مصر فتح ہوا۔ مصر کے کل گرجے قائم رہے
وہاں کے پادری اور اسقف اپنے عہدوں پر قائم رکھے گئے۔ گرجوں کنیسوں
کی جاگیریں بحال رکھی گئیں۔ فاروق اعظم فاتح کی شان میں بیت المقدس
میں داخل ہوتے ہیں۔ آپ کنیستہ القیامت میں داخل ہوتے ہیں۔
وہیں نماز عصر کا وقت آجاتا ہے۔ اسقف اعظم عرض کرتا ہے۔ کہ آپ
یہیں نماز پڑھ لیں۔ لیکن فاروق اعظم بلا جواب دیئے کنیسہ سے باہر
چلے جاتے ہیں۔ اور ایک فاصلے پر جاکر نماز پڑھتے ہیں۔ نماز کے بعد
آپ کنیسہ کے بڑے پادری کو فرماتے ہیں۔ کہ میں جہاں نماز پڑھونگا
وہیں آنیوالی نسلیں مسجد بنا دینگی۔ اس وجہ سے میں نے کنیسہ میں نماز
نہ پڑھی +

دس سال ہوئے میں نے اس کنیسہ کو بھی دیکھا۔ اور اس سے
چند سو قدم کے فاصلے پر اس مسجد کو بھی دیکھا جو فاروق اعظم کے اس
واقعہ کی یاد میں بنائی ہے۔ جناب عثمانؓ کے وقت غیر مسلم مذاہب سے
وہی فیاضانہ سلوک روا رکھا گیا۔ چنانچہ مرو کا افسر پادری اسقف اعظم کو
لکھتا ہوا کہتا ہے۔ کہ خدا نے زمین کی بادشاہت آج عربوں کو دیدی ہے
وہ ہمارے مذہب پر حملہ نہیں کرتے۔ بلکہ ہمیں امداد دیتے ہیں۔ ہمارے
بزرگوں کی عزت کرتے ہیں ہمارے کنیسوں اور خانقاہوں کو زر امداد
دیتے ہیں۔ جناب علی مرتضےٰ نے بھی اپنے وقت میں ایرانیوں کے ساتھ ویسا
ہی سلوک کیا۔ آپ نے آتش کدوں کو قائم رکھا۔ اور ان کی آمدنیوں اور جاگیروں کو

* یہ اس مقام پر کا گرجا ہے جہاں جناب مسیح کو (حسب انجیل) صلیب کے بعد دفن کیا۔ اور وہ قبر میں سے نکل گئے +

بحال رکھا +

مذہب رواداری

میں نہیں چاہتا کہ اس قسم کی رواداری کی مثالیں گنتا ہوا آپ کا وقت عزیز لوں مسلمان بادشاہ جہاں بھی گئے انہوں نے ہر جگہ ایسی ہی رعائتیں کیں میں صرف ہندوستان کا ذکر کرتا ہوں۔ پروپاگنڈا والے جو چاہیں کریں۔ لیکن واقعات واقعات ہی ہوتے ہیں۔ آپ میں سے کوئی ہندو بھائی میرے ساتھ بنارس چلا چلے وہاں بہت سے ہندو مندر ہیں۔ جن کے ملحق بہت سی جاگیریں ہیں ان کی دستاویزات اگر دیکھی جائیں تو یہ جاگیریں مسلمان بادشاہوں کی عطا کردہ ہیں جنمیں ایک سیدنا حضرت اورنگ زیب بھی ہیں۔ جنکے خلاف اس قدر جھوٹ سچ کہا گیا ہے۔ میرے پاس انکے حکم کا فوٹو بھی ہے۔ اکبر کی لوگ بہت تعریف کرتے ہیں۔ لیکن اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی جسے قرآن نے ہر ایک مسلم پر واجب نہیں ٹھیرایا۔ بنارس کے بعد کشمیر کو دیکھ لو وہاں بھی ویسی صورت نظر آتی ہے آبادی کے ہر حصہ میں ہندوؤں کے بڑے بڑے تیرتھ ان کے متعلق جاگیریں ہیں۔ یہ جاگیریں مغلوں کی دی ہوئی ہیں۔ اور انہیں میں ایک اورنگ زیب تھے۔ لیکن جو جاگیریں کشمیر میں مسجدوں اور مسلمانوں کے مقدس مقامات کے متعلق مغلوں کی دی ہوئی تھیں وہ آج کہاں ہیں۔ سرینگر کی پتھر مسجد کے دروازے کشمیر میں کیوں مسلمانوں پر بند کردیئے گئے ہیں۔ اس سوال پر ہندو بھائی غور کریں +

مسلمان کم از کم ایک ہزار برس تک طاقت وشوکت کے ساتھ ہندوستان میں حکومت کرتے رہے۔ اگر اسلام تلوار کے ساتھ ہی پھیلا تھا تو آج بھی ہندوستان میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہندوؤں کی تعداد زیادہ کیوں ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمان سارے کے سارے نومسلم یا اُن کی اولاد نہیں کثرت سے تو باہر سے آکر یہاں آباد ہوئے +

اب کشمیر سے دکن آجاؤ۔ ریاست کے لگان کا ایک بھاری حصہ ہندو مندروں آتشکدوں

گرجوں گوردواروں اور مسجدوں کی امداد میں جاتا ہے۔ شاہ دکن نے امن و رواداری کے مذہب کا سچا ثبوت دیا ہے۔ یہی حالت بھوپال میں بھی ہے۔ بدقسمتی سے آج مندروں اور مسجدوں کی بیحرمتی ہو رہی ہے۔ خدا کے گھر گرائے جاتے ہیں۔ گلبرگہ اور دوسری جگہ بھی یہی ہوا۔ لیکن شاہ دکن کے مذہب نے اُسے مجبور کیا کہ وہ گرے ہوئے مندروں کی مرمت اپنے خرچ پر کرا دے۔ راجگان ہند اور خصوصاً بھرتپور کو اس مثال سے سبق لینا چاہیئے +

اب میں مذہب رواداری کی ایک بہترین مثال دیکر تخفیف تصدیعہ کرتا ہوں۔ اس مثال کی نظیر مجھے تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی +

ایام نبوی میں چند پادری مذہبی بحث کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں اپنی مسجد کے اردگرد کے حجروں میں جگہ دی۔ وہ چند دن تک مہمان رہے۔ اتنے میں اتوار کا دن آگیا۔ انہیں گرجا کرنا تھا۔ مسلمان کے لئے تو کل زمین مسجد ہے لیکن ان عیسائی مہمانوں کو عبادت کیلئے کوئی جگہ چاہیئے تھی۔ مذہب محبت و رواداری کے معلم نے اُن کی اس گھبراہٹ کو دیکھا۔ انہیں اجازت دی کہ وہ مسجد نبوی کو ہی اپنا گرجا بنالیں حیرت کا مقام ہے۔ اسی خدا کے گھر میں جس کی شان لم یلد ولم یولد ہے خدا باپ اور خدا بیٹے کی پرستش کی +

اپیل بامسلم

برادران اسلام! مجھے صرف تمہیں اب ایک بات کہنی ہے۔ تمہارا ہی مذہب دُنیا میں ایسا ہے جس نے دوسروں کو اپنے میں داخل کرنے کی اجازت دی۔ ان دوسروں میں اپنے مذہب کی محبت اسی طرح پیدا کرو جس طرح تمہارے آباؤ اجداد نے کی۔ نیک اعمال محبت آشتی اور پیار سے لوگوں کو اپنے اندر جذب کرو۔ تمہارا امتیازی لفظ السلام علیکم ہے سلامتی اور امن کی روح سے تمہارے خیالات تمہارے کلمات تمہارے اعمال متمیز ہونے چاہئیں۔ تمہارا مذہب اسلام ہے جسکے معنے امن اور آشتی کے ہیں۔ تمہارا مذہب تمہارے اعمال سے ظاہر ہونا چاہئے۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو +

قبولیتِ اسلام

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
الحمد للہ! پچھلے دنوں خدا کے فضل و کرم سے چند سعید روحیں خواجہ نذیر احمد صاحب
امام مسجد ووکنگ کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئیں جن کے اسم گرامی ذیل میں درج
کئے جاتے ہیں - یہ خدا کی عنایت اور کرم نوازی ہے +

پیدائشی نام	اسلامی نام
۱- مسٹر فریڈرک سانڈرسن	فضل کریم
۲- ایلفرڈ روپرٹ گریوز	احمد
۳- سارجنٹ میجر ٹامس البرٹ برنٹن ڈگلس	عبد المجید
۴- مس ڈارتھی کلالی	فاطمہ
۵- مس نورا ایا بیڈلے	وقار بیگم
۶- مسٹر ٹی - جی - این - بریٹ	محمد توفیق
۷- ہرمن ایف - رائیٹ	عبد الحمید
۸- مسٹر لارنس ایچ - دیمز	عبد اللطیف

اس فہرست میں مسٹر ہرمن ایف رائٹ خاص طور پر قابل ذکر ہیں - یہ امریکہ کے رہنے والے ہیں - ان کے والد انگلستان چھوڑ کر امریکہ جا بسے تھے اور خود بیرونٹ Baronet تھے - یعنی انگلستان کے ان مخصوص امرا میں سے تھے - جن کا جدی خطاب سر Sir رہا ہے - انہوں نے امریکہ میں امریکن قومیت اختیار نہ کی تھی - اس کی وفات پر ان کے خلف مسٹر ہرمن ایف رائٹ نے Baronetcy اور Sir کا خطاب ورثہ میں پایا - لیکن انہوں نے امریکن قومیت ۲۱ سال کی عمر میں اختیار کی - اور امریکہ اور انگلستان کے قوانین کے مطابق صاحب موصوف کو اپنی Baronetcy اور Sir کا خطاب چھوڑ دینا پڑا +

صاحب موصوف گذشتہ موسم گرما میں ویمبلی کی نمائش پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ امریکن ٹریڈ ڈیلیگیشن Trading Delegation کے معزز رکن تھے۔ اتفاقاً سیٹھ عبدالغفور صاحب بیلونی کی دکان پر جو نمائشگاہ میں تھی، امام مسجد ووکنگ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ مسٹر رائٹ نے اسلام میں خاص دلچسپی کا اظہار کیا۔ چنانچہ آپ عیدالاضحٰے کے موقعہ پر خواجہ نذیر احمد صاحب کی دعوت پر مسجد میں تشریف لے آئے۔ آپ سے اُن کے امریکہ چلے جانے کے بعد بھی اسلام کے متعلق خط و کتابت جاری رہی۔ خدا کے فضل سے اُنہیں نورِ ہدایت نصیب ہوا۔ اور انھوں نے پچھلے ہفتہ کی ڈاک میں ہمیں قبول اسلام کی خوشخبری سنائی +

یہ سب پروردگار کے افضال ہیں +

خاکسار۔ قادر داد خاں ۔ از مسجد ووکنگ انگلستان ۔ ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

اے قومی رہنماؤ۔ کچھ قوم کی خبر لو

قرآن مجید اور اس سے مسلمانون کی خلاف ورزی

{ ذیل کا پر درد مراسلہ ایک مسلم محترم بہن کی قلم کا ہمیں ملا۔ مراسلہ کیا ہے۔ اُن کے درد دل اور خون جگر نے الفاظ کی شکل و صورت اختیار کر لی ہے۔ مترجم }

کیوں مسلمان قرآن کو چھوڑ کر اوروں کے پیچھے لگ گئے۔ گاندھی کی پیروی نے ہمیں نقصان پہنچایا ایک نسل کی نسل تعلیم سے گئی گذری۔ ہزاروں بے روزگار ہوئے۔ وہ نیک نیت ہونگے لیکن انکی تعلیمی پالیسی کی پیروی ان کے ہم مذہبوں نے نہ کی۔ اور انکی تعلیمگاہیں بچی رہیں بالمقابل ہمیں نقصان ہوا۔ یہ روز بد ہمیں اسلئے دیکھنا پڑا کہ ہمنے اپنی نورانی کتاب سے نور نہ لیا۔ ایک بندے کے جلائے ہوئے چراغ کے پیچھے ہو گئے۔ ایک ہوا کا جھونکا آیا جو اس چراغ کو بھی ساتھ ہی لیتا گیا۔ پھر ہم اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتے رہ گئے۔ کیا قرآن ہماری روشنی کیلئے کافی نہ تھا۔ کہ ہم نے ایک غیر قرآن کی بات سُنی۔ ایک رونا ہو تو انسان روئے۔ مسلمان اپنے دین کا کھیل بنا رہے ہیں جو اصلاح کے مدعی ہیں۔ وہ خود اسلام کے قانون کے توڑنے والے ہیں جہاں جاؤ یہی حال ہے اپنا

فرائض سے مسلمان بیفکر ہیں تاش گنجفہ۔ چوسر شطرنج ان کا شغل ہے۔ جوا (قمار بازی) تو قانون نے بند کر دی مگر اسکی جگہ برج نے آلی۔ گویا قانون بھی نہ لوٹا اور روپے کی ہار جیت بھی چلتی رہی۔ پھر گھوڑ دوڑ کا سلسلہ ہے جسمیں پھر قمار بازی چلتی ہے۔ ٹکٹ خریدے جاتے ہیں۔ اور لاٹریں پڑتی ہیں۔ اس انگریزی تعلیم نے اور توجو کیا سو کیا۔ لیکن ہمارے انگریزی خوانوں کو پرانی غلط کاریوں کا نام بدلکر انمیں مشغول ہونے کا بہانہ دیدیا۔ تاش گنجفہ کھیلنا تو پرانی بدتہذیبی سمجھی گئی۔ لیکن وہ برج کی شکل میں تہذیب ہو گئی یعنی وہی جس کا نام بدلا ہے اُسے انگریزی نام دیدیا جائے تو وہ خوبی بن جاتی ہے۔ عورتیں بچاری گھروں میں جل بھن کر رہ جاتی ہیں پھر آپ دیکھتے ہیں۔ کہ اگر ہم اپنے مردوں کیلئے اسلامی لٹریچر منگواتے ہیں تو ان مردوں پر حرام ہے کہ وہ پڑھیں البتہ اگر کوئی انگریزی اخبار آجائے تو اسکی طرف توجہ ہے اسے چھوڑ رات کو ناول خوانی ہوتی رہتی ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے تو کہا جاتا ہے کہ اس سے انگریزی اچھی ہوتی ہے لیکن یہ تو خالی بہانہ ہے۔ کیا اسلامک ریویو یا کامریڈ کی یا مسلم آوٹ لک کی کوئی خراب انگریزی ہے۔ کیوں اسلامک ریویو نہ دیکھا جاوے۔ مذہبی واقفیت بھی ہو اور ان ناولوں کے مقابل بہتر سے بہتر انگریزی پڑھنے میں آئے۔

اس سب کا نقص عدم تعلیم اور خصوصاً مذہبی تعلیم کی کمی ہے۔ مذہب سے واقف نہیں انہوں نے مذہب کو ایک قصہ کہانی سمجھا ہے۔ حالانکہ یہ صورت نہیں۔ آج قوم پر مصیبت ہے۔ حیرتناک امر ہے کہ ہمسایہ قوم میں بھی ہمیں کوئی عزت حاصل نہیں ہوتی۔ ہندو مذہب ایک قصہ کہانی ہے۔ مجموعہ اضداد ہے۔ پھر بھی وہ لوگ اپنی قومی مضبوطی قیام مذہب میں دیکھتے ہیں بالمقابل ہمارا مذہب تو عین حکمت و دانائی ہے۔ ہر قسم کی برکات اسمیں ہے۔ لیکن پھر مذہب کیطرف توجہ نہیں قوم کچھ توجہ کرے سیاسی باتوں کو بعد میں دیکھا جائیگا۔ سر دست مذہبی تعلیم کی سخت ضرورت ہے۔ شہر شہر اسلامی مبلغ جانے چاہئیں۔ نہ وہ لوگ ہیں۔ جو مسلمانوں کو آپسمیں لڑا کر اپنا مطلب پورا کرتے ہیں۔ بلکہ وہ جنکی زبان میں تاثیر ہو جنکے دل میں درد ہو۔ وہ ہر جگہ جائیں وہ اسلام کے محاسن بیان کریں وہ قوم کو غفلت سے جگائیں۔ اور قومی نوجوانوں میں مذہب کا جذبہ اور محبت پیدا کریں انہیں بدعادات سے بچائیں۔ اور سب سے آخر یہ کہ انہیں قومی امداد اور قومی اتفاق اور اسلام کی خدمت پر کھڑا کریں +

اکسیر رحمانی

یہ مجرب اکسیر ذیل کی شکایات کا حکمی علاج اپنے اندر رکھتی ہے جسکی تصدیق میں ہم ذیل کے چند سرٹیفکیٹ پیش کرتے ہیں۔ سرٹیفکیٹ دہندگان کی حیثیت اسبات کی ذمہ وار ہے۔ کہ یہ دوائی اشتہاری حکیموں کی دوائی نہیں۔ معدہ پر اس کا اثر فوراً ہو جاتا ہے۔ لیکن دیگر اثرات بیس سال کی عمر سے کم پر دس دن میں ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کی عمر والا پندرہ دن کے اندر اندر اس کے اثر کو دیکھ لیتا ہے +

(۱) وجع المفاصل یعنی جوڑوں اور اعصاب کی درد (۲) عرق النساء (۳) سوء ہضم یا Dyspepsia (۴) کمزوری دل و دماغ (۵) ایام کی بے قاعدگی (۶) سیلان رحم +

اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ دوائی سب سے اول معدہ کی اصلاح کر کے خون صالح پیدا کرتی ہے۔ جس سے جسم کا ہر ایک حصہ قوت پاتا ہے۔ اور رنگت کو صاف کرتی ہے اور وزن کو بڑھاتی ہے۔ پندرہ دن کی خوراک کی قیمت معہ محصولڈاک عہ اور ایکماہ کی خوراک عہ معہ محصولڈاک +

المشتہر مینیجر اکسیر رحمانی عزیز منزل۔ لاہور (پنجاب)

نقول سندات

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

دماغی مشقتوں نے جو میرے اعصاب کا حال کر رکھا تھا اس سے میں بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ اس دماغی محنت نے میرے معدے جگر اور دل پر بڑا اثر کر رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی۔ میں لکھ سکتا ہوں۔ کہ میں از سر نو آج تو کچھ [illegible] پھر کام کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ اعصاب دماغیہ کی طاقت دینے میں تو یہ دوائی فی الواقع اکسیر ہے +

منشی سعادت علی صاحب از رامپور

کولے سے لے کر گھٹنے تک میں سخت درد میں مبتلا تھا۔ اس دوائی کے ذریعہ مجھے [illegible] آرام ہے

عالیجناب فرخی صاحب اُستاد نواب صاحب رامپور

اگر ہشتاد سالہ کی اشتہا اس دوائی کے استعمال سے دُگنی ہو جائے۔ تو اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا +

محمد صدیق صاحب مالک کارخانہ صابون محمد صدیق محمد ابراہیم دہلی

مجھے اس دوائی کے چند روزہ استعمال سے از حد فائدہ ہوا۔ میرے جسم میں چستی چلنے میں طاقت اور اشتہا میں زیادتی پیدا ہوگئی +

عالیجناب ولیعہد ریاست گونڈل کاٹھیاواڑ

اس دوائی کے استعمال سے میرا وزن دس دن میں ایک پونڈ بڑھ گیا۔ میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا۔ انہیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا +

عبدالاشرف صاحب نائب تحصیلدار چارسدہ

یہ دوائی مجھے خواجہ صاحب کی معرفت ملی ہے۔ استعمال سے میرے جسمانی اور دماغی قواء کو از حد فائدہ ہوا۔ دو تین دن سے اندر جسم میں چستی پیدا ہوگئی۔ میرے ایک اور دوست نے بھی استعمال کیا۔ اور فائدہ اٹھایا +

خانصاحب محمد دلاور خاں اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ

میرے چند دوستوں نے اس دوائی کا استعمال کیا۔ انہیں مختلف شکایات تھیں۔ ان سب کو نہایت عمدہ فائدہ ہوا +

محمد عبداللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ سرینگر کشمیر

مجھے اور میرے احباب کو اس دوائی کے استعمال سے اعجازی رنگ میں خارق عادت فائدہ ہوا۔ جسمانی اور نفسانی قواء میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ یہ اعجازی دوائی ایک زندہ کرامت ہے۔ میرے علاوہ محمد موسیٰ خانصاحب۔ محمد اکبر محمد اسمعیل صاحب اور غلام نبی صاحب کو بھی فوری فائدہ ہوا۔ ایک دوست غلام رسول وجع المفاصل سے تنگ تھا اور اسکے گھٹنوں میں درد تھا۔ اسے بھی فوری فائدہ ہوا۔

ملک شیر محمد صاحب سکرٹری محکمہ مال ریاست جموں و کشمیر

میں نے دوا ہاضمہ کو استعمال کیا۔ قوت ہضم بڑھانے اور اشتہا صادق کے پیدا کرنے میں اسے بے نظیر پایا۔ پندرہ روزہ استعمال سے اس دوا کا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ میرے علم میں کہنہ بدہضمی و امراض معدہ وغیرہ کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ خون صالح پیدا کرتی ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ عالم پیری میں جسمانی قواء کی تقویت کیلئے اس دوا سے بہتر نافع دوا نہ ہوگی۔ دماغی کام کرنیوالوں کیلئے یہ دوا از حد مفید ہے +

۲۷ جنوری ۱۹۲۵ء

عالیجناب حکیم سید لعل شاہ صاحب برق پشاوری

مجھ سے مسٹر فضل احمد خانصاحب انسپکٹر محکمہ مسکرات نے جو کہ ڈیرہ میں متعین تھے۔ مایہ نشاط اکسیر رحمانی کا استعمال کرایا۔ ان کا بیان ہے کہ میرا وزن تین سیر بڑھ گیا۔ اور عام صحت بہ نسبت پہلے کے بہت ہی اچھی ہوگئی +

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی مبلغ اسلام و امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

رازِ حیات یا انجیل عمل

اس کتاب میں فاضل مصنف نے دکھایا ہے کہ مذہب کو روزانہ زندگی میں دخل ہے۔ ایمان کی ترقی بھی اعمال سے ہوتی ہے۔ قوت۔ دولت و حشمت۔ جاہ و جلال مرفع الحالی کا راز قوتِ عمل میں ہی مضمر ہے۔ جس طرح کہ باغ کی ترو تازگی نشو و نما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا راز قوت عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان میں مقبول ہوگئی ہے۔ قیمت بجلد ۵ مجلد ۱ر

توحید فی الاسلام

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں بیان کیا گیا ہے کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے یہی علوم جدیدہ کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے + قیمت بلا جلد عہ مجلد ۵ر

سلکِ مروارید بلا جلد عہ مجلد ۱ر

بیان دس زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے سنہ ۱۹۱۱ء سے کر سنہ ۱۹۲۳ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ ان میں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے + بلا جلد عہ مجلد ۱ر

ضرورتِ الہام بلا جلد ۱۲ر مجلد ۱ر

فی زمانہ تعلیم یافتہ اصحاب حی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے۔ کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے اور الہامی ہی مذہب آیا ہے + بلا جلد ۱۲ر مجلد عہ

مکالماتِ ملّیہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم اصحاب جنکو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے۔ ان کے لئے مفید
بلا قیمت ۱۲ر مجلد عہ

صلائے نصرت بہ اہلِ ہمت

یہ ایک فارسی نظم ہے جس میں واقعات حاضرہ قرآنی آیات و احادیث نبوی سے اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمانوں پہ واضح کی گئی ہے +
قیمت بلا جلد ۴ر

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں قیمت ۱۲ر مجلد ۱ر

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور سب نام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں۔ فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں اور تمام مسلمانوں کو یک جہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے +
قیمت ۱۲ر مجلد ۱ر

براہینِ نیرہ حصہ اول

معروف بہ

زندہ و کامل الہام

اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے مکمل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک جیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقیانہ بحث کی ہے + قیمت ۱۲ر مجلد......۲ر

اُسوۂ حسنہ

معروف بہ

زندہ و کامل نبی قیمت ۸ر مجلد ۱۴ر

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی نبی کامل ہو سکتا ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے + قیمت ۸ر مجلد ۱۴ر

المشتہر مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

... پریس ... لاہور میں منشی محمد یٰسین ... کے اہتمام سے چھپا کر ... مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور سے شائع کیا

مارچ و اپریل ۱۹۰۸ نمبر

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریۂ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

قیمت سالانہ للعہ — عزیز منزل ۔ لاہور — ممالک غیر کیلئے للعہ

شَهِدَ مِنْكُمُ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ
فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ
اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَاۗىِٕكُمْ ۭ
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ
اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ
اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ
وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) بابت ماہ اپریل ۱۹۲۵ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ نمبر (۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

۷۸۶

اشاعت اسلام

تنقیح (مہر)

جلد (۱۱) بابت ماہ اپریل ۱۹۲۵ء نمبر (۴)

شذرات

تشریح تصویر اس ماہ کے رسالہ کو برلن مسجد (جرمنی) کے فوٹو سے زینت دیجاتی ہے۔ جس کا مفصل ذکر اسی رسالہ میں "برلن مسجد" کے عنوان کے نیچے صفحہ ۱۵ پر دیا گیا ہے +

لندن میں مسجد

کیپٹن آر گارڈن کیننگ لندن کے ویسٹ منسٹر گزٹ میں لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ اگر پچاس ہزار پونڈ اور زمین مسجد کیلئے دیدے تو گورنمنٹ کوئی بڑا کام نہیں کریگی۔ فرانس کی حقیقت برطانیہ کلاں کے آگے کیا ہے۔ بلحاظ آبادی رعایا اسلامی برطانیہ ایک بھاری اسلامی سلطنت ہے۔ جب فرانس اپنی مسلم رعایا کی خاطر پیرس میں مسجد بنا سکتا ہے۔ تو کیوں انگلستان وہی کام نہ کرے۔ کپتان موصوف کے خیال میں گورنمنٹ کا یہ فعل نہایت ہی مستحسن نگاہ سے مسلمانوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ کوئی ایسا راز نہیں جو انگلستان کے ارباب حل و عقد کے سامنے نہ ہو

کئی دفعہ ایسی تحریکیں ہوئیں۔ اور پھر اُن کا کچھ حشر نہ ہُوا۔ البتّہ اس وقت کثرت سے لوگوں کی توجہ اس طرف ہے۔ اس تجویز کی تہ میں سیاسیات ہیں۔ خواہ مسلمانوں کی تالیف قلوب کیلئے یہ ہو۔ خواہ یہ خیال کیا جائے۔ کہ برطانیہ کلاں کے ماتحت ایک بڑا بھاری حصہ مالیہ اور خراج کا مسلمانوں کی جیب سے نکلتا ہے۔ وہ دن اب ختم ہونے کو ہے۔ جب مالیہ اور خراج حکمران کی آسائش کیلئے وضع ہو جاتا تھا۔ اسلامی نقطہ خیال سے وہی گورنمنٹ اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتی ہے۔ جس کی توجّہ، رعایا کی بہبودی اور رعایا کی صحیح خواہشوں کے پورا کرنے کیطرف آٹھوں پہر لگی ہے۔ گورنمنٹ دراصل رعایا کی ایجنٹ ہے۔ جو کام رعایا فرداً فرداً نہیں کر سکتی۔ وہ گورنمنٹ کرتی ہے۔ اور رعایا گورنمنٹ کو اس خدمت کا عوضہ دیتی ہے۔ اسی کے معنے ٹیکس ہیں۔ برطانیہ کلاں اگر اسبات کا فخر کرتی ہے کہ وہ ایک اسلامی سلطنت ہے۔ تو اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ اس سلطنت کے ماتحت مسلمان ٹیکس دہندہ زیادہ ہیں مسلمانوں کی جیب سے بشکل ٹیکس نکلا ہوا روپیہ لازماً اُن کی صحیح خواہشات کے نفاذ میں خرچ ہونا چاہیئے۔ لندن میں اگر مسجد پر پچاس ہزار یا ایک لاکھ پونڈ خرچ ہو جائے تو کونسی بڑی بات ہے مسلمان استحقاقاً لندن میں ایسی مسجد کو گورنمنٹ کے خرچ پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ آج نہیں تو دس دن کو گورنمنٹ کی آنکھ کھلیگی۔

باقی رہا سیاسی پہلو۔ لندن میں گورنمنٹ کیطرف سے مسجد کا بننا اگر کسی صحیح سیاسی اصول کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ تو وہی ہے جو میں اُوپر بیان کر چکا ہوں اور اگر مسجد پر روپیہ خرچ کرنے کی غرض یہ ہو۔ کہ کوئی ایسے اغراض کا نفاذ مسجد سے لیا جائے کہ جو وقتی گورنمنٹ اپنے مفید مطلب سمجھے تو یہ ایک امر محال ہے نہ تو کوئی مسلمان اس قسم کی ضمیر فروشی کیلئے تیار ہو گا۔ اور بالفرض اگر کوئی ضمیر فروش نکل بھی آئے تو اسکی بات پر کان دھرنے والے بہت تھوڑے ہونگے۔

لندن میں مسجد کی ضرورت ہے۔ مسجد بنفسہٖ اسلام کا اشتہار ہے۔ جس زمانے

ہماری تبلیغی سرگرمیاں کامیابی کا مُنہ دیکھ رہی ہیں ۔ اس سے پچاس گُنا زیادہ
رفتار کامیابی کی ہو جائیگی ۔ اگر لنڈن میں کسی مناسب مقام پر مسجد بنائی جائے۔
اور مسلمانوں کے لئے یہ کونسا مشکل امر ہے ۔ کہ وہ اپنے سرمائے سے ایسی مسجد
بناتے ہماری دیکھا دیکھی اب لنڈن میں ایک ہندو مندر کے تعمیر کی تیاریاں
ہو رہی ہیں ۔ غالباً پینتالیس لاکھ روپیہ کا تخمینہ کیا گیا ہے ۔ اسکی تحریک دربھنگہ
کے مہاراجہ کی طرف سے ہوئی ۔ اور چند دن میں ہم سُنینگے ۔ کہ یہ روپیہ جمع ہو گیا
مندر بھی بنگیا ۔ اور اس کے ساتھ ہندو طلبا کے لئے اقامت گاہ بھی ہوگی۔
عجیب بات ہے کہ برادران وطن ۔ کے سامنے کوئی تبلیغی نصب العین نہیں ۔ اپنے
نوجوان بچوں کو انگلستان میں اپنے مذہب پر قائم اور اپنی روایات اور ہندو جذبات
کا استحکام دیکھنا چاہتے ہیں ۔ اور اس بات کے لئے وہ اس قدر زر خطیر برداشت
کرنے کو تیار ہیں ۔ ہمارے سامنے تو اشاعت و تبلیغ جیسا فرض اہم موجود ہے۔
ہماری گذشتہ کامیابیاں کچھ کم حوصلہ افزا نہیں ہیں ۔ تو اب ایک منٹ کے لئے
بھی شُبہ کرنا کہ ہماری تبلیغی کوششیں کامیاب ہونگی یا نہیں ۔ ایک کفران نعمت ہے
اب یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ جو جو رستے ہم تبلیغ کے اختیار کرینگے وہ انگلستانی
نومسلموں کی تعداد کو بڑھائیں گے ۔ مسجد کی تعمیر اشاعت اسلام کا ایک بڑا
بھاری ذریعہ ہے ۔ ہمارے شامل حال تو خدا کے وعدے اور اسکی نصرتیں ہیں۔
پھر نہ معلوم ہم کیوں خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ۔ ان پانچ چھ سالوں میں
کس قدر مسلم روپیہ بے ثمر امور پر خرچ ہو گیا ۔ کیا مسجد بنانا بھی اسی مد میں
آسکتا ہے ۔ آئے دن لوگ جذبۂ حسنات میں آکر اُن شہروں میں مسجدیں بناتے ہیں
جہاں مسجدوں کے مقابل مسجدوں میں نماز پڑھنے والے تھوڑے
نظر آتے ہیں ۔ کاش ایسے لوگ اس ثواب کو لنڈن میں جا کمائیں ۔ وہ
لوگ جو آئے دن علے الخصوص بمبئی میں مسجدیں بناتے ہیں وہ لنڈن میں
کیوں ایک مسجد نہیں بنا ڈالتے +

ماہ رمضان

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

روزے رکھ لینا یا بہ محاورۂ عام کھانے پینے اور تعلقات زناشوئی سے چند گھنٹوں کے لئے الگ ہو جانا کوئی نئی بات نہیں - چنانچہ آیت بالا بھی اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے - اسلام سے پہلے یہودی - نصرانی - مجوسی - ہندو - چینی - بدھ سب کے سب روزے رکھتے تھے - انمیں سے اب بھی روزے رکھتے ہیں بھوکے پیاسے رہنے سے کونسا امتیاز حاصل ہو سکتا ہے - لیکن اللہ کی کتاب نے تو روزے رکھنے کی ایک غرض بتادی ہے - اگر وہ غرض حاصل نہیں تو روزہ رکھنا بھوکے مرنے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا - روزے کی غرض حصول تقوے ہے - روزہ چھوڑ باقی ارکان اسلام کی بھی یہی غرض ہے - نماز - زکوۃ حج ان سب کا مقصد قرآن کریم نے تقوی ہی بتلایا ہے - خود قرآن تقوے کی راہیں سکھاتے آیا - ذلك الكتب لا ريب فيه هدى للمتقين - تقوی کے معنے بچنا ہیں - کائنات کی ہر ایک چیز کے سامنے ایک نصب العین ہے - وہی اس کا معراج ہے - ایک بیج نے آخر کار درخت بن کر پھل کو پیدا کرنا ہوتا ہے - سونا - چاندی - لعل و یاقوت یہ سب کے سب بے قیمت پتھروں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں - خدائے واحد کی وحدانیت کا ایک یہ بھی ثبوت ہے - کہ کل کی کل چیزیں ایک ہی طریق پر چل کر اپنے کمال حقیقی کو پہنچ جاتی ہیں - ہر ایک چیز کے ارد گرد اسکی مفید اور مضر چیزیں موجود ہوتی ہیں - اگر وہ مضر اشیا سے بچے اور مفید چیزوں کو اختیار کرلے تو وہ اپنے پیدائش کی علت غائی کو حاصل کرلیتی ہے - یہی راز ترقی ہے - ایک باغ میں مختلف قسم کے درخت ہوتے ہیں - پھول والے بھی اور خاردار بھی - پھل والے بھی اور بے پھل بھی - انہیں ایک ہی پانی سے سینچا جاتا ہے - ان سب کے نمو میں ایک ہی آفتاب کی روشنی

کام کرتی ہے۔ ان سب کے اردگرد ایک ہی کرۂ ہوائی ہے۔ وہ سب کے سب ایک ہی زمین سے نکلتے ہیں۔ لیکن ان سب کی پرورش کی اشیاء الگ ہیں۔ انکی خوراک اور انکی مقدار الگ الگ ہیں۔ کائنات کی ہر ایک چیز میں ایک قسم کی قوت مدبرہ کام کرتی ہے۔ جو اس چیز کو مضر چیزوں سے بچاتی ہے۔ اور مفید چیزوں کو لے لیتی ہے۔ ہمارے جسم کی بلوغت بھی اسی طریق پر چلتی ہے۔ جو مضر چیز معدہ میں گئی وہ قے۔ جلاب۔ جراحت پسینہ وغیرہ کے راہوں سے باہر آجاتی ہے۔ جسم اس چیز کو قبول کرتا ہے۔ جو اسکے مفید ہو۔ انسان کے اندر ایک نئی چیز پیدا ہوتی ہے۔ جو ایکطرف اسکی ترقیات کا موجب ہو اور دوسری طرف وہی اس کی تباہی کا موجب ہے۔ وہ اس کا ادراک اس کی قوت تمیز اور قوت محاکمہ ہے۔ حیوانیات میں تو قوت مدبرہ فطرۃً ہر چیز میں موجود ہوتی ہے۔ لیکن قوت تمیز و ادراک میں یہ قوت مدبرہ ہمیں خود پیدا کرنی ہے۔ یعنے وہ قوت جس کے ذریعہ ہم مضر چیزوں سے بچ جائیں۔ ہاں ہمیں ہدایت کی ضرورت ہے۔ اور ہدایت خالق کائنات سے ہی آنی چاہئیں۔ کیونکہ وہی خیر و شر کی راہوں سے واقف ہے بالفاظ دیگر ہمیں خدا کی طرف سے ایک کتاب کی ضرورت ہے۔ جس کا مقصد اعلےٰ ہمیں بُری چیزوں سے بچانا ہو۔ جس پر عمل کرکے ہم بُری چیزوں سے بچنے والے بنجائیں۔ قرآن نے اپنی غرض یہی بتلائی ہے۔ ذالک الکتٰب لاریب فیہ ھدی للمتقین۔ یہ کتاب جسمیں کوئی شک وشبہ نہیں بچنے والوں کیلئے ہدایت لائی ہے۔ اسی کا نام تقوی ہے۔ قرآن کریم نے اس تقوے کو پیدا کرنے کا ایک راستہ روزہ رکھا ہے۔ جب ہم حلال اور طیب چیز سے ایک ہستی بالاتر کی خاطر بچتے ہیں۔ تو پھر جو اُس نے حرام کردیا ہے۔ اس سے ہمیں اولےٰ تر بچنا ہوگا۔ اگر ہمنے روزہ رکھ کر حلال چیز کو خدا کی خاطر اپنے پر حرام کردیا۔ تو پھر حرام کو اگر حلال کریں تو ہمنے روزہ نہیں رکھا۔ ہم یہ فاقہ کشی اس راز کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل نے اور روشن کردیا آپ جو ...

تھے۔ یعنے خیرات صدقات دینے میں اپنے معاصرین سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن ایام رمضان شریف میں آپ اور بھی جود وسخا میں بڑھ جاتے تھے۔ اس سے یہ نظر آتا ہے۔ کہ جہاں رمضان شریف کا ایک پہلو یہ ہے۔ کہ ہم اپنی ضروریات حقہ سے بھی الگ ہو جائیں۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ ہم وہ چیزیں جو ہمنے کھانے پینے سے بچائی ہیں وہ خیرات اور حسنات میں خرچ کریں۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ حقیقی تقوے کی راہ پر وہی قدم زن ہوتا ہے۔ جو اپنے مکسوبات اور اپنے مال کو خدا کے راہ میں اور خدا کی مخلوق کیلئے متمیں صرف کرتا ہے۔ کل کے کل شعار اسلامی میں یہی بات مضمر ہے۔ وہی کامل فلاح کا مُنہ دیکھتا ہے۔ جو ان دنیا کی چیزوں سے الگ رہنا چاہتا ہو۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم جنگلوں اور بیابانوں میں چلے جائیں۔ ایسے شخص کیلئے دنیوی چیزوں سے الگ ہونا کونسی مشکل بات ہے۔ وہاں اُسے کونسی چیزیں ملینگی جنہیں چھوڑ کر وہ تقوے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر اور مشکل تر چھوڑنا تو اُن چیزوں کا ہوتا ہے جو ہماری اپنی ہیں۔ ہماری محنت کا صحیح ثمرہ ہو۔ روزہ رکھ کر تو ہمنے اپنی صحیح اور جائز چیز کو چھوڑا۔ اور اس چیز کو چھوڑ کر ہم نے یہ سبق حاصل کرنا ہے۔ کہ اپنی اور چیزوں کو بھی چھوڑ دیں۔ پہلے جائز راہوں سے وہ چیزیں حاصل کریں۔ کمائی کا کوئی جائز راستہ ایسا نہ ہے جس پر ہم قدمزن نہ ہوں۔ پھر جب ہماری کوششیں ہمیں بہت سی چیزوں کا مالک کردیں تو پھر مردانہ وار اپنی ذات کو اس سے الگ کرکے خدا کی راہ میں وہ خرچ کردیں۔ اس طریق پر چلنے سے حقیقی تقوے حاصل ہوتا ہے۔ اور اس تقوے کو حاصل کرنے کے بہترین ایام رمضان شریف ہیں۔ روزے رکھو۔ قائم الصلوۃ رہو۔ قائم اللیل بنو۔ لیکن اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں وقف کرنا سیکھو۔ اس سے آدمی مفلس نہیں ہوتا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کے دل سے اور اس کی ایسی کیفیت سے واقف ہوتا ہے۔ تو اس کے لئے

آسانیوں کی راہ کھول دیتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب (جو اللہ کیلئے تقوےٰ کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے لیئے راستے کھول دیتا ہے۔ اور ایسی راہوں سے رزق پہنچاتا ہے۔ کہ جس کا اس کو گمان بھی نہ ہو) وہ تقویٰ یہی ہے کہ تم خدا کے لئے ہو جاؤ خدا تمہارے لئے ہو جائیگا۔ یوں تو مسلمانوں کے ہاں اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ان ایام شریف میں بہت کچھ خیرات ہوتی ہے۔ افطاریوں پر صدہا روپے خرچ ہو جاتے ہیں کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ یہ سب صحیح لیکن مسلمانوں کے اچھے کام اس لئے تباہ نہیں ہو رہے کہ مسلمانوں میں جذبۂ خیرات و صدقات نہیں۔ تباہ ہم اسلئے ہو گئے کہ ہماری خیرات و صدقات کا مصرف غلط ہے۔ ہم خرچتے تو ہیں۔ لیکن بے ٹھکانے۔ برادران اسلام اس وقت قوم ہی من کل الوجوہ بڑی محتاج ہے۔ اسلام خود محتاج ہے اسلام خود غریب و مسکین ہے۔ تم اس کی افطاری کا بندوبست کرو۔ تم اس کی قوت لایموت کا فکر کرو۔ اشاعت اسلام پر اپنے مالوں کو خرچ کرو۔ میں بلا تامل تمہیں عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ صاحبان جس قدر خیرات ان ایام میں کرتے ہیں۔ اگر اس کا ایک حصہ اشاعت اسلام میں خرچ کریں تو اس کا ثواب دوسری راہوں سے بہت بڑھ کر ہے۔ گذشتہ نمبر میں میں نے مد زکوٰۃ کے متعلق جس تبلیغ فنڈ کے جمع کرنے کی تحریک کی تھی۔ اور بعض احباب نے میری صدا پر لبیک کہا۔ اسی طرح اس

ماہ صیام کی عزت میں آپ اُس

تبلیغی فنڈ کو نہ بھولیں ٭ ۱؎

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

۱؎ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور (پنجاب)

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

ہستی باریتعالیٰ

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ)

فی زمانناحدوثِ مادہ سے انکار تو درکنار وجُود ربّ العالمین سے اِنکار کرنا عند العقلا کوئی آسان کام نہیں۔ آج سے پچاس سال پہلے ربّ العالمین کی ہستی کو منوانا جسقدر مشکل تھا۔ آج اسی قدر اس سے اِنکار کرنا مشکل ہے۔ جدید علمی انکشافات کی روشنی میں مادیین یہ کہنے پر تو مجبور ہیں۔ کہ اگر ہم اس کائنات کو ایک مُدرکۂ اعظم کے ساتھ وابستہ نہیں کرسکتے تو ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اسکے پیچھے کوئی ادراک وعقل کام نہیں کر رہے۔ بالفاظ دیگر مادیین چھوڑ خود دہریوں تک کی حیثیت آج متشککین کی سی ہوگئی ہے۔ ہستی باریتعالیٰ کے مضمون پر انگلستان کے ایک مشہور و معروف دہریہ مسٹر..... کو لندن کے اخبار فری تھنکر کے کالموں میں میری تحریرات کے مقابل یہی کہنا پڑا۔ کہ نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کائنات کی کُل کسی ادراک تلے ہے۔ اور نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مُدرکہ یا دماغ اس کُل کے کُل کارخانہ کے پیچھے نہیں۔ نہیں وہ دن گئے جب نیچر کو ایک بے ڈھب خلیع الرسن قوّت مانا جاتا تھا۔ جس کی حرکات وسکنات میں نہ کوئی تنظیم نہ کوئی ترتیب سمجھی جاتی تھی۔ ایسے وقت میں یہ کہہ دینا کہ نیچر کی یہ بے ترتیب چال اور اس کے ظہور مختلفہ میں بیقاعدگیاں کسی دل و دماغ کا نتیجہ نہیں ہوسکتیں۔ ان وجوہ پر ہستی باریتعالیٰ کا انکار ایک حد تک صحیح بھی تھا۔ لیکن آج تو دنیا ہی بدل گئی۔ جس مادہ کو ہمارے آریہ کھائی یا

لہ انگلستان بر مشہور و معروف دہریوں کا پرچہ ہے۔ جس کے کالموں میں حضرت خواجہ صاحب اور مسٹر...... کے وجود باریتعالیٰ پر ایکدوسرے کے بالمقابل مضامین چھپتے رہے۔ دیکھو اسلامک ریویو ستمبر ۲۳-۱۹۱۶ء

ان کا سنسکرت لٹریچر کا زمانہ خدا کا شریک بنائے ہوئے تھا۔ وہ آج خود کسی اور چیز کا مخلوق یا زائیدہ قرار دیا جا رہا ہے۔ آج کائنات کی ابتدا کسی ایسی چیز سے سمجھی نہیں جاتی کہ جس کا نام **مادہ** رکھا جاوے۔ قدیمی دنیا جس میں ہندوستان بھی شامل ہے۔ کائنات کا آغاز عناصر مختلفہ سے سمجھتی تھی۔ انہیں **پرکرتی** کہو یا پرکرتیوں کی ترکیب۔ پچاس سال ہوئے جب عناصر کی جگہ کائنات کا ایک نیا باوا آدم نظر آنے لگا۔ اس کا نام **اتم** (Atom) رکھا گیا۔ لیکن آج **اتم** کو بھی برقی ذرات سے بھی کسی پہلے چیز سے نکلا ہوا قرار دیا۔ یہ **اتم** مثبت یا منفی ذرات برقی کی ترکیب مخصوص نے پیدا کئے۔ لیکن ان برقی ذرات کو خود ایک اور چیز کے نر و مادہ کے اجزا کی تزویج نے وجود دیا جسے **نیوبلا** کہا جاتا ہے۔ یہ **نیوبلا** آگے چلکر اثیری (ایتھر) ذرات کی تزویج سے پیدا ہوئے۔ پھر یہ ایتھری (Ether) ذرات بھی ہماری ابتدا نہیں اس سے ورے آگے کئی ایک قسم کی سیاہ رنگ کے انواری حجاب ہیں۔ اور آج یہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ ان سب کے ابتدا میں (Energy) یعنی قوت ہے۔ قوت علے وجہ التجرد ہی ان سیاہ انوار مختلفہ کے ذرات میں متشکل ہو جاتی ہے اور پھر مختلف ہیولے اور تشکلات میں شکلیں بدلتی ہوئی برقی روشنی بن جاتی ہے۔ اب اگر ان علمی اکتشافات سے انکار نہیں ہو سکتا۔ تو وہ تنازعہ کہ مادہ ضرور کسی جسم لئی ہوئی چیز سے پیدا ہونا چاہئے۔ ختم ہو گیا۔ مادہ کا خروج اگر (Energy) قوت سے ہوا ہے۔ تو اسی کو عربی زبان میں **قدرت** کہتے ہیں۔ اسلامی عقیدہ بھی تو یہی ہے۔ کہ کل کائنات رب العالمین کی قدرت سے پیدا ہوئی ہے۔ سوال صرف اسی قدر رہجاتا ہے۔ کہ آیا یہ قدرت کسی مدرکہ یا دماغ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اسکے ارادہ کو ظہور میں لا رہی ہے یا قدرت ہی بذات خود ایک چیز ہے۔ جس کی کائنات میں جلوہ آرائیاں ہو رہی ہیں بالفاظ دیگر آیا یہ تدبر ہے یا قدرت ہے۔ جسے رب العلمین یعنی کائنات کا پیدا کر نیوالا

کہا جاتا ہے جس بات نے آج محقق مادیین کو اس پر مجبور کیا ہے کہ وہ مادہ کی کسی شکل کو بھی آغاز کائنات نہ ٹھیرائیں۔ وہ یہ ہے کہ جہانتک انسان کی تحقیق پہنچتی ہے۔ اس نے فضاء عالم میں تنظیم۔ ترتیب۔ تقدیر کو دیکھا۔ یعنی کسی قانون کے ماتحت کائنات کا ہر ایک مرحلہ کسی مقرر اندازہ کے ماتحت کام کر رہا ہے۔ جسے عام اصطلاح میں **قانون** کہتے ہیں۔ یعنی ہر ایک چیز ایک مقررہ قاعدہ کے ماتحت پیدا ہوتی ہے۔ اور مقررہ قانون پر چلکر اپنی بلوغت یا مقام تکمیل تک جا پہنچتی ہے۔ حیوانات۔ نباتات۔ معدنیات اور ان سے آگے چلکر تنظیمی اور غیر تنظیمی عالم پھر **عالم اٹم** اسکے آگے برقی عالم اس سے آگے **نیوبلا** اور پھر اثیری دنیا۔ کوئی بھی چیز نہیں جو قانون کی زنجیروں میں جکڑ بند نہ ہو۔ کسی نے نہ تو **نیوبلا یا نوری ذرات یا اثیری ذرات** کو دیکھا ہے۔ نہ محسوس و مشہود طریق پر مشاہدہ کر کے سیاہ انوار کی دس بارہ قسمیں یا لہریں تجویز کی ہیں۔ جن میں کی ایک قسم (X-Ray) ایکس ریز ہے۔ ان سب کے وجود کا پتہ قانون کے وجود کو تسلیم کر کے لگا ہے۔ آج جو ایتھر کو بھی تول ماپ میں لے آئے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس کا کرہ کرۂ زمین سے پندرہ کھرب گنا بڑا ہے۔ اسیطرح ایتھر کی رقت کے متعلق یہ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ دو صد پچاس پونڈ وزن میں ایتھر کا پھیلاؤ ہمارے کرۂ ہوائی کے برابر ہو جاتا ہے۔ یہ علم کچھ تو قوانین امواج برقی کے ذریعہ اور کچھ **علم مرایا** کے اصولوں کے ماتحت حاصل ہوا۔ بہرحال اثیری عالم کے متعلق بھی یہی ثابت ہوا کہ کائنات کی وہ ابتدائی سے ابتدائی معلوم شکل بھی قانون کی ہی محکوم ہے +

مسلم صوفی بھی کس بلا کے باریک بین محقق تھے۔ انکے پاس اس زمانہ کے اکتشافی آلات تو نہ تھے۔ ہاں نور قلب اور کشفی بصارت نے ان دقائق پر پہنچایا جو آج سائنس کو تحقیق و تدقیق کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتا۔ شیخ اکبر

حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں ۔کہ رب العالمین کا پہلا نور یا وہ چیز جسمیں اظلال خداوندی متشکل ہوئے ۔وہ اپنے رنگ میں انتہائی درجہ کا سیاہ ہے ۔پھر اس نور سیاہ سے بتدریج نور روشن پیدا ہوا ۔آج سائنس نے بھی تو اسکی تصدیق کی ۔ ایتھر جس سے برقی روشنی پیدا ہوئی ۔اس قدر سیاہ و تاریک مانی گئی ہے ۔کہ اسمیں کوئی چیز نظر نہیں آتی ۔ہاں آٹھوں پہر اسمیں نئی نئی چیزیں پیدا ہوتی رہتی ہیں ۔شیخ اکبر کی توجہ اس فلسفۂ حقہ کیطرف کنت کنزاً مخفیا والی حدیث نے منعطف کی ۔بڑے الفاظ حدیث خدا تعالےٰ فرماتا ہے ۔کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا ۔میں نے چاہا کہ میں ظاہر ہو جاؤں ۔اس حدیث نے انہیں اس طرف متوجہ کیا ۔کہ ظہور عالم سے پہلے خدا کی جو صفت جلوہ آرائی کر رہی ہے ۔وہ لازماً الباطن ہوگی ۔یعنی جسکی کل کی کل چیزیں مخفی ہوں ۔ لہٰذا اگر اس صفت کے کوئی اظلال متشکل ہونگے ۔تو وہ غیر مرئی سیاہ رنگ اختیار کرینگے ۔اسے تخیلات نہ سمجھا جاوے میں آگے چلکر دکھلاؤں گا ۔کہ خدا کی جن صفات کا ذکر قرآن نے کیا وہ آج بھی آئندہ کے علمی انکشافات کے لئے ایک صحیح ہادی کا کام دے سکتی ہیں +

الغرض جہاں تک بھی فی زماننا تحقیق ہوئی ۔جو چیز بھی ابتدا میں نظر آئی ۔وہ قانون کی محکوم ہی نظر آئی ۔ ان حقائق کو دیکھ کر آج کل کے فضلاء مادیین نے یہ قرار دیا ۔کہ جو بھی چیز کائنات کے آغاز کے آغاز میں ہے ۔اس کا نام مادہ یا مادہ کا کوئی مترادف رکھنا صحیح نہیں وہ ایک ایسی چیز ہے ۔جسکے اندر باہر قانون ہی قانون ہے ۔جس کی فطرت میں قانون مرکوز ہے ۔جو طبعاً قانون پر چلتی ہے ۔جسکی ہر ادا میں قانون ہی قانون نظر آتا ہے ۔ اگر اس کا کوئی نام تجویز ہو سکتا ہے ۔تو اسے ہیولیٰ قانون کہنا چاہئے ۔چنانچہ ان وجوہ پر جرمن حکیم ہیکل نے اسکا نام (Law Substance)

یعنی مجسمہ قانون رکھا ہے۔ جن نتائج پر مغربی مادیین پہنچ گئے ہیں۔ اس سے آگے ایک ہی قدم باقی ہے۔ اگر ابتدائی چیز کا نام لاسینس (یعنی قانون) کی جگہ لاسپرٹ یعنی رُوح قانون رکھ دیں۔ تو اس کا نام اسلام نے اللہ رکھا ہے +

سوال یہ ہے کہ جب ہر جگہ قانون ہی قانون ہے۔ تو کیوں نہیں کہا جاتا کہ ہر ایک چیز پر قانون حکمران ہے۔ اس اقرار یا اظہار سے یہ مصیبت پڑتی ہے۔ کہ قانون کو ہر ایک چیز کا رُوح رواں ماننے سے اشیاء اور قانون ایک چیز ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر اشیاء کائنات کو محکوم قانون تسلیم کیا جائے۔ تو اشیاء اور قانون دو جُدا چیزیں ٹھیرتی ہیں۔ اور قانون علے وجہ التجرد ہی کسی مُقنن کے وجود کو چاہتا ہے۔ اب تو سائنس کے علماء اور ہم میں محض لفظی تنازعہ رہگیا ہے۔ یہ تو تسلیم کرلیا کہ کائنات کی ابتدا ایک ایسی چیز سے ہوئی ہے۔ جسکے اندر یا ہر قانون ہی قانون ہے۔ تو پھر یہ کیوں نہ کہا جاوے کہ ابتدا میں خود قانون ہے ہاں قانون اگر ازلی ہے۔ تو پھر لازماً اس سے ایک ارادہ ازلی کا پتہ لگتا ہے۔ قرآن نے سچ فرمایا۔ انما امرہٗ اذا اراد شیئًا ان یقول لہٗ کن فیکون۔ بالمقابل اگر مادیین سے قانون ازلی کے وجود میں آنے کی وجہ دریافت کی جائے تو کہا جاتا ہے کہ ابتدائی سے ابتدائی شے نے منازل ارتقا کو شروع کرنے کے وقت جو چال اختیار کی اور پھر جن طریقوں سے اس نے آیندہ کے منازل بلوغت کو طے کیا ان طریقوں اور راہوں نے یہ قوانین مختلفہ بنا دیئے۔ گویا اُن چالوں اور طریقوں کا نام قانون ہوگیا۔ اور اگر تو ابتدائی چیزیں ایک ہی دفعہ کُل کی کل پیدا ہو کر اور اشکال مختلفہ اور ہیولے بدلتے بدلتے کائنات کو موجودہ شکل میں پیدا کردیتے۔ اور نئے اجزا یا چیزوں کی تخلیق بعد میں نہ ہوتی

تو ایک بات بھی تھی۔ اور یہ را ے وقعت کے قابل سمجھی جاتی۔ لیکن ایثری عالم کے متعلق تو یہ ثابت ہوا ہے۔ کہ وہاں آٹھوں پہر سلسلہ تخلیق جاری ہے۔ اور عنقریب اس ایتھری عالم کی تہ میں سے نہ معلوم کیا کیا ظاہر ہو گا۔ نوری چنگاریاں ہر دقیقہ اور ہر لمحہ بڑی تیزی کے ساتھ ابتدائی سیاہ نور میں سے نکلتی رہتی ہیں۔ انہیں پیش افتادہ اور مقررہ منازل میں سے گذر کر کائنات کا حصہ ہوتی جاتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ابتدا یا روز الست کو تو نور سیاہ سے نکلی ہوئی چنگاریوں نے اپنی بلوغت کے لئے اتفاقاً کوئی راستہ اختیار کر لیا جس کا نام قانون ہوگیا۔ لیکن کیا اس کائنات میں بھی کوئی متعدی مرض موجود ہے۔ کہ جو ایتھری اجزا نیو بلا یا نوری چنگاریوں کی شکل اختیار کرتے ہی وہ بھی اسی قدیمی راستہ پر چل پڑتے ہیں۔ وہ اپنے لئے کیوں کوئی اور رستہ اختیار نہیں کر لیتے۔ وہ کیوں پہلے کی پیدا شدہ چیزوں کی راہوں پر طوعاً و کرہاً چل رہے ہیں۔ سائنس نے تو یہاں تک تسلیم کر لیا ہے۔ کہ یہ اجزاء لایتجزے اس طرح زنجیر قانون میں جکڑے ہوئے ہیں۔ کہ جن راہوں پر انہوں نے چلنا ہے ان سے ایک انچ کا ہزارواں کیا لاکھواں حصہ بھی ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ اہل سائنس نے ذرات کی اس فطرت انقیاد کے متعلق لکھا ہے۔ کہ عالم حیوانات میں اسکی مثال صرف شہد کی مکھی میں پائی جاتی ہے۔ جو اپنے چھتے سے خواہ میلوں دور بھی چلی جائے۔ جب واپس آتی ہے تو انہی قدموں پر ہی واپس آتی ہے۔ اسی طرح یہ اجزا البسیط مقررہ راہوں پر ایک کامل انقیاد کے ساتھ چلتے ہیں۔ سبحان اللہ! قرآن نے بھی ایک موقعہ پر یہی مثال دی ہے[۱]۔

اب تو صرف اپنی بات کی ترنج ہے۔ جس پر آجکل کے فاضل دہریہ اڑے

---

[۱] واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً ومن الشجر ومما یعرشون ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللاً

نہ بیٹھے ہیں - و الا قانون کی حکومت میں تو ایک رنگ جباریت نظر آئے
اور اس کی سلطنت کی قہاریت کے آگے کل بسائط کی گردن جھکی ہوئی ہو -
اور کائنات کا ہر ایک ہیولا اسی قانون کے جوئے تلے ہو - اور پھر سی ایسے
مدرکہ اعظم کو ان چیزوں کا حکمران نہ مانا جائے - جس کا نام جبار و
قہار ہو - قرآن نے اس حقیقت کو دو لفظوں میں کھولدیا - و للہ یسجد ما
فے السموات وما فی الارض + (یہ مضمون کتابی شکل میں علیحدہ چھپیگا)

صاحب عزّ و شرف حضرت سیدنا ابو محمد طاہر سیف الدین صاحب

صاحب عز و شرف حضرت سیدنا ابو محمد طاہر سیف الدین اوّلین سردار دکن
جنکی فیاضی اور اسلامی جوش کی وجہ سے مسٹر عبدالخالق خاں ووکنگ مسلم مشن کے کام پر
متعین ہوئے ہیں - آپ بوہرہ قوم کے امام ہیں جو اسلام کی ایک نہایت ممتاز اور
ذی اثر جماعت ہے - جو مین قوم اور بعض دوسری اقوام پر مشتمل اور ہندوستان
کی تجارت کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے +
اگرچہ یہ جماعت دُور دُور ممالک میں تمام سطح ارض پر پھیلی ہوئی ہے - لیکن ابتک ایک ہی مذہبی پیشوا کے
ماتحت وہ ایک ہی مضبوط اور متحدہ جماعت کا رنگ رکھتی ہے - اس اعلےٰ درجہ کے نظام کے تحت
جو مصر کے دور فاطمی کی یادگار ہے وہ نہایت عمدہ منظم حالت میں ہے - اور یہ وہ جماعت ہے
جسکے کسی ممبر نے کبھی بھی خیرات پر گذر اوقات نہیں کی نہ ہی کبھی بیکاری کی شکل دیکھی +
ان کئی ایک خدائی احکام میں سے جو اسلام کو بنی نوع انسان کیلئے ہر روز ایک رحمت کا ثابت
کرتے ہیں - ایک زکوٰۃ کا طریق جسمیں ہر شخص کو اپنی کمائی میں سے ۲½ فیصدی محتاجوں اور غربا کے لئے
ہر سال دینا پڑتا ہے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا طریق ہے - لیکن بوہروں کی مخیر قوم اس متوسط شرح پر قانع نہیں
اور کل جمع شدہ رقم کے ساتھ اس کا دسواں حصہ اور دیتے ہیں - اور اس تمام روپیہ کے صحیح مصارف
اور مستحقین پر خرچ کرنے کے لئے ویسا ہی نظام اور احتیاط مدنظر رکھی جاتی ہے جو قرون اولے میں مسلمان
بادشاہوں کا کام تھا +

اختلافات حالات کی وجہ سے جو بیرونی حکومت کا نتیجہ ہے۔ زکوٰۃ کا اصول بہت حد تک غلط شکل اختیار کر چکا ہے۔ لیکن یہ قوم لاپرواہی اور غفلت کا شکار نہیں ہوئی۔ اور روز افزوں مرفع الحالی ان پر طاری ہے۔ صاحب عزوشرف حضرت سیدنا اپنے تقدس کی وجہ سے تمام اسلامی دنیا میں ممتاز ہونے کے علاوہ اپنی وسیع معلومات اور تہذیب و شائستگی میں معروف ہیں۔ ہر دماغی کام اور علوم دینیہ میں بلند تر مرتبہ رکھنے کے علاوہ آپ قومی معاملات کے انتظامات میں ایک گہری نظر رکھتے اور واقعات و حقائق پر پورا قبضہ رکھتے ہیں۔ یہ اتحاد اسلامی کی ایک شاندار مثال ہے جو مسیحیت کے سینکڑوں فرقوں کے باہمی جنگ و پیکار سے قطعاً مختلف ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کے سرگرم مؤیدین میں اسلامی جماعت سنی، شیعہ، اہلحدیث، احمدی یورپین اور حبشی کے افراد شامل ہیں۔ ایک مسیحی مشن کس بات پر فخر کر سکتا ہے۔ جبکہ ایک فرقہ کا مسیحی دوسرے فرقوں کے مسیحیوں کی نظر میں مسیحیت کے دائرہ سے قطعاً خارج ہے۔ مسیحیت نے خود اپنے فرزندوں کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں۔ کیونکہ مذہب کے بنیادی اصولوں پر بھی ان میں ہر ایک ایک فرد باہم زمین و آسمان کا اختلاف رکھتا ہے۔

اسلام اور شمشیر

(از قلم ڈاکٹر خالد بانگ)

عیسوئیت کے علمبردار اور مدبرین سیاست ہمیشہ یہ اعتراض کرنے کے عادی ہیں کہ مذہب اسلام من کل الوجوہ یا اس کا اغلب حصہ بنوک شمشیر اشاعت پذیر ہوا ہے۔ بہت سے غیر محقق ناواقف اور غیر محتاط لوگ اسی بوسیدہ اعتراض کو رٹتے رہتے ہیں۔ اور اپنے دعوے کی تائید میں عرب، سیریا، عراق، مصر، شمالی افریقہ، فارس، سپین وغیرہ وغیرہ علاقہ جات کی ابتدائی فتوحات کو پیش کرتے ہیں۔ لیکن عیسائیوں میں سے جو لوگ زیادہ وسیع خیال اور محقق ہیں۔ وہ اس امر کے تسلیم کرنے میں کبھی تامل نہیں کر سکتے کہ عیسائیت بھی اسی حد تک انہی ذرائع سے اشاعت پذیر ہوئی ہے۔ چارلے مین نے ۔۔۔۵ سیکسنز کو محض عیسائی مذہب نہ قبول کرنے کی وجہ سے تہ تیغ کر دیا تھا۔ سپین کے اندر

مسلمانوں اور یہودیوں کی بیخکنی کردیگئی۔ علےٰ ہذا القیاس سپین کے محکمۂ "تفتیش تجسس" کے کارنامے جو ان دونوں سپین اور امریکہ میں معرض ظہور میں آئے وہ بھی الم نشرح ہیں۔ فی زمانہ اسلام کے نام لیوا اُروے زمین کے بیشمار حصوں کے اندر ہر ایک قسم کے مظالم کا شکار ہورہے ہیں۔ یونانی افواج جو حال ہی میں مغلوب ہوئی۔ اُن کی تعدیوں اور چیرہ دستیوں سے قطع نظر کرکے ریاست ہائے بلقان اور کریٹ کے اندر اسلام کو جس بے دردانہ اور وحشیانہ طریق سے نیچا دکھایا گیا اس کی داستان کچھ کم المناک نہیں ہے +

ہمارے مضمون کا موضوع یہ نہیں ہے۔ کہ ہم اسلام کو بزور شمشیر پھیلانے کی کے اغراض کے بالمقابل اسی قسم کا اعتراض عیسائیت کے خلاف ثابت کر دکھائیں بلکہ ہم بالاختصار اس امر کی تنقید کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ اتہام کہ اسلام بنوک شمشیر اکناف عالم میں اشاعت پذیر ہوا کہانتک صداقت اور راستی پر مبنی ہے اور کہانتک یہ محض کذب و افترا ہے +

اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ قرآن مجید نے اس کے متعلق ایک حتمی فیصلہ صادر فرما دیا ہے۔ کہ لا اکراہ فی الدین یعنے دین میں جبر و اکراہ نہیں۔ جس کی رُو سے اسلام میں جبراً کسی کو داخل کرنا ممنوع اور حرام قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کو سیاسی طاقت حاصل ہوتے ہی شریعتِ حقّہ نے جملہ اہل کتاب کے لئے (جنمیں عیسائی۔ موسائی۔ زرتشت اور دوسرے حاملان و مدعیان کتاب شامل ہیں۔ اور جن کی کتب سماوی بوجہ محرف اور مختص بہ زمان و مکان ہونے کے اب منسوخ ہوچکی ہیں) ان سب کے لئے ایک مخصوص حیثیت قائم کردی تھی۔ اور انکی حفاظت کے تمام قوانین مرتب فرما دیئے تھے۔ برعکس اس کے اصنام پرستی کلیتہً ممنوع قرار دیگئی تھی۔ گو یہ امر بظاہر کسی کو سخت معلوم ہو۔ لیکن قوم عرب کو تحضیض ذلت سے اوج رفعت پر پہنچانے کے لئے یہ ضروری اور لازمی تھا۔ اور اسی ایک امر سے وہ آسمان علم و حکمت کے درخشاں ستارے بن گئے۔ اور ایک بہت قلیل عرصہ کے اندر تہذیب و

شائستگی علم و فضل ۔ اور اخلاق حسنہ کے تمام کمالات انہیں جلوہ گر ہو گئے ۔ وہ یورپ کے معلم بنے ۔ اور علوم و فنون شریفہ کے تخم ریزی ان کے ہاتھوں سے ہوئی اور زمانہ حال کے مدونہ علوم و فنون جو اس قدر معراج ترقی پر پہنچ چکے ہیں ۔ اسکے حقیقی بانی وہی تھے

اسلام کے ابتدائی ایام میں یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک بہت قلیل تعداد مشرف بہ اسلام ہوئی ۔ عرب میں عیسائیت اغلباً برائے نام تھی ۔ اور عمرو بن العاص کی فتح مصر کے بہت عرصہ بعد تک ملک عیسائی ہی رہا ۔ حیرا میں بنو تغلب کے قبیلہ کے عیسائی لوگ بنو امیہ کے ماتحت تاریخ عرب میں ایک نمایاں حصہ لیتے رہتے سیریا اور عراق میں عیسائی لوگ تاجر اور طبیب تھے ۔ اور بالخصوص دربار خلافت میں میر منشی اور محاسب کے عہدہ ہائے جلیلہ اُن کی تفویض میں تھے ۔ خلافت راشدہ اور عہد مبارک حضرت علی میں یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک تعداد برضا و رغبت خود حلقہ بگوش اسلام ہوئی ۔ بنی امیہ کے زمانہ میں عمر بن عبدالعزیز کے عہد حکومت تک کسی تبلیغی سرگرمی کا پتہ نہیں چلتا ۔ ہاں خلیفہ موصوف کے زمانہ میں تبلیغ و اشاعت مذہب کا نظام قائم کیا گیا تھا ۔ اور اس نظام کا نتیجہ ہی تھا ۔ کہ بیشمار عیسائی حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔ بنی امیہ کے ابتدائی تاجداروں کے عہد میں یہ قاعدہ جاری وساری تھا ۔ کہ تمام نومسلموں سے بھی جزیہ وصول کیا جائے ۔ لیکن عمر بن عبدالعزیز جیسے باخدا سلطان کے زمانہ میں یہ حکم متروک کردیا گیا لیکن معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ محض تھوڑے عرصہ تک ہی نافذ رہا ۔ اور خلیفہ ممدوح الصدر کے زمانہ میں جو حیرت انگیز ترقی مسلمانوں کی اعداد و شمار میں ہوئی وہ کسی جبر و اکراہ کا نتیجہ نہیں ۔ بلکہ تبلیغ و اشاعت اسلام کا نتیجہ تھی ہم اس امر کے معلوم کرنے سے بھی قاصر ہیں کہ باشندگان فارس نے اسلام قبول کرکے کوئی معتدبہ مادی فائدہ حاصل کیا ہو ۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں ۔ فارسیوں کا عربوں کے خلاف برسرپرخاش ہونا ایک اسلامی رنگ لئے ہوئے تھا ۔ اور یہ خیال کہ یہ واقعات مسلمانوں کی "مذہبی دیوانگی" سے صادر ہونیوالے ظلم و ستم کی وجہ سے رونما ہو رہے تھے بالکل بے بنیاد ثابت ہوتا ہے یا بالفاظ دیگر یہ یورشیں محض سیاسی رنگ کی تھیں ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نہیں

ارتداد لازمی تھا لیکن ہمیں ارتداد کی ایک مثال بھی نظر نہیں آتی۔ اسکی تردید اس امر سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ بخارا اور خیوا بہت جلدی اسلام کی پشت و پناہ بن گئے۔ اور وہاں سے ہی اسلام وسطی ایشیاء کی ترکی قوموں میں پھیل گیا۔ حالانکہ یہ قومیں عرب کے اقتدار کے خلاف علم مخالفت اکثر بلند رکھتی تھیں۔ پھر بخارا مسلمانوں کے علم و ادب کا مرکز بنگیا۔ اور یہ حیثیت اسکو تقریباً آج تک حاصل رہی ہے۔ البتہ یہ سچ ہے۔ کہ شیعوں اور خارجیوں پر عراق و خراسان میں بہت کچھ تعدیاں عمل میں آئیں لیکن وہ محض سیاسی وجوہات پر مبنی تھیں۔ اسکی مثال اس طرح کی ہے جس طرح کہ ریاست ہائے متحدہ جیسی مہذب روشن خیال سلطنت بالشوزم کی بیخکنی کو ضروری اور مناسب سمجھتی ہے یا جس طرح کہ برطانیہ کلاں آئرش کے حقوق جداگانہ کے خلاف تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہے +

اب ایشیائے کوچک کے اسلام قبول کرنے کی کیفیت ملاحظہ کیجئے۔ یہ ملک سلجوقیوں کی آمد کے وقت کلیتہً عیسائی تھا۔ باشندے زیادہ تر یونانی یا آرمینی تھے اور عنانِ حکومت بازنطینی فرمانرواؤں کے ہاتھ میں تھی۔ اس ملک میں بھی اسلام بسرعت پھیلگیا۔ جس کی وجہ مسلمان حملہ آوروں کا اخلاقی تفوق اور ان کی وسیع جذبات اور رواداری تھی نہ کہ جبر و اکراہ۔ جب ۱۰۶۷ء اور ۱۰۷۱ء میں سلجوقی ایشیائے کوچک پر حملہ آور ہوئے۔ باشندے بازنطینی ظلم و تعدی سے سخت نالاں تھے تکلیف دہ جنگی خدمات اور ناقابل برداشت تاوانوں سے وہ بہت تنگ آ گئے تھے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ گروہ در گروہ اپنے "نجات دہندوں" کے پاس جاتے ہیں۔ اور برضا و رغبت خود اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ بلکہ وہ جو مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ وہ بھی سلجوقیوں کی حمایت میں بازنطینی حکومت کے خلاف برسر پیکار نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل کے عثمانی ترکوں کے اندر وہ منگولی خط و خال کے آثار جو ترکی قوم کے لئے مخصوص ہیں بہت کم پائے جاتے ہیں۔ سلجوقی جو چند شہ سواروں پر مشتمل تھے۔ ان کے وسیع اصول رواداری اور اخلاقی تفوق کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ

ایشیائے کوچک کا ایک بڑا حصہ حلقہ بگوش اسلام ہو کر ان میں شیر و شکر ہو گیا۔ بجز اس امر کے کہ انکی زبان ترکی ہے اور اُن کا مذہب اسلام ہے۔ اب تک وہاں کے باشندوں نے اپنے ملک کے قدیمی خصائص اور امتیازات کو برقرار رکھا ہے یہی وہ قوم ہے۔ جو اپنی موروثی شجاعت اور اخلاقی طاقت کے ساتھ جو انکو اسلام کی طفیل حاصل ہوئی صدیوں تک تمام دنیا سے معرکہ آرا رہی۔ اور گذشتہ سو سال سے وہ اندرونی بدنظمی اور بیرونی حملہ آوروں کی مدافعت کر رہی ہے باینہمہ کہ زخموں نے اس کو نڈھال کر دیا تھا۔ اور کوئی یار و مددگار انکی حامی بھرنے والا نہیں تھا۔ اور باوجود اس کے کہ اس کے پاس ساز و سامان کا نام و نشان بھی نہ تھا پھر بھی اس بوڑھی قوم نے سفاک یونانیوں کی ۳۰۰۰۰۰ کی افواج کثیرہ کو جو تمام سامان حرب سے مسلح تھیں شکست فاش دیکر تباہ و برباد کر دیا۔ ابتدائی عثمانی سلاطین بیشک سلجوقیوں کی اس دانشمندانہ پولیسی پر کاربند رہے لیکن آخری سلاطین نے اپنی جنگی کامیابیوں پر نازاں ہو کر ان اصول وسیع الخیالی کو خیرباد کہدی جن پر انکے آباؤ اجداد کاربند تھے پس باستثنائے ان لوگوں کے جو کسی دنیوی اغراض کے ماتحت تبدیل مذہب کرتے تھے۔ تبلیغ و اشاعت کا کام عثمانیوں کے زمانہ میں بند رہا۔ اب ان کا طرز سلوک غیر مسلم اقوام سے آجکل کے عیسائیوں کے سلوک کی نسبت جو وہ مسلمان رعایا کے لئے روا رکھتے ہیں بدرجہا زیادہ فیاضانہ تھا +

تاتار کا علاقہ اشاعت اسلام کی ایک اور نظیر پیش کرتا ہے۔ جب ایکسو سال گذر گئے مسلمانوں کی ایک مٹھی بھر تعداد نے ملک کو روسی حملہ آوروں کی دستبرد سے بچانے کیلیے پیشقدمی کی۔ تمام ملک فی الفور مسلمان ہو گیا۔ یہاں بھی اسلام ظلم کے مقابلہ پر آزادی کی حمایت میں اسی طرح ہی کھڑا ہو گیا۔ جس طرح کہ ایشیا کوچک میں سلجوقیوں کی آمد پر ہوا تھا +

چین ایک ایسا ملک ہے جہاں مسلمانوں کا کبھی دخل نہیں ہوا۔ تاہم اس کے اندر مسلمانوں کی آبادی لاکھوں تک ہے۔ کیا بزور شمشیر اسلام پھیلنے کے یہی معنے ہیں ؟

یہی کیفیت جزیرہ نمائے ملایا۔ ڈچ ایسٹ انڈیز اور فلپائنز کی ہے۔ جب اہل برطانیہ ہندوستان پر قابض ہوئے۔ اس وقت مسلمان آبادی کا ۱/۶ حصہ تھے لیکن اب انکی آبادی ۱/۵ ہے۔ یہ شواہدات بین ثبوت ہیں۔ اس امر کا کہ اسلام کی اشاعت تلوار کی شرمندۂ احسان نہیں۔ لیکن فی زماننا سب سے زیادہ حیرت انگیز امر افریقہ میں اسلام کا پھیلنا ہے۔ جہانتک جنگ عظیم سے لے کر اب تک لاکھوں کی تعداد میں انسان حلقہ بگوش اسلام ہوچکے ہیں۔ اور جہانتک عیسائی مبلغین کی جدوجہد اور عیسائی حکومت کی تدابیر انسداد کے باوجود تمام کا تمام براعظم بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اسلام قبول کر رہا ہے یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ معہذا اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ افریقہ والوں کا پایۂ تہذیب بھی دن بدن بلند ہوتا جاتا ہے +

الغرض یہ ایک بدیہی امر ہے۔ کہ شمشیر کو اشاعت اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ یہ کہنا کہ کوئی عقیدہ بزور طاقت اشاعت پاسکتا ہے محض لچر اور فطرت انسانی سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ ہاں جیسا کہ محکمۂ تفتیش وتجسس کے ہاتھوں سپین اور امریکہ میں ظہور میں آیا۔ اگر ناقابل برداشت سختیاں روا رکھی جائیں۔ تو ممکن ہے۔ کہ یہ کبھی صورت پذیر ہوسکے لیکن اسلام کا دامن اس قسم کی قابل شرم کارروائیوں سے پاک ہے۔ محض اٹکل پچو باتوں سے کام لینے والے متعصب لوگ۔ اور وہ جو تاریخی شواہد اور صحیح واقعات کو ماننے سے اعراض کرتے ہیں محض وہی اس کھلی صداقت کا انکار کرسکتے ہیں۔ اگر ہم ناقابل برداشت امور کو نظر انداز کردیں۔ تو خواہ کسقدر سختیوں اور تعدیوں سے کام لیا جائے۔ یہ اشاعت مذہب کیلئے کچھ سودمند نہیں ہوسکتی +

اشاعت مذہب محض مذہب کی عمدگی اور اس کے ماننے والوں کے اخلاقی تفوق سے صورت پذیر ہوسکتی ہے۔ برخلاف اس کے طاقت کے استعمال سے بجائے ایک امر کو قبول کرنے کے مخالفت کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور لہذا نتائج برعکس ثابت ہوتے ہیں۔ عیسائی اقوام کی کوششوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کو عیسائیت قبول کرنے کیلئے مجبور کردیتے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ بہت سا روپیہ صرف میں لایا جاتا ہے۔ اور

اس غرض کیلئے بہت معقول نظام قائم کئے جاتے ہیں۔ تاہم اُن کو کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ باوجود اس کے کہ عیسائیت قبول کرنیوالوں کو بہت کچھ سبز باغ دکھائے جاتے ہیں۔ اور حکومتیں بھی امداد کرتی ہیں۔ تاہم نئے داخل ہونیوالوں کی تعداد میں کچھ معتد بہ اضافہ نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ چند ایک نفوس بعض بعض مقامات پر عیسائیت قبول کرتے نظر آتے ہیں۔ اور وہ بھی ایسے کہ جنکی نسبت بالوثوق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ سب دیانتدار اور قابل اعتماد ہوں۔ برعکس اس کے حالانکہ کوئی حکومت اُسکی سرپرست نہیں۔ کوئی باقاعدہ نظام قائم نہیں۔ اور مالی ذرائع بھی مفقود ہیں۔ محض اس اخلاقی طاقت کے زور سے جو اسمیں موجود ہے۔ اسلام بڑی سرعت کے ساتھ دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اور بغیر تلوار کی چمک اور صاحبان ثروت کی امداد کے اس کا قدم دن بدن ترقی کی طرف ہی ہوگا۔ اس کی موجودہ ظاہری شان و شوکت ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سطحی نظر رکھنے والوں اور ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں کر سکتی جو چیزوں کو محض ان کی ظاہری شکل و شباہت سے پرکھنے کے عادی ہیں۔ لیکن وہ جو نظر غائر رکھتے ہیں۔ وہ فوراً اسلام کی زبردست اخلاقی طاقت اور مسلمانوں کے عظیم الشان مستقبل کو پہچان لیں گے (انشاء اللہ تعالےٰ)+

اسلام اور جہالت

از قلم حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی و اردو (جس کا ترجمہ ہی پٹ لاہور سے کیا گیا ہے) مترجم

تاریخ اسلام میں اسلام سے قبل کے زمانہ کا نام ایام الجاہلیتہ کیا خوب رکھا گیا ہے۔ اور اس اصطلاح کی ایجاد کا سہرا قرآن مجید کے سر پر ہے۔ اور اس اصطلاح سے یہ بات بالکل عیاں ہے۔ کہ اسلام جہالت و لاعلمی کا قلع و قمع کرنے کے لئے آیا۔ اور اس لئے آیا۔ کہ دنیا کو منور کر دے۔ علم کی روشنی پھیلا دے۔ اور قرآن مجید نے بار بار اس امر کا اعادہ کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ایک اُمّی قوم میں مبعوث ہوئے، تاکہ انہیں کتاب اور حکمت سکھائیں۔ اور ان الفاظ سے صریحی طور پر یہ حقیقت مترشح ہے۔ کہ اب جہالت کا دور دورہ ختم ہوتا ہے اور اس کی بجائے علم و فضل کا ڈنکہ دنیا میں بجنے والا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کے پاس پہلی وحی یہی آئی "پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا الخ" اقرأ۔ یعنی "پڑھ" یہ تو اُمّی قوم کی طرف پہلا پیغام تھا۔ اور انہوں نے پڑھا اس کے بعد ٹھیک ایسی ہی حیرت افزا وحی دوسری نازل ہوئی "قسم ہے قلم اور دوات کی اور اس کی جو کچھ وے لکھتے ہیں"۔ اب صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ دونوں پیغامات قوم کی لاعلمی اور جہالت کی حالت سے کسی طور پر مطابقت نہیں رکھ سکتے یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام کا حکم مرد و عورت دونوں کے واسطے عام ہے کہ علم حاصل کرو۔ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ اس فرمان باری کے باوجود اگر ہم موجودہ مسلمانان عالم کی علمی حالت کو دیکھیں تو لاعلمی اور جہالت کا دور دورہ گذشتہ ایام جاہلیت سے کسی طور پر کم نہیں معلوم ہوتا۔

قرآن مجید میں جو لفظ موت استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی صرف طبعی زندگی کے انقطاع ہی کے نہیں ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات اس سے مراد جہالت ہے۔ اور وجہ بڑی معقول اور دلپذیر ہے۔ اسلام کی رو سے مذہب کی علت غائی اور اس کا

مقصد واحد صرف یہ ہے۔ کہ انسان کی مختلف قواء کی نشو ونما بطرز حسن انجام پذیر ہو۔ اور اگر جہالت کا سد باب کیا جاوے۔ تو یہ حالت کبھی پیدا ہو ہی نہیں سکتی یہ مقصد حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اس فرمان باری ہیں جو مکرر وارد ہؤا ہے کہ "بوجہ غربت وافلاس اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ۶: ۱۵۲ و ۱۷: ۳۱ ٭" قتل کرنے کے متعلق امام راغب جو لغات قرآنی کے متعلق سب سے بڑا مستند عالم ہے یہ فرماتا ہے۔ کہ قتل کرنے سے مراد ان کو جاہل رکھنا بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ معنی قرآنی منطوق کے موافق ہونگے۔ اسلئے کہ قرآن کی اصطلاح میں جہالت بمعنی موۃ اور موت بمعنی جہالت استعمال ہؤا ہے۔ اب غور کیجئے۔ اس سے بڑھ کر مؤثر پیرایہ تعلیم دلانے کے متعلق اور کیا ہو سکتا تھا! قرآن مجید کہتا ہے کہ افلاس و غربت کے باوجود جسطرح ہو سکے اپنی اولاد کو تعلیم دلاؤ۔ لڑکیوں کو قتل کرنے کا رواج اسلئے نہ تھا۔ کہ بوجہ افلاس اُن کی پرورش نہیں ہو سکتی تھی۔ بلکہ عزت کا ایک بالکل غلط مفہوم دماغ میں قائم کیا گیا۔ اور اس کی بناء پر یہ رسم قائم ہو گئی۔ جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے۔ "کیا وہ اُسے ذلت میں رکھیگا یا زندہ دفن کر دیگا"۔ ۱۶: ۵۹ بیشک افلاس اکثر موقعوں پر ہماری اولاد کی تعلیم وتعلم کے راستہ میں ایک زبردست روک ہو جاتا ہے۔ اور بوجہ جہالت آجکل کے مسلمانوں کی تعلیمی پستی بہ نسبت سابق بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اُن میں افلاس کا دور دورہ ہوتا ہے یعنی افلاس جہالت کا نتیجہ ہے لیکن قرآن پاک کہتا ہے کہ افلاس بھی تعلیم کے راستہ میں روک نہ ہونا چاہئے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام اخلاقی وتمدنی امراض کا واحد علاج تعلیم ہے +

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ قرآن سے جس تعلیم کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ وہ صرف علم القرآن ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ لوگ جہلاء کے طبقہ کو پورے طور پر اور

٭ ولا تقتلوا اولادکم من املاق ۶: ۱۵۲۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ قتل نہ کرو۔
ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ۱۷: ۳۱۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو

صحیح معنوں میں قرآن کے مطالب عالیہ کا علم دے سکتے ہیں۔ ایک جاہل قرآن کو حفظ کر لے تو کر لے۔ مگر وہ اسکے مطالب پر وثوق نہیں پا سکتا۔ اور نہ وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کیا پیغام لایا ہے؟ اور نہ وہ اس رنگ میں رنگین ہو سکتا ہے۔ کہ جو قرآن کا طغرائے امتیاز ہے۔ جو رنگ کہ قرآن اپنے متبعین میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور نہ وہ زبردست اسپرٹ جو قرآن کا منشاء ہے کہ لوگوں کے اندر پیدا ہو۔ اسمیں پیدا ہو سکتی ہے۔

یاد رہے کہ پیغمبر صلعم ایک اُمّی قوم کو کتاب اور حکمت سکھانے کے واسطے مبعوث ہوئے تھے۔ وہ اسلئے نہیں آئے تھے۔ کہ اپنے پیرووں کو صرف چند الفاظ یا بیش از بیش چند فقرات ازبر یاد کرا دیں۔ اور بس! جنہیں وہ حفظ یاد کر لیں۔ مگر انکے مطالب پر وقوف نہ ہو۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان کی نصاب تعلیم میں قرآن کو اوّل درجہ ملنا چاہیئے۔ مگر اگر علم نہیں تو پھر اولیت حقیقی کیسے حاصل ہو!
قرآن دانی اور قرآن فہمی کے واسطے ضروری ہے کہ انسان تعلیم ضروری سے کما حقہٗ آگاہ ہو۔ اور قرآن کے مطالعہ سے یہ امر روشن ہو جائیگا۔ کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو تمامی علوم کے اکتساب کی قابلیت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے "۔ اور اس نے آدمؑ کو ہر شے کا نام بتایا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ علم الاشیاء میں ہی تمام زمانے کا سائنس اور فلسفہ مضمر ہے +

تبلیغ و اشاعت کے متعلق اسلام کی تعلیم

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ ط پیغمبر کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے (۵ : ۹۹)
فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر ۔ لوگوں کو سمجھاؤ ۔ کیونکہ تم صرف سمجھانے والے اور بس تم ان کے اُوپر داروغہ کی موافق تو تعینات نہیں ہوئے ہو (۸۸ : ۲۲) قل یایھا الناس قد جاءکم الحق من ربکم فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا وما انا علیکم بوکیل ۔ لوگو! جو بات حق تھی ۔ وہ تمہارے پروردگار کے پاس سے تمہارے پاس آچکی ۔ پھر جس نے راہ راست اختیار کی ۔ تو اپنے ہی فائدہ کے لئے اختیار کرتا ہے ۔ اور جو بھٹکا تو وہ بھٹک کر کچھ اپنا ہی کھوتا ہے (۱۰ : ۱۰۸) قل الحق من ربکم فمن شآء فلیومن ومن شآء فلیکفر ۔ یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے ۔ جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے (۱۸ : ۲۹)

مذکورہ بالا قرآنی احکام کسی تشریح مزید کے محتاج نہیں ۔ نبی کریم کا فرض منصبی ان احکام کی رُو سے بالکل صاف طور پر عیاں ہوتا ہے ۔ آپؐ کا اور آپ کے متبعین کا فرض صرف تبلیغ حق ہے اور بس ۔ انہیں اس سے بحث نہیں کہ لوگ اُن کے پیغام کو قبول کرتے ہیں یا نہیں ۔ قرآن فرماتا ہے لیس علیک ھدٰھم ولٰکن اللہ یھدی من یشآء ان کو ہدایت کرنا تیرا کام نہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے (۲ : ۲۷۲) اس آیت سے بھی وہی حکم ثابت ہوتا ہے ہدایت کرنا خدا ہی کا کام ہے ۔ اور انسان کی تمام کوششیں دوسروں کے تبدیل مذہب کے لئے بیکار ہیں ۔ قرآن کی تعلیم اس مسئلہ کے متعلق یُوں ہی ہے ۔ خدا تعالیٰ بار بار فرماتا ہے وما انت الا نذیر مبین ۔ تو صرف ڈرانیوالا ہے ۔ پھر متبعین کے حق میں فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم اے

لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تمام اپنی فکر کرو۔ اگر راہ راست پر ہو تو اگر دوسرا گمراہی میں پڑے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ پھر خدا فرماتا ہے فمن شآء فلیومن ومن شآء فلیکفر۔ جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر اختیار کرے"۔ بھلا ایسی صریح آیات کے ہوتے ہوئے کسی کو حق پہنچتا ہے۔ کہ اسلام پر یہ الزام لگاوے کہ اسلام اپنے پیرودں کو اس امر کی تعلیم دیتا ہے کہ لوگوں کو بجبر و تشدد اسلام میں داخل کرو؟ اس کے برخلاف قرآن کی تعلیم تو یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کو بھی حد سے زیادہ ترغیب دینے سے روکا جاتا ہے۔ اور صاف حکم ہے کہ اگر وہ لوگ جنہیں تم تبلیغ کرتے ہو' تمہاری بات نہ سُنیں تو تم انہیں انکے حال پر چھوڑ دو'۔ کیونکہ تمہارا کام لوگوں کو اسلام جبریہ طور پر منوانے کا نہیں ہے۔ اور نبی کریمؐ کو ارشاد ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ تمہاری باتوں پر دھیان نہیں دیتے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ قرآن فرماتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغیّ" دین کے معاملہ میں جبر نہیں' بیشک ہدایت گمراہی سے متمیز ہو چکی ہے۔ اور ہر شخص آزاد ہے۔ جو راستہ چاہے اپنے لئے اختیار کرے۔ خود اسلام کا لفظ بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے'۔ اسلام کے معنی ہیں بخوشی خاطر خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا۔ اور بطیب خاطر اپنی مرضات کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کا پابند بنانا تو ان حالات اور حقائق کے ہوتے ہوئے' یہ کہنا کہ اسلام دین کے معاملہ میں جبر روا رکھتا ہے۔ اجتماع ضدین نہیں تو اور کیا ہے؟ ایک شخص مسلمان ہی اس وقت ہوتا ہے' جب وہ اسلام کو فراخ دلی اور وسعت قلبی سے قبول کرتا ہے۔ قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ جس کسی کو خدا تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ اس کا سینہ اسلام کیلئے کھولدیتا ہے'۔

اب غور طلب بات یہ ہے۔ کیا یہ تبدیل مذہب کبھی جبر د اکراہ کی بناء پر ہو سکتا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ مسیحی مبلغین تو مشرقی ممالک میں کام کر رہے ہیں'۔ وہ اپنے عیسائی بنائے ہوئے لوگوں کی تیسری پشت کو سچا

مسیحی خیال کرتے ہیں۔ اور یہ خیال کرنا ان کے مناسب حال ہے۔ اول تو انہیں اپنی کارروائی دکھانی پڑتی ہے۔ یعنی ایک کثیر تعداد نو مسیحیوں کی داخل کلیسیا ہوئی۔ دوسرے انہیں مغربی فتوحات کے لئے راستہ صاف کرنا ہے۔ اور یہ دونوں مقاصد ان لوگوں کو بپتسمہ دینے سے حل ہو سکتے ہیں جو بجائے مذہب کے روپیہ کو زیادہ پیار کرتے ہیں لیکن اسلام میں معاملہ بنوع دیگر ہے کیونکہ اسلام قبول کرنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ اُسے اپنی آزاد مرضی سے قبول کیا جاوے۔ پس اگر جبر کا شائبہ بھی پایا جائیگا تو پھر یہ امر اسلام کی تعلیم کے صریحی طور پر منافی ہو گا۔ کس قدر ستم ظریفی کی بات ہے کہ جس مذہب کی تعلیم اس تحریل مذہب کے باب میں اس قدر اعلیٰ ہو اسی کو تلوار کا مذہب کہہ کر بدنام کیا جائے +

آنحضرت صلعم کی زندگی میں ایک بات کم از کم ایسی ضرور ہے جو انہیں انبیاء سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ یہ کہ آپ نے قرآن پر پورے طور سے عمل کر کے دکھایا۔ اور آپ کے دشمنوں اور نکتہ چینوں کو بھی یہ بات تسلیم کرنا پڑی ہے جو آپ دوسروں کو سکھاتے تھے پہلے اس پر عمل کر کے دکھاتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس قدر صریحی احکام کے باوجود آپ کس طرح دین کے معاملہ میں جبر کر سکتے تھے۔ یا اس قسم کی بات کو روا رکھ سکتے تھے۔ فرض کرو کہ قرآن آپ ہی کی تصنیف ہے۔ تو بھی انصاف کا تقاضا یہ تھا۔ کہ یہ الزام نہ لگایا جاتا۔ تاکہ قول و فعل میں تطابق قائم رہتا۔ ان آیات میں سے اکثر اس زمانہ میں نازل ہوئی ہیں جب آپ برسر اقتدار تھے۔ اور مدینہ میں قیام پذیر تھے۔ اگر یہ تعلیم صرف مکہ کی زندگی کے زمانہ سے مخصوص ہوتی تو ہمارے مخالفین کو کچھ کہنے کی گنجائش نکل سکتی تھی جنہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ ۵۲ سال کی عمر تک تو آپ حلیم اور نیک دل رہے۔ اور جب آپ کو سطوت حاصل ہو گئی۔ تو طرز عمل بدل دیا۔ اکثر آیات متذکرہ بالا اسی زمانہ میں نازل ہوئیں۔ جب آپ کو

ہر قسم کی دنیاوی طاقت حاصل تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان آیات میں جبر کی نفی کی گئی ہے۔ اور حلم و محبت سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے + اور کیا ان ممالک میں جہاں آج کے دن اسلام اس سُرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے کہ مسیحی مبلغین انگشت بدندان ہیں کوئی تلوار چلائی جا رہی ہے؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ اسلام کی روز افزوں ترقی سے نا اُمید ہو کر یہ مسیحی مبلغین اپنی یورپین گورنمنٹوں کو پولیٹکل چالیں چلنے کی صلاح دے رہے ہیں۔ تاکہ اس طرح اسلام کو نقصان پہنچائیں۔ اگر کوئی شخص بنظر امعان ان حالات حاضرہ کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہو گا۔ کہ جو الزام یہ مسیحی جماعتیں ہمیں دیا کرتی ہیں۔ اس سے زیادہ قابل الزام طرز عمل مغربی قوموں کو سکھا رہی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ الزام خدا تعالیٰ کیطرف سے اس جرم کی پاداش میں انکے دامن پر لگ رہا ہے کہ وہ اسلام پر دیدہ دانستہ غلط اعتراضات کرتے ہیں +

اشاعتِ اسلام اتحادِ المسلمین اور تنظیم[1]

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذالک یبین اللہ لکم ایتہ لعلکم تھتدون ۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ۔

[1] یہ اُس تقریر کا خلاصہ ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے نکھیلیا کانفرنس میں دی۔ مترجم

دس سال کے مصائب کے بعد پھر ہماری آنکھ کھلی ۔ پھر ہمیں بھولا ہوا فرض یاد آیا ۔ خواب نوشین کی تعبیر غلط نکلی ۔ ہمیں ایک نیک نہاد مہاتما نے جسکے دل کو مغربی سیاسیات کی روشنی نے منور کر رکھا تھا یہ سمجھایا کہ ہم فلاں فلاں راہ پر چلنے سے ملک کو آزاد کر لینگے ۔ ہم نے اس خیالی آزادی میں اپنے مذہب و ملت کی آزادی اور ترقی کو دیکھا ۔ ہم سب نے سب قرآنی مشعل کو ہاتھ سے پھینک کر مغربی پراپوگنڈا کے گرویدہ ہو گئے ۔ بہت شور و شر رہا ۔ ہاتھ پاؤں مارے بے اندازہ روپے صرف کئے

ع ۔ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

نہ معلوم اپنے خواب کی اس غلط تعبیر نے ہمیں کہاں کا کہاں پہنچا دیا ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک غضب کے رنگ میں نمودار ہوئی شردھانند سوامی نہ معلوم کیا کیا وعدے کر کے قید سے نکلے ۔ آتے ہی شدھی کا کھیل شروع کر دیا ۔ بعض بزرگوں کی تو اس وقت بھی آنکھ نہ کھلی ۔ اور اب بھی وہ اس حکمت الٰہی کے رموز سے بے پرواہ ہیں ۔ لیکن عامۃ الناس میں ایک گھبراہٹ پیدا ہو گئی انہیں سمجھ آ گئی کہ برادران وطن ایکطرف اتفاق کی شہنائی بجا کر ہمیں اپنے فرائض سے غافل کر رہے ہیں ۔ دوسری طرف اپنی قوت کی مضبوطی غیر ملکی قوموں کے انہدام میں نہیں ۔ بلکہ ہماری تخریب اور کمزوری میں دیکھ رہے ہیں ۔

یہ ساری مصیبتیں ہم پر کیوں آئیں ؟ اس سوال کا ایک ہی جواب ہے ۔ جو قرآن کریم نے خاتم النبیین کے مبارک ہونٹوں پر جاری کرایا ۔ یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا اے میرے رب میری قوم نے قرآن پس پشت کر دیا ۔ ہمنے قرآن سے منہ موڑا ۔ خدا نے ہم سے منہ موڑا ۔ قرآن کی روشنی سے الگ ہو کر ہمنے دنیوی علوم کے روشنی یافتہ کی پیروی کی اور ہمارا انجام کیا ہوا ۔ وترکھم فی ظلمت وھم لا یبصرون

قرآن نے ہدایت کی روشنی قائم کی ۔ ہم نے اسکی روشنی سے احتراز کیا۔ اس سے آہستہ آہستہ دور ہوتے گئے ۔ آخر کار اس مقام پر پہنچے کہ جہاں اسکی روشنی نہ پہنچتی تھی ۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اندھیرے اور ظلمت میں چھوڑ دیا ۔ اور آج ہم وھم لا یبصرون کے مصداق ہو گئے ۔ جو قدم اٹھاتے ہیں وہ اندھیرے میں ۔ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں لیکن ظلمت میں ۔ اس جد و جہد کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کسی اندھیرے گڑھے میں یقیناً گر پڑینگے ۔ اور ہمیشہ کیلئے ایک بھولی بسری نیا نسیا قوم ہو جائینگے

یاد رکھو اور خوب یاد رکھو ہمارا موجودہ طریق عمل ہمیں کہیں کا نہ رکھیگا ۔ یہ چھن کامیابی کے نہیں ۔ ہماری نجات کا ایک ہی راستہ ہے۔ کہ پھر ہم قرآن کریم کے ہاتھ پر بیعت کریں ۔ ہر ایک امر میں اُسے ہی اپنا ہادی سمجھیں ۔ مہاتما گاندھی ہو یا داس بابو ۔ مولانا شوکت علی ہو یا ڈاکٹر کچلو ۔ مولوی کفایت اللہ ہوں یا لاہور کے مولوی محمد علی کانگرس ہو یا خلافت ۔ ندوہ ہو یا جمیعتہ ۔ ان سب سے تمسک کرو ۔ اگر انکے افعال اور ان کی ہدائتیں قرآن کے تلے ہوں ۔ اور ان سے الگ ہو جاؤ اگر ان کے حرکات و سکنات خدا و رسول کے خلاف ہوں +

ہمارے سامنے کام تو بہت ہے۔ خلافت والے بھائیوں نے تنظیم کے نام تلے ایک لمبا چوڑا دستور العمل ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے ۔ اللہ تعالےٰ انہیں ان کے بلند ارادوں میں کامیاب کرے ۔ لیکن جو میری نگاہ میں سب سے عظیم الشان کام ہے ۔ اور اس سے ہماری سب کی سب گتھیاں سلجھینگی وہ وہ بات ہے جس کی طرف ہمیں اللہ تعالیٰ نے سوامی شردھانند کو اُٹھا کر متوجہ کیا ہے ۔ اس گئے گذرے زمانے میں بھی اسشدھی نے دردمند کر دیا ہے ۔ اگرچہ وہ درد تھوڑے وقت کے لئے تھا ۔ آؤ خدا کے لئے اس حکمت خداوند کو دیکھو اور اس پر غور کرو ۔ ہمیں سخت سے سخت خواب غفلت سے

جگانے کے لئے خداوند تعالےٰ نے شردھانند کو ہمارے لئے ایک درد دہ پھوڑا بنایا ہے۔ جن باتوں میں ہم پڑے ہوئے تھے۔ اور ہماری کوششیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں۔ اگر وہ کلیتہً خدا کو محبوب ہوتیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ اسی میں قائم رکھتا۔ خواہ ہمیں جلد کامیابی نہ ہوتی۔ لیکن ہماری توجہ اسی طرف لگی رہتی۔ لیکن عین ایسے وقت جب ہم اپنی سرگرمیوں میں مشغول تھے۔ تین واقعات مصلحت بالغہ نے پیش کر دیئے۔ ترکوں نے خلافت سے انکار کیا۔ خلافت فنڈ پر مصیبت آن پڑی۔ دوسری طرف شدھی نے منہ دکھلایا۔ ان تینوں واقعوں نے کہاں تک ہماری سرگرمیوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ آخر یہ کیوں ہوا۔ میں تو ان لوگوں میں سے نہیں جو کسی پر بدظن ہوں۔ جو کچھ ہمارے بھائی کر رہے تھے محبت اور نیک نیتی سے ہی کر رہے تھے۔ غلطیاں ہوا ہی کرتی ہیں۔ جو ہوا سو ہوا۔ اب ہمیں ان واقعات سے سبق لینا چاہیئے۔ وہ سبق بھی انہی واقعات میں موجود ہے۔ یعنے شدھی +

آیات بالا کا خاتمہ مفلحون پر ہوتا ہے۔ لفظ فلاح میں کُل کی کُل کامیابیاں آجاتی ہیں۔ فلاح کی راہ اس مقدس اقتباس مندرجہ بالا میں اشاعت اسلام بتلائی گئی ہے۔ اور ہمیں نہایت دردناک سبق کے ذریعہ بھی یہی بتلایا گیا ہے۔ کہ ہم ان کاموں کو چھوڑ کر نہیں بلکہ اور کاموں کے مقابل زیادہ توجہ اشاعت اسلام کیطرف کریں۔ یہی سب مصائب کا حل ہے۔ کیا خدا و رسول نے ایسا نہیں کہا کیا قرآن اد نے میں یہی ایک امر کامیابی کی کلید نہیں بنا۔ اگر قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے۔ اور وہ بالضرور ہے۔ اگر اس کی ہدایات پرانی نہیں ہو گئیں تو پھر آج بھی کامیابی کی یہی ایک راہ ہے۔ خدا کے لئے ایک چند سال اس نسخے کو بھی برت کر دیکھ لو۔ اللہ تعالےٰ نے

ووکنگ مشن اور اس کی کامیابی دکھلا کر بھی ہمیں یہی سبق دیا ۔ کیا ہم نہیں چاہتے
کہ ہماری قوم میں فوج کے جرنیل ہوں ۔ فوج کے کپتان ہوں ۔ کرنیل ہوں ۔ کیا
ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ہاں لارڈ ہوں ۔ بیرونٹ ہوں ۔ کیا ہم نہیں
چاہتے کہ ہمارے ہاں اعلےٰ درجہ کے پروفیسر ہوں ۔ ابھی کل کی بات ہے کہ
مسٹر سنہا لارڈ سنہا بنگیا ۔ ایک دنیا حیران ہوئی کہ ہندوستانی بھی لارڈ ہوگیا
یہ ساری باتیں حاصل ہوسکتی ہیں ۔ لیکن محنتوں کے ساتھ زرِ خطیر کے خرچ
کرنے پر اور بہت سی خدمات کرنے سے ۔ لیکن کیا ایک تھوڑی سی محنت اور
ایک تھوڑی سی خرچ کے ساتھ ۔ یہ باتیں ہمیں اشاعت اسلام کے طفیل
حاصل نہیں ہوگئیں مسلمان خواہ انگریز ہو یا ہندوستانی وہ مسلمان ہے

کُلّ مومن اخوۃٌ

جنرل اگر چاہو تو جنرل ڈکسن مسلمان موجود ہے ۔ اسی طرح میجر کپتان لفٹنٹ
انگریز مسلمان موجود ہیں ۔ لارڈ مسلمان موجود ہیں ۔ ذرا تعداد بڑھنے دو
تو تمہارے ہندوستان کے یوروپین بھی مسلمان آجائیں گے ۔ خیر یہ تو
یورپ کی باتیں ہیں ۔ خود اس ہندوستان میں بہت کچھ ہوسکتا ہے اسلام
کے مقابل کوئی مذہب نہیں ٹک سکتا ۔ اگر ہندو مذہب یا آریہ سماج
میں کوئی طاقت ہوتی یا سماجی تعلیم میں کوئی غلبہ کا رنگ ہوتا تو ان
ہندؤں کی کوششیں بے علم اور جہلا فرقہ کی طرف منعطف نہ ہوتیں ۔
ایک صدی کی کوشش نے عیسائی مشنوں کو سبق دیا کہ انہیں اسلام کے
مقابل ہر جگہ ناکامی ہوئی ۔ انھوں نے شہروں سے مشن اُٹھا کر گاؤں اور
اور دیہات کا رستہ لیا ۔ پھر دیہاتوں کو چھوڑ کر وہ چوہڑے اور چماروں
میں چلے گئے ۔ ٹھیک یہی حالت آریہ سماج کی ہے ۔ انہوں نے بھی
اپنا میدان عمل اُن نام نہاد مسلمانوں میں تجویز کیا ۔ جنہیں اسلام سے کچھ تعلق
نہ تھا ۔ ہم نے تو اسلام کو پیش ہی نہیں کیا اور پیش بھی کیا کرتے ہم خود

ہی اس کے خوبصورت چہرے سے ناآشنا ہیں۔ تم اسلام کو پیش کر کے تو دیکھو اس کے حسن کے مقابل کوئی ٹک نہیں سکتا۔ اسکی دلربائیاں ایک سیاہ دل دشمن کو بھی اپنا گرویدہ کرسکتی ہیں۔ کیا یہ سماجی ایام جاہلیت کے عمر، اسلام کے زیادہ دشمن ہیں۔ لیکن اگر وہ فاروق اعظم ہو سکتے تھے۔ تو یہ شردھانند۔ لاجپت رائے۔ ہنس راج کیا چیز ہیں۔ اتنی کہا حقیقت ہے۔ لیکن ہم غور کریں۔ کہ ہم نے ان کو راہ راست پر لانے کی کیا کوشش کی لیکن ہم کوشش بھی کیا کریں۔ ہمیں تو اپنی خانہ جنگیوں سے فرصت نہیں۔ ہم کسی دوسرے مذہب کا ابطال کرنے کیلئے کہاں سے وقت لائیں ہمیں تو ایکدوسرے کی تکفیر۔ تکذیب تفسیق سے فرصت نہیں۔ میں اس مضمون پر کچھ زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ میں پھر آیات مندرجہ عنوان کی طرف قارئین کرام کو متوجہ کرتا ہوں۔ یہ حکیم کتاب کی آیتیں ہیں۔ اس کا ایک ایک جملہ حکمت سے بھرا پڑا ہے۔ ایک آیت کو دوسری آیت کے ساتھ اگر جوڑا گیا ہے۔ تو وہ بھی حکمت کے ماتحت ہی رکھا گیا ہے۔ ان آیات کے پہلے میں معنے کر دیتا ہوں "اے مومنو! اس قدر تقویٰ کرو کہ جو تقوے کا حق ہے اور تم جس حال میں ہو جس وقت موت آئے تمہیں مسلمان ہی پائے تم سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑلو۔ اور آپسیں تفرقہ مت ڈالو۔ اور اس خدا کی نعمت کو تو یاد کرو۔ کہ تم ایکدوسرے کے دشمن تھے۔ تمہارے دلوں میں ہم نے ایکدوسرے کی محبت پیدا کردی۔ اور تمہیں نعمت اخوت عطا کی تم ایک آگ کے کنارے پر کھڑے تھے ہمنے تمہیں اس سے بچا لیا۔ یہ اللہ تعالےٰ کے نشان تمہارے لئے ہیں۔ تم ان سے ہدایت پکڑو۔ اور تم ایک جماعت پیدا کرلو۔ جو اسلام کی طرف لوگوںکو بلائے۔ اور انہیں بدیوں سے روکے۔ اس طریق پر تم فلاح پا جاؤ گے" +

اِن مقدس آیات کی ترتیب کو دیکھو۔ اگر فلاح کا رستہ یہاں اشاعت اسلام ٹھیرایا۔ تو اس سے پہلے اخوت اور محبت کا ذکر کیا۔ ما بینی عداوت کا نام آگ رکھا۔ اس سے بچانے کو برنگ احسان بیان کیا۔ مسلمان ہونا شرط رکھا۔ لیکن مسلمان کا سب سے اولین فرض اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنا قرار دیا اور پھر اس اعتصام بحبل اللہ کی تشریح ولا تفرقوا سے کر دی۔ ہم مسلمان بھی سہی۔ ہم متقی بھی سہی۔ لیکن کیا ہم سب کے سب نے خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا ہوا ہے۔ شاید بعض عامل بالقرآن کہیں۔ کہ ہم نے پکڑا ہوا ہے۔ لیکن اس کے بعد ولا تفرقوا۔ مجھے یہ بتلاتا ہے۔ کہ خدا کی رسی اس کے ہاتھ میں ہے۔ جو ایک کلمہ گو کے ساتھ تفرقہ نہیں رکھتا کیا آج اہل قبلہ کے درمیان۔ فقرہ من النار۔ نہیں۔ مخالفت اور تباین کی ایک خطرناک آگ بھڑکی ہوئی نہیں۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ پھر جب تک یہ نہ مٹے گی۔ نہ ہمنے اعتصام باللہ کیا ہوا ہے۔ نہ ہم سب کے ہاتھ میں ایک ہی رسی ہے۔ نہ ہم ایکدوسرے کے بھائی ہیں۔ پھر کس کا اشاعت اسلام اور کس کی فلاح ✦

اشاعت دین کا سبق آریوں سے سیکھو۔ آریوں کے سامنے نہ کوئی مذہب ہے، نہ کوئی خداپرستی۔ مہاتما جیسے بزرگ نے آج ہندو مذہب کی تعریف گئو رکھشا کی ہے۔ ہو یا تہ مخلوق کی حفاظت لازمی ہے۔ لیکن کیا وہ چیز جس کا نام [illegible] مذہب ہے۔ جسکے ساتھ تمدن اور سیاست وابستہ ہے۔ کیا وہ سب کا سب گئو رکھشا میں آگیا۔ ہاں آگیا اور ضرور آگیا مہاتما جی کی باریک بین نگاہ نے تمام ہندو قوم پر نگاہ ڈالی۔ اس نے ہندو فرقوں کا تعلیم مختلفہ میں خطرناک اختلاف اور عناد دیکھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ ہندو مذہب کے کسی فرقہ میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو سب ہندوؤں میں اتفاق پیدا کردے۔ صرف اُسے ایک گائے نظر آئی۔ کہ جس کی محبت

میں کُل کی کُل ہندو قوم گرفتار ہے ۔ اتفاق کا اس سے بہتر لٹکا
اُسے نظر نہ آیا ۔ و اِلّا خدا کا پرستار اور گائے کے ساتھ یہ محبت
لیکن اہلِ سیاست کے آگے اور نیشنل ازم کے پرستاروں کے سامنے وہی مذہب
وہی ملت ہے ۔ جو قوم کو ایک نقطے پر جمع کر دے ۔ چاہیئے تو یہ تھا
کہ گئو رکھشا کے بُت کو توحید کے مذبح پر قربان کر دیا جائے لیکن
مہاتما نے تو اس جذبۂ شرک کو اور بھڑکایا ۔ اور وہ سچا ہے ۔ جب اُسکے
سامنے ہندو قوم میں سنگھٹن پیدا کرنا تھا ۔ تو پھر گئو رکھشا سے بہتر نسخہ
اُسے اور کیا سوجھتا ۔ لیکن مسلمان برادران اسلام ہم خدا کا کسقدر
شکر ادا کریں ۔ کیا ہمارے تباین اور اختلاف کے ہوتے ہوئے بھی گائے
کی اہمیت کی بھی کوئی چیز وجہ مشترک کے طور پر ہمارے ہاتھ میں
نہیں ہے ۔ العیاذ باللہ ۔ ہمارا قرآن ایک (اگرچہ آج بعض نادانوں
نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے ۔ کہ قرآن سے بعض آیتیں رہگئی ہیں) ہمارا
رسُول ایک اسکی ذات کے ساتھ ختمیّت رسالت پر ہم سب کا ایک ایمان
ہمارا مُطاع ایک ۔ ہمارا کعبہ ایک ۔ ہمارے ارکانِ اسلام ایک ۔ جن
باتوں پر ایمان لاتے ہے خدا و رسُول کے نزدیک ایک کافر بھی
مسلمان ہو جاتا ہے ۔ ان باتوں پر ہم سب کا اتفاق ۔ ہمارے دستور العمل
اور ہدایت کے لئے ایک کتاب ۔ ہمارے شعار اسلامی ایک ۔ ہماری
عبادت کے رستے ایک ۔ تقوی اللہ طہارت کی راہیں ایک ۔
وہ کونسی اب بات باقی رہگئی ہے ۔ کہ جس کے نہ ہونے سے ہم میں
فساد ہو ۔ وہ ہماری نفسانیت ہے ۔ وہ ہمارے چندوں کے مفاد ذاتی
ہیں ۔ وہ ہمارے بغض وحسد و کینہ ہیں ۔ اگر ان بُتوں کی ہم پرستش
کرینگے ۔ تو ہمارا آج ہی خاتمہ ہے ۔ اور کل بھی خاتمہ ۔ میں سو بات
کی ایک بات کہتا ہوں کہ پیش ازیں کہ وہ بات کہوں ۔ میں ہندو قوم کی

ایک اور مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔ ہندو بھائیوں کو اتفاق کی سوجھی ۔ اور انہوں نے ہندو سوارا ج کی ٹھیرالی ۔ انکے اپنے فرقے چھوڑ انہیں سکھ اور بُدھ مذہب اور جینی نہیں الگ مذہب نظر آئے ۔ وہ ان سے جُدا نہ ہو سکتے تھے ۔ ان کے اہل الرائے نے ہندو مذہب کی تعریف ہی نئی نکالدی ۔ انہوں نے سب باتوں کو چھوڑ دیا ۔ اور ہندو مذہب کی تعریف یہ کی ۔ کہ جو شخص جو بھی عقیدہ رکھتا ہو وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھے ۔ اگر اس کے مذہب و ملت اور عقائد کا جنم بھوم ہندوستان ہے تو وہ ہندو ہے ۔ یعنے سکھ ۔ جینی ۔ بُدھ یا کسے باشد وہ سب کے سب ہندو ہیں مگر مسلمان اور عیسائی ہندو نہیں ہو سکتے ۔ کیونکہ ان کے مذہب ہندوستان سے باہر کے ہیں ۔ ہندوؤں نے تو اسقدر وسعتِ قلبی اختیار کی لیکن کیا ہمیں خدا اور خدا کے رسُول کو چھوڑ کر محض اتفاق کی خاطر ایسی بیہودہ راہوں کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے ۔ ہرگز نہیں ۔ میں ایک رستہ اتفاق کا عرض کرتا ہوں ۔ اور وہ میرا تجویز کردہ نہیں ۔ وہ خدا کے رسول کا تجویز کردہ ہے ۔ آؤ ہم ایک جماعت بنائیں ۔ اور اس جماعت میں اتفاق پیدا کرنے کے لئے چند عقاید تجویز کریں ۔ جو ان کو مانیں وہ ہماری جماعت میں داخل اور جس کو اس سے انکار وہ ہماری جماعت سے باہر ۔ وہ وہی عقائد ہیں جن پر میں ایمان رکھتا ہوں ۔ میں در اصل یہاں اپنا ایمان لکھ دیتا ہوں ۔ اور اگر مسلمان بھائی میرے ساتھ ان امُور میں ہم عقیدہ ہیں تو انہی عقائد پر پھر ہم ایک جماعت بنا لیتے ہیں +

استغفر اللہ ربّی من کل ذنب و اتوب الیہ

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد انّ محمدً عبدہ و رسولہ

امنت باللّٰہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الاٰخر والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللّٰہ تعالیٰ والبعث بعد الموت -

میں قرآن کو خدا کی طرف سے مانتا ہوں - اس کو خاتم الکتب قرار دیتا ہوں - حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی کو خدا کا آخری نبی مانتا ہوں - اور آپ کے بعد مدعی نبوت یا مصدق مدعی نبوت کو اسلام سے باہر سمجھتا ہوں - میں اپنی ہدایت کے لئے خدا اور خدا کے رسول کے کلام پر ایمان لاتا ہوں میں ارکان اسلام پر ایمان لاتا ہوں - میں اہل قبلہ ہوں - زکوٰۃ دینا فرض سمجھتا ہوں مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہوں - اور کسی کلمہ گو کی تکفیر کو گناہ سمجھتا ہوں - اپنے ہر ایک معاملہ زندگی میں قرآن اور حدیث کو اپنا ہادی قرار دیتا ہوں +

میرے نزدیک اگر ہم مسلمان ان عقائد والے کو اس جماعت میں شامل کرلیں اور ان میں اتحاد پیدا کریں تو میں نہیں سمجھتا - کہ کونسا اسلام کا حصہ ہے جو باہر رہجاتا ہے - ہمارے اجتہادی اختلاف جو امور بالا سے باہر باتیں ہیں - وہ سب کے سب رحمت ہی ہیں اگر نیک نیتی سے ہوں - جب تک ہم اس اتفاق کی راہ پر قائم نہ ہونگے - اور میرے علم و ایمان میں اسی کا نام اعتصام بحبل اللہ ہے - تو پھر ہم لا تفرقوا کے حکم کو ماننے کے قابل نہیں رہے جب تک ہم میں یہ بات پیدا نہ ہوگی - تب تک نہ اشاعت اسلام ہے - نہ کوئی اتحاد بین المسلمین ہے نہ کوئی تنظیم ہے - سو بات کی ایک بات یہی ہے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے +

خطبات جمعہ

(ایک مدت سے ان صفحات میں خطبات جمعہ کا ترجمہ نہیں ہوا۔ جو وقتاً فوقتاً حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام انگلستان میں دیئے۔ اب بعض کرمفرماؤں کی فرمائش پر ہم نے یہ انتظام کیا ہے کہ اس سلسلہ کو پھر جاری کیا جائے انشاء اللہ تعالٰے ہر نمبر میں کوئی نہ کوئی خطبہ ہدیۂ قارئین کرام کیا جائیگا۔ مترجم)

قل اعوذ برب الفلق ۰ من شر ما خلق ۰ ومن شر غاسق اذا وقب ۰ ومن شر النفٰثٰت فے العقد ۰ ومن شر حاسد اذا حسد ۰

قل اعوذ برب الناس ۰ ملک الناس ۰ الٰہ الناس ۰ من شر الوسواس الخناس ۰ الذی یوسوس فی صدور الناس ۰ من الجنۃ والناس ۰

جس کتاب حمید کی غرض وغایت فلاح انسانی ہو۔ اس کا خاتمہ انہی دو سورۂ شریف پر ہونا چاہیئے۔ قرآن کریم فلاح ہی کی راہیں انسان کو سکھلانے آیا۔ عربی زبان میں فلاح سے بہتر لفظ انسانی کامیابی کے اظہار کے لئے نہیں۔ ہر قسم کی دنیوی۔ دینی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ روحانی۔ الغرض جس شعبۂ زندگی میں کسی کی کامیابی کا کوئی بھی نصب العین ہو۔ وہ لفظ فلاح کے معنوں میں آجاتا ہے۔ یہ دنیا چھوڑ آیندہ کے جہاں کی کُل کی کُل کامیابیاں اور ترقیات جو جنت الماویٰ میں انسان کے نصیب میں ہیں۔ وہ بھی لفظ فلاح میں مشتمل ہیں تکمیل نفس کا نام بھی فلاح ہی ہے۔ جیسے کہ قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا میں اس کا اشارہ ہے۔ تعلیم قرآن کی جامعیت نے انسانی افعال و اعمال کی کسی شاخ کو نہیں چھوڑا۔ ہر ایک شاخ کی کامیابی کی راہیں دکھلائیں۔ جس کام کو ہم شروع کرنا چاہیں۔ اس کے مالہٗ وما علیہ پر کتاب حمید نے روشنی ڈالی۔ اس کے حصول کے راہ بتلائے۔ اسکے راہ

میں جو دقتیں یا جو مشکلات تھیں۔ ان کے حل کرنے کا ذکر کیا غلطیوں کو بتلایا۔ الغرض کسی بات کو نہ چھوڑا۔ جو فلاح انسانی کے لئے ضروری تھا اس نے شروع میں ہی وحی الٰہی کا مقصد بھی فلاح ہی ٹھیرایا جیسا کہ فرمایا (اولٰئك علٰی هدًی من ربهم و اولٰئك هم المفلحون) یعنے وحی الٰہی رب کی طرف سے ان راہوں کے بتانے کیلئے آتی ہے جو انسان کا میابی کا منہ دکھلائے۔

انسان کی راہ میں بعض وقت ایسی باتیں آجاتی ہیں کہ جنکے نتائج کا ظہور اسکی امیدوں کے خلاف ہوتا ہے۔ وہ اپنی ناواقفیت کے باعث حقائق اشیاء کو سمجھ نہیں سکتا۔ جس چیز کو وہ اپنے لئے خیر سمجھتا ہے۔ وہی اس کے حق میں شر ہو جاتی ہے۔ خیر و شر کے مسئلہ کے سمجھنے میں انسان نے بہت ٹھوکر کھائی ہے بعض تو خدا ہی کو خالق خیر و شر کہتے ہیں۔ آتش پرستوں نے اس مسئلہ میں بہت دھوکے کھائے ہیں رب العالمین کیطرف سے کوئی بھی چیز شر انگیز نہیں۔ اس کی طرف سے جو چیز آئی وہ خیر محض تھی۔ کائنات کی چیزیں ایکدوسرے سے مختلف الحال واقع ہوئی ہیں۔ ان کی پیدائش اور ان کا نشو ونما ایکدوسرے سے جدا واقع ہوئے ہیں۔ کوئی چیز جو ایک کے لئے نفع رساں واقع ہوئی ہے۔ وہی دوسرے کے لئے مضر ہو جاتی ہے۔ پھر ایک ہی چیز کے مختلف اندازے مختلف حالات اور مواقع پر کہیں خیر اور کہیں شر ہو جاتے ہیں۔ یہ امور بدیہات سے ہیں۔ مناسب محل و موقع اور مناسب مقدار ہی کسی چیز کو خیر بنا سکتی ہے۔ ان محل و موقعوں کا لحاظ نہ کیا جائے۔ تو پھر مفید چیزیں نقصان دہ ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی نہ سمجھنا چاہیئے کہ بعض محل و موقعے شر کیلئے وضع ہوئے ہیں کسی چیز کا کوئی محل و موقعہ ہی علے وجہ التجرد شر نہیں جو محل و موقعہ ایک مخلوق

کیلئے یا ایک عالم میں شر کا حکم رکھتا ہے۔ وہی دوسرے مخلوق کے لئے یا دوسرے عالم میں خیر محض ہو جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر ہر ایک چیز کی حدود مقرر ہیں۔ ان حدود کے لحاظ سے ہی خیر پیدا ہوتی ہے۔ اور ان حدود کے توڑنے سے ہی ہلاکت اور تباہی سامنے آجاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف امور کا ذکر کر کے ان کا نام حدود اللہ رکھا ہے انسان خواہ کتنا ہی محتاط کیوں نہ ہو پھر بھی حدود خیر و شر کے سمجھنے سے بعض وقت قاصر ہوتا ہے۔ ان کی مضرات سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے۔ کہ انسان جب کبھی کوئی کام کرے اپنی طرف سے ہر ایک قسم کی کوشش کرے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ میں آجائے۔ اسی لئے فرمایا

قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق

فلق کے معنے پوہ کا پھوٹنا یا اندھیرے میں سے کسی چیز کا نکلنا ہیں دانوں اور تخموں کے پھٹنے کو بھی فلق ہی کہتے ہیں۔ ایک ضعیف انسان کیا سمجھ سکتا ہے۔ کہ جس چیز کو وہ استعمال کرنے لگا۔ اس کے اندر غیب میں کیا رکھا ہوا ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ جن چیزوں کو وہ استعمال کرنے لگا ہے اس کے اندر کے خواص کسی ایسے رنگ میں ظاہر ہو جائیں جو اس کے مقاصد کے خلاف اور جن کے محل و موقعہ کے نہ سمجھنے سے وہ چیزیں اس کے لئے موجب شر ہو جائیں۔ اسی لئے حکم ہوا۔ کہ سب سے پہلے تم رب الفلق سے پناہ مانگو یعنے اس خالق سے پناہ مانگو جس نے تمہارے استعمال میں آنیوالی چیزوں میں سے کچھ کا کچھ نکالنا ہے۔ اور پھر اسی خالق سے پناہ مانگو جس کی ہر ایک مخلوق کا کوئی حصہ یا اس کا کوئی استعمال شر افزا ہو جاتا ہے۔ اس فقرہ کی خوبی سے (اعوذ برب الفلق من شر ما خلق) کون انکار کر سکتا ہے۔ الغرض ایک ایسے شخص کے لئے جو بڑی بڑی مہمات میں ہاتھ ڈالتا ہے وہ سب سے اول رب فلق سے من شر ما خلق کے متعلق پناہ مانگتا ہے۔

ان دو امور کے بعد۔ پانچ اور مشکلات انسان کی راہ میں پیدا ہوتی ہیں جن کا حل کرنا اسکی علم و طاقت سے بعض وقت باہر ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے کاروبار میں نہایت کوشش سے برگرم ہے۔ ہر ممکن کوشش کو وہ کام میں لاتا ہے۔ ہر تدبیر کو وہ سوچتا ہے لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاں اس کا عقل دماغ کام نہیں کرتے۔ وہ اپنے آپ کو ایک قسم کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پاتا ہے جہیں سے اُسے نکلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ ایسے ہی وقت میں کافی روشنی ہدایت کے نہ ہونے سے بنے بنائے کام بگڑ جاتے ہیں۔ ان حالات میں ایک عاجز انسان اگر خدا کی پناہ میں نہ آئے تو کہاں جائے۔ لہٰذا اعوذ برب الفلق من شر ما خلق کے بعد۔ ومن شر غاسق اذا وقب کا ارشاد ہے۔ یعنے اے رب فلق ہمیں ان اندھیروں کے شر سے بھی نجات دے جو اپنی کامل سیاہی کے ساتھ چھا جاتے ہیں ہمیں کہیں راہ نظر نہیں آتی۔ اور قدم قدم پر شر کے ظہور کا احتمال ہے۔ تو ہی اس قسم کے شر سے بھی ہمیں پناہ دے۔

اس مرحلہ کے طے کرنے کے بعد انسان کو دو قسم کے انسانوں سے معاملہ پڑتا ہے بعض تو بظاہر اس کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ اور بعض اس کے دشمن۔ انسان چاہتا ہے کہ بڑے بڑے کاموں میں ہاتھ ڈالے بڑی بڑی مہمات کو طے کرے۔ وہ مصمم ارادہ کر لیتا ہے لیکن اس کی کمر ہمت کو توڑنیوالے وہ مشیر ہوتے ہیں۔ جو اپنی بزدلی کم حوصلگی یا کم مائگی سے مشورہ دیتے ہیں۔ کہ میاں اس کام میں پڑ کر کیا لوگے۔ اسمیں وہ مشکل ہے اسمیں یہ مشکل ہے۔ انسان عاجز ہے کیا کرے اور کیا نکرے۔ مشیر تو نیک نیتی سے مشورہ دیتے ہیں۔ ان مشوروں میں آکر بعض وقت انسان اپنے ارادوں کو توڑ کر حقیقی مفاد سے جدا ہو جاتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو کسی کی کامیابی کو دیکھ نہیں سکتے۔ وہ دل ہی دل میں جلتے بھنتے ہیں۔ اور حسد

کی آگ میں جلے مرتے ہیں۔ بظاہر وہ دشمن بھی نہیں ہوتے لیکن اُن کا اندرونہ حسد انہیں اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ ہمیں کامیابی کی راہ سے روکیں وہ بھی بعض وقت ہمارے مشیر بن جاتے ہیں۔ یا ایسی راہیں سوچتے ہیں۔ کہ جن سے ہم کامیابی گنوا دیں۔ انسان نہیں سمجھ سکتا کہ ایسے مشیر کن اغراض سے اپنے مشورے ہمیں دے رہے ہیں۔ ایسے حسد سے بھی علے العموم نقصان ہوتا ہے۔ اسلئے فرمایا کہ اے ربّ الفلق۔ من شر النفثٰت فی العقد ومن شر حاسدٍ اذا حسد سے بھی پناہ دے۔ یعنے اے خدا ہمیں اس جماعت سے بھی پناہ دے جو تصمیم ارادہ میں فرق ڈال دیتے ہیں۔ اور اپنی ہمت کو توڑ دیتے ہیں۔ اور اُن سے بھی پناہ دے جو حسد کرتے ہیں +

اِن پانچ مراحل کے طے کرنے کے بعد ایک اور خطرناک مرحلہ ہے وہ وساوس کا مرحلہ ہے۔ بیٹھے بٹھائے دل میں وسوسے اُٹھنے لگتے ہیں بعض وقت کوئی انسان کوئی بات کر بیٹھتا ہے۔ کوئی رمز وکنایہ کر دیتا ہے جسے سنتے ہی ہمارے اندر وسوسے اٹھتے ہیں۔ اور اگر ہم ان وساوس پر چلیں اور اکثر چلتے ہیں۔ تو ہم تباہی اور ہلاکت کو دیکھتے ہیں۔ بعض وقت ان وسوسوں کے پیدا کرنیوالے انسان نہیں ہوتے۔ بعض غیر مرئی چیزیں وسوسہ انگیز ہوتی ہیں۔ کوئی منظر کوئی نواحی حالات ہمارے اندر خطرات کا ہیجان پیدا کر دیتے ہیں۔ اور اس خطرہ میں آکر ہم اپنی صحیح کوششوں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ لفظ جِنّ کے معنے غیر مرئی چیزیں یعنے وہ مخلوق یا چیز جو نظر نہ آئے خواہ وہ کوئی ہستی ہو جو ارادہ اور عقل رکھتی ہو۔ خواہ کوئی بیجان چیز ہو جس کی تاثیرات غیر مرئی رنگ میں ہمیں اپنا شکار کر لیتی ہیں لوگ کہتے ہیں کہ جن کوئی چیز نہیں شیطان ایک وہمی ڈھکوسلہ ہے لیکن اگر کوئی اپنی زندگی کا مطالعہ کرے۔ تو اسے بہت سے ایسے واقعات نظر آئینگے

جہاں وہ اچانک بدی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ نہ اسے کوئی بدی کی طرف مائل کرتا ہے۔ نہ اس کے ارد گرد کوئی بدی کی طرف مائل کرنیوالے اسباب ہوتے ہیں۔ اندر سے اندر ہی بدی کی ایک تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور انسان کر گذرتا ہے۔ یہی شیطان ہے۔ یہی جن ہے۔ الغرض چیزوں کا ظہور بد چیزوں کا شر کا حصہ دماغ کے دھندلا ہو جانے پر کسی صحیح راہ کا نظر نہ آنا عقد ہمت کے توڑنے والے .. .. حاسدوں کے حسد اور ان کے بعد بعض وقت تو انسانوں کے ذریعہ مہمات پیش آمدہ کے خلاف وساوس کا پیدا ہو جانا۔ یا بعض وقت نادیدہ اسباب کے ذریعے دل میں خلجان اور وسوسے کا ہو جانا۔ یہ وہ سات چیزیں ہیں کہ جن کے مضرات سے بچنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ ان سات چیزوں سے اگر ہم بچ سکتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ سے بچ سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا۔

قل اعوذ برب الفلق۰ من شر ما خلق۰ ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفثٰت فی العقد۰ ومن شر حاسد اذا حسد۰

قل اعوذ برب الناس۰ ملک الناس۰ الٰہ الناس۰ من شر الوسواس الخناس۰

الذی یوسوس فی صدور الناس۰ من الجنۃ والناس۰

کہو میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہر چیز کی شر سے جو اس نے پیدا کی۔ اور تاریک رات کی شر سے جب تاریکی چھا جائے۔ اور گرہ میں پھونکنے والوں کی شر سے اور حسد کرنے والے کی شر سے جب وہ حسد کرے +

کہو۔ میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ لوگوں کے بادشاہ کی لوگوں کے معبود کی۔ پیچھے ہٹ جانیوالے کے وسوسہ کی شر سے۔ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جنوں اور انسانوں میں سے +

برلن مسجد

سنہ ۱۹۲۲ء کے موسم گرما میں حضرت حاجی حرمین الشریفین جناب خواجہ کمال الدین صاحب جرمنی میں اس غرض سے تشریف لے گئے کہ خود اپنے طور پر یہ معلوم کریں کہ اس ملک کے حالات کہاں تک سیاحت کی اجازت دیتے ہیں۔ کہ ہم اپنی کوششوں کو وہاں تک وسیع کریں۔ جرمنی میں بہت سے اعلےٰ درجہ کے اور ذی اثر لوگوں سے آپ کی ملاقات ہوئی اور اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے کو برلن میں بھیجدیا۔ کہ وہ اس جگہ مشن کا کام شروع کریں۔ اور ان کے بعد مارچ سنہ ۱۹۲۳ء میں مولینا مولوی صدرالدین صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ کہ انکے شریک کام ہوں۔ اگرچہ ان دونوں مبلغین اسلام کا کام اول ہی اول زبان کی مشکلات کی وجہ سے معرض تعویق میں پڑ گیا۔ تاہم وہ ہرگز مایوس اور بد دل نہیں ہوئے۔ نہایت قلیل عرصہ میں وہ جرمن زبان کے اچھے خاصے ماہر ہو گئے۔ اور اس قدر سُرعت کے ساتھ اور اس قدر امید افزا ترقی انہوں نے کی۔ کہ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ہماری انجمن نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ برلن کے عین وسط میں ایک مسجد تعمیر کی جائے۔ اور اس غرض سے ایک ٹکڑہ زمین فوراً حاصل کر لیا گیا۔ یہ مسجد اب خدا کے فضل سے ہر ایک پہلو سے تکمیل ہے +

مسجد کی عمارت ایک جرمن نقشہ نویس مسٹر ہر کے اے ہرمین کے مجوزہ نقشہ کے مطابق بنائی گئی۔ اس کی تعمیر ۱۳ ستمبر سنہ ۱۹۲۴ء کو شروع ہوئی۔ اس کا رقبہ $\frac{1}{2}$ ۸۲ × $\frac{1}{2}$ ۶۴ فیٹ ہے۔ اور بڑے دروازہ کی بلندی سطح زمین سے ۳۰ فیٹ گنبد ۷۵ فیٹ کی بلندی پر ہے۔ اور مینار جو ابھی زیر تعمیر ہیں۔ نوے فیٹ بلند اور مسجد سے سو فیٹ کے فاصلہ پر ہیں

گنبد کا قطر ۲۲½ فیٹ ہے۔ اور وہ ۱۲ ستونوں اور ۲۲ بڑی بڑی ڈاٹوں کے سہارہ پر قائم ہے۔ اس کے اوپر جو ہلال لگایا گیا ہے وہ ۱۱ فیٹ کی بلندی پر ہے۔ مسجد کے ساتھ ہی امام کی رہائش کے لئے ایک مکان بنایا گیا ہے۔ جسمیں کم از کم چار مبلغین کی گنجائش ہے ؎

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے مولانا مولوی صدرالدین صاحب کی مساعی جمیلہ کو یہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ کہ اب تک ۳۱ نفوس حلقۂ اسلام کے اندر آچکے ہیں۔ اور اس کے علاوہ مسلمیش ریویو کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ جرمن زبان میں شائع ہوتا ہے۔ جو بحمد اللہ بہت کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ حضرت مولینا کے ساتھ کام کرنے کے لئے اس وقت ایک اور مبلغ مسٹر فضل کریم خاں دُرانی بھی جرمنی پہنچ چکے ہیں۔ اور ہم دل سے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کی رحمتیں اور برکتیں ان کے شامل ہوں +

گوشوارۂ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن	۱ٹ	۰	۱۲	۸۱۵	مسلم مشن ووکنگ				
قیمت اسلامک ریویو و متفرقات تقسیم	۲ٹ	۰	۱	۱۲۰۱	دی اسلامک ریویو	۴ٹ	۰	۸	۲۴۴۶
برائے تبلیغ اسلام فنڈ	۳ٹ	۰	۵	۱۳۸۹	لیٹریری فنڈ				
میزان		۰	۲	۳۴۰۶	میزان	—	۰	۸	۲۴۴۶

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن۔ عزیز منزل لاہور

نقشہ تفصیل آمدنی در ہندوستان بابت ماہ فروری ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
فتح جنگ جناب عبدالباسط صاحب از اسسٹنٹ پوسٹل آڈٹ آفس مدراس		۶	۷
جناب منہاج الدین صاحب بٹھنڈا	۰	۰	۵
″ عبداللہ خان صاحب امراوتی	۰	۰	۱۲
″ کے انور علی صاحب نگر کنڈا	۰	۰	۴
جناب مسز جناب میاں محمد خان صاحب اکاڑہ	۰	۰	۲۰
جناب فتح محمد صاحب راجمندری	۰	۰	۵
جناب میر فردوس شاہ صاحب کیمل پور	۰	۰	۴
″ کالا خان صاحب رسالدار	۰	۰	۶
″ سید عظمت اللہ صاحب ادونی	۰	۰	۶
″ عبدالمحافظ صاحب باعمکط	۰	۰	۱۰
″ شیخ محمد یوسف صاحب بلوچستان	۰	۰	۲
معلوم الاسم	۰	۰	۱
جناب محبوب علی صاحب دہلوی گوالیار	۰	۰	۰
″ فضل کریم صاحب اباز نی پشاور	۰	۰	۳
جنابہ فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	۰	۰	۱
جناب تاج الدین صاحب منڈی دتم	۰	۰	۵
″ محمد ابراہیم صاحب بھوالی	۰	۰	۱
حضور نواب نعمت یار جنگ صاحب بہادر حیدرآباد	۰	۰	۱۵
جناب فضل الدین صاحب چیت پور	۰	۰	۵
″ میاں غلام حسین صاحب قصور	۰	۰	۱۰
″ خوشی محمد صاحب چھاچی	۰	۰	۵

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب حاجی حافظ بخش صاحب قصور	۰	۰	۵
″ غلام نبی محمد اکرم صاحب ″	۰	۰	۲
″ میاں فتح محمد صاحب گورا ″			۴۰
″ فضل الدین صاحب ″	۰	۰	۵۰
″ حاجی کریم بخش و فتح محمد ″	۰	۰	۵
″ سردار محمد بخش صاحب ″	۰	۰	۱۰
″ غلام رسول میاں محمد صاحب ″	۰	۰	۵
″ کرم الٰہی فضل الٰہی صاحبان ″	۰	۰	۳
″ صبیح الدین صاحب دہلی	۰	۰	۱
″ محمد قاسم صاحب کاہتور	۰	۸	۴۹
″ میاں سلطان علی صاحب میرپور	۰	۰	۱۰
″ مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵
″ سید اکبر سید احمد شاہ صاحب چارسدہ	۰	۰	۱۰
″ امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱
″ محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۱
″ محبوب خان صاحب نومیری	۰	۰	۱۰
جناب فتح محمد صاحب راجمندری	۰	۰	۶
″ محمد صغیر صاحب میکلوڈ گنج بہاولپور	۰	۰	۴
″ ابوطالب صاحب تگی لبین	۰	۰	۲۰
″ جناب غلام ربانی صاحب مانسہرہ	۰	۰	۲۵
متفرق از رامپور	۰	۱۵	۴۰۴
جناب محمد اسمٰعیل صاحب کشمیر	۰	۰	۶
″ برج لال صاحب قصور	۰	۰	۵
میزان کل		۱۳	۸۰۵

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو بشیر فنڈ بابت فروری سنہ ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب سید مقبول احمد صاحب الہ آباد	۰	۰	۵	جناب محمد اسمعیل صاحب فیض آباد دیناج	۰	۰	۵۰
حضور نواب نعمت یار جنگ بہادر حیدر آباد دکن				" غلام ربانی صاحب مانسہرہ	۰	۰	۲۵
مفت تقسیم عنہ طباعت کتب عنہ	۰	۰	۲۰	" کرنل لطافت علی صاحب لدھیانہ	-	۰	۱۰۰
مفت تقسیم اسلامک ریویو۔ محمد قیس صاحب قصور	۰	۰	۲۰	مفت تقسیم ریویو۔ محمد اسمعیل صاحب کشمیر	۰	۸	۴
" " بابو فضل الدین صاحب "	۰	۰	۲۵	" آغا سید حسن صاحب کشمیر			۱۸
" " سید عبد الحلیم صاحب بنگال	۰	-	۵	" " حضور میجر حاجی محمد حمید اللہ خاں صاحب بھوپال	۰	-	۵۰
اسلامی لٹریچر " "	۰	۹	۲				
مفت تقسیم ریویو سیدۃ النساء صاحبہ زہرا "	۰	۰	۵	" محمد الدین صاحب میمن سنگھ بنگال	۰	۰	۵
معرفت جناب خالد خان صاحب کوہاٹ بابت دو احباب	۰	۰	۱۰				
جناب شیخ نیاز احمد صاحب بابت تبادلہ وزیر آباد	-	۰	۴۰۰	قیمت ریویو	۰	۵	۴۵۶
				میزان	۰	۱	۱۲۰۱

نقشہ ۳ تفصیل آمد تبلیغ اسلام فنڈ بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
تبلیغ اسلام فنڈ بابو عبد الرحمن صاحب گوجرانوالہ زکوٰۃ	۰	۰	۱۵	جناب شیخ مولا بخش صاحب لائلپور زکوٰۃ	-	۰	۵۰۰
				" خان علی قلی خاں صاحب کرم	۰	۰	۵۰
جناب احمد یار صاحب چنیوٹ زکوٰۃ	-	۰	۱۰	" خواجہ کمال الدین صاحب لاہور زکوٰۃ	۰	۰	۵۰
" خواجہ محمد فخر الدین صاحب	-	۰	۵	" خواجہ عبد الغنی صاحب " زکوٰۃ	۰	۵	۹
" حضور نواب صاحب پالن پور	۰	۰	۷۵۰	کل میزان	۰	۵	۱۳۸۹

نقشہ ۴ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ اسلامک ریویو بشیر فنڈ

	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ دفتر لاہور از اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء لغایت جنوری سنہ ۱۹۲۵ء ۴ ماہ ..	۰	۰	۲۲۹۲
تنخواہ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۴ء عبد الحمید چپراسی ۲۹ یوم	۰	۸	۱۴
کرایہ دفتر از اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء لغایت جنوری سنہ ۱۹۲۵ء	۰	۰	۴۰
میزان کل	۰	۰	۲۳۴۶

(نوٹ) ستمبر سنہ ۱۹۲۴ء میں مالی سال ختم ہوتا ہے۔ اور اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء سے سال نیا شروع ہوتا ہے، اکتوبر میں بجٹ پاس نہیں ہوا تھا۔ اسلئے بجٹ کے پاس ہونے پر کل عملہ کی تنخواہ ڈال دی ہے۔

اکسیر رحمانی

یہ مجرب اکسیر ذیل کی شکایات کا حکمی علاج اپنے اندر رکھتی ہے جسکی تصدیق میں ہم ذیل کے چند سرٹیفکیٹ پیش کرتے ہیں۔ مسٹر ہیرو بیٹ ہیمنڈ گان کی حیثیت اسیات کی ذمہ وار ہے۔ کہ یہ دوائی اشتہاری حکیموں کی دوائی نہیں۔ معدہ پر اس کا اثر فوراً ہو جاتا ہے۔ لیکن دیگر اثرات بیس سال کی عمر سے کم پر دس دن میں ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کی عمر والا پندرہ دن کے اندر اندر اس کے اثر کو دیکھ لیتا ہے +

(۱) وجع المفاصل یعنی جوڑوں اور اعصاب کی درد (۲) عرق النساء (۳) سوء ہضم یا Dyspepsia (۴) کمزوری دل و دماغ (۵) ایام کی بےقاعدگی (۶) سیلان رحم +

اصل بات یہ ہے۔ کہ یہ دوائی سب سے اول معدہ کی اصلاح کر کے خون صالح پیدا کرتی ہے۔ جس سے جسم کا ہر ایک حصہ قوت پاتا ہے۔ اور رنگت کو صاف کرتی ہے اور وزن کو بڑھاتی ہے۔ پندرہ دن کی خوراک کی قیمت معہ محصولڈاک عہ/ اور ایکماہ کی خوراک عہ/ معہ محصولڈاک +

المشتھر مینیجر اکسیر رحمانی عزیز منزل۔ لاہور (پنجاب)

نقول سندات

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

دماغی مشقتوں نے جو میرے اعصاب کا حال کر رکھا تھا اس سے میں بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ اس دماغی محنت نے میرے معدے جگر اور دل پر بڑا اثر کر رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی۔ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں از سر نو آج سے کچھ سال پہلے کی طرح پھر کام کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ اعصاب کو طاقت دینے میں تو یہ دوائی فی الواقع اکسیر ہے +

منشی سعادت علی صاحب از رامپور

کولے سے لے کر گھٹنے تک میں سخت درد میں مبتلا تھا۔ اس دوائی کے ذریعہ مجھے آرام ہوا +

عالیجناب فرخی صاحب استاد نواب صاحب رامپور

اگر ہشتاد سالہ کی اشتہا اس دوائی کے استعمال سے دگنی ہو جائے۔ تو اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا +

محمد صدیق صاحب مالک کارخانہ صابون محمد صدیق محمد ابراہیم دہلی

مجھے اس دوائی کے چند روزہ استعمال سے از حد فائدہ ہوا۔ میرے جسم میں چستی چلنے میں طاقت اور اشتہا میں زیادتی پیدا ہو گئی +

عالیجناب ولیعہد ریاست سنگرول (کاٹھیاواڑ)

اس دوائی کے استعمال سے میرا وزن دس دن میں ایک پونڈ بڑھ گیا میرے اور متعلقین نے بھی استعمال کیا۔ انہیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا +

عبدالاکبر خان صاحب نائب تحصیلدار چارسدہ

یہ دوائی مجھے خواجہ صاحب کی معرفت ملی ہے استعمال سے میرے جسمانی اور دماغی قوا کو از حد فائدہ ہوا۔ دو تین دن کے اندر جسم میں چستی پیدا ہو گئی۔ میرے ایک اور دوست نے بھی استعمال کیا۔ اور فائدہ اٹھایا +

خانصاحب محمد دلاور خان اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ

میرے چند دوستوں نے اس دوائی کو استعمال کیا۔ انہیں مختلف شکایات تھیں۔ ان سب کو نہایت عمدہ فائدہ ہوا +

محمد عبداللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ سرینگر کشمیر

مجھے اور میرے احباب کو اس دوائی کے استعمال سے اعجازی رنگ میں خارق عادت فائدہ ہوا۔ جسمانی اور نفسانی قوا میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ یہ اعجازی دوائی ایک زندہ کرامت ہے۔ میرے علاوہ محمد موسے خانصاحب۔ محمد اکبر محمد اسمعیل صاحب اور غلام نبی صاحب کو بھی فوری فائدہ ہوا۔ ایک دوست غلام رسول وجع المفاصل سے تنگ تھا۔ اور اسکے گھٹنوں میں درد تھا۔ اسے بھی فوری فائدہ ہوا۔

ملک بشیر محمد صاحب سکرٹری محکمہ مال ریاست جموں و کشمیر

میں نے دوا ہاضمہ کو استعمال کیا۔ قوت ہضم بڑھانے اور اشتہا صادق کے پیدا کرنے میں اسے بے نظیر پایا چند روزہ استعمال سے اس دوا کا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ میرے علم میں کہنہ بدہضمی و امراض معدہ کے دفعیہ کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ خون صالح پیدا کرتی ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ عالم پیری میں جسمانی قوا کی تقویت کیلئے اس دوا سے بہتر نافع دوا نہ ہو گی۔ دماغی کام کرنیوالوں کیلئے یہ دوا از حد مفید ہے +

۲۷ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

عالیجناب حکیم سید لعل شاہ صاحب برق (پشاور)

پچھلے دنوں مسٹر فضل احمد خانصاحب انسپکٹر محکمہ مسکرات کو جبکہ وہ ڈیرہ میں متعین تھے چھ ماشہ "اکسیر رحمانی" کا استعمال کرایا۔ ان کا بیان ہے کہ میرا وزن تین سیر بڑھ گیا۔ اور عام صحت بہ نسبت پہلے کے بہت ہی اچھی ہو گئی +

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے۔ایل ایل بی مبلغ اسلام و امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

رازِ حیات یا انجیلِ عمل

اس کتاب میں فاضل مصنف نے دکھایا ہے کہ مذہب کو روز آنہ زندگی میں دخل ہے۔ ایمان کی ترقی بھی اعمال سے ہوتی ہے۔ قوت۔ دولت و حشمت۔ جاہ و جلال مرفع الحالی کا راز قوتِ عمل میں ہی مضمر ہے۔ جس طرح کہ باغ کی ترو تازگی نشو و نما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا راز قوت عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان میں مقبول ہوگئی ہے۔ قیمت بیجلد ۵ر مجلد عہ

سلکِ مروارید

بلا جلد عہ مجلد ۱۲ر

بیان دس زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے سنہ ۱۹۱۱ء سے لے کر سنہ ۱۹۲۲ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ ان میں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے + بلا جلد عہ مجلد ۱۲ر

توحید فی الاسلام

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں بیان کیا گیا ہے کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے یہی علوم جدیدہ کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے + قیمت بلا جلد عہ مجلد ۵ر

ضرورتِ الہام

بلا جلد ۱۲ر مجلد ۱ر

فی زمانہ تعلیم یافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے۔ کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے اور الہامی مذہب آیا ہے + بلا جلد ۱۲ر مجلد عہ

مکالماتِ ملیہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم اصحاب جنکو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے۔ ان کے لئے مفید ہیں قیمت ۱۲ر مجلد عہ

صلائے نصرت بہ اہلِ ہمت

یہ ایک فارسی نظم ہے جس میں واقعات حاضرہ قرآنی آیات و احادیث سے بری سی اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمانوں پر واضح کی گئی ہے + قیمت بلا جلد ۸ر

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

جلد ۱۲ر مجلد ۱ر

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور سب نام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں۔ فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں اور تمام مسلمانوں کو یک جہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے + قیمت ۱۲ر مجلد ۱ر

براہینِ نیرہ حصہ اول

معروف بہ

زندہ و کامل الہام

اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقیانہ بحث کی ہے + قیمت ۱۲ر مجلد ....عہ

اسوۂ حسنہ

معروف بہ

زندہ و کامل نبی

قیمت ۸ر مجلد ۱۲ر

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی نبی کامل ہو سکتا ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے + قیمت ۸ر مجلد ۱۲ر

المشتہر۔ مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

جلد ۵ ماہ اپریل نمبر ۴ ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل - لاہور

قیمت سالانہ للعہ ممالک غیر کیلئے صہ

شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝
أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ
أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ
عَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا
كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ
لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ
وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ



فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء مطابق ربیع الاول و ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۴ھ نمبر (۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۱۱) بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۵ء نمبر (۱۰)

شذرات

ڈبلن (آئرلینڈ) کے ایک قابل جرنلسٹ کا اعلان اسلام

ذیل میں ہم جناب ۔گن منرو ۔ ایف ۔ آر ۔ جی ایس کا اعلان اسلام شائع کرتے ہیں ۔جنھوں نے مسجد ووکنگ کی اسلامی تحریک کے ماتحت اسلام قبول کیا ہے۔ اس ماہ کے رسالہ کو آپ کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے۔ جناب گن منرو صاحب بہت ہی قابل انسان ہیں۔ اور سب سے زیادہ مسرت انگیز بات یہ ہے کہ آپ ایک قابل جرنلسٹ ہیں۔ ڈبلن میں چند ایک پہلے بھی مسلمان ہیں لیکن اب اس نومسلم کے ذریعہ انشاء اللہ بہت کچھ تحریک ہوگی۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ڈبلن میں خاص طور سے تحریک و تبلیغ شروع کردی ہے۔ اسکے علاوہ گذشتہ ماہ میں Mrs Lottee Hill man Calodon Surrey نے بھی اعلان اسلام کیا +

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قابل نومسلم ایڈیٹر کو اسلام کی حمایت میں زور قلم صرف کرنے کی توفیق دے آمین

اعلان اسلام

معزز برادران اسلام !

میں نہایت ہی خلوص دل سے اپنے قبول اسلام کا اعلان کرتا ہوں۔ جو میں نے

ماہ گذشتہ کی ۲۷ تاریخ کو کیا۔ ضمناً یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ میں نے یہ اعتقادات سالہاسال اسلام اور عیسائیت کے اصُولوں پر غور و تفکر سوچ بچار اور ہر دو کا بخوبی مطالعہ اور موازنہ کرنے کے بعد قبُول کئے ہیں +

بحیثیت ایک مسلمان کے انشاء اللہ اب میرا فرض ہوگا۔ کہ اپنی زیست کے باقیماندہ اوقات کو سچے دین کی خدمت میں صرف کروں۔ اور مجھے اُمید ہے کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکا بحیثیت ایک مصنّف اور رسالجات کے اڈیٹر ہونے کے اپنے نصبُ العین میں کوشاں رہونگا +

مجھے امید ہے کہ میں جلد ہی عرصۂ قلیل کے بعد انگلستان میں اپنا کام شروع کرونگا۔ اور میں نہایت مشکور ہونگا۔ اگر آپ ازراہِ عنایت کسی بات میں میری رہنمائی کریں +

آپ کا بھائی

جے۔ گن۔ منرو۔ ایف۔ آر۔ جی۔ ایس

بنام امام مسجد ووکنگ انگلستان

میں لا ہی جیمز۔ گن۔ منرو۔ پسر جیمز ۴۵ بارسٹن روڈ۔ ڈبلن نہایت خلوص دل سے اور آزادی رائے سے اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں نے دین اسلام اپنا مذہب قبول کیا۔ میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود سمجھتا ہوں۔ اور میرا ایمان ہے۔ کہ محمدؐ رسول اللہ اس کے رسُول اور پیغمبر ہیں۔ اور میں تمام انبیاؤں کو ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ و عیسیٰؑ وغیرھم سب کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اور انشاء اللہ آیندہ ایک مسلمان کی زندگی بسر کرونگا +

لا الٰہ الا اللہ محمد رسُول اللہ

جے۔ گن۔ منرو

ٹینسی (امریکہ) کا مذہبی جنون جولائی ۱۹۲۵ء کا مہینہ مسیحی دنیا میں اس مقدمہ کی وجہ سے یادگار رہیگا۔ جو ڈےٹن (واقعہ ریاست ٹینسی امریکہ)

کے ایک سرکاری سکول کے معلم پر اس وجہ سے چلا کیا۔ کہ اس نے مسئلہ ارتقا کی تعلیم اپنے شاگردوں کو دی تھی۔ اس مقدمہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ معلم مذکور کو سو پونڈ جرمانہ ہوگیا۔ جرم جو اس پر عائد کیا گیا تھا یہ ہے کہ اس نے ریاست کے ایک قانون کو توڑا ہے۔ جس کے رو سے ان سکولوں کے معلمین کو جو سرکاری امداد پر چل رہے ہیں ممانعت ہے۔ کہ وہ کسی ایسی بات کی تعلیم دیں جس سے انسانی پیدائش کے متعلق بائبل کے قصہ کا انکار لازم آئے۔ یا کوئی ایسی بات طلبہ کو پڑھائیں۔ جس سے یہ ثابت ہو۔ کہ انسان ادنےٰ قسم کے حیوانات سے پیدا ہوا ہے۔ کیا مسئلہ ارتقا کی تمام صورتیں بائبل کی کتاب پیدائش خلاف ہیں یا کسی ایک میں مخالفت پائی جاتی ہے؟ اور وہ کونسی صورت ہے؟ کیا امریکہ کی کسی ریاست کو قانوناً یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ کسی ایسی تعلیم سے روک دے۔ جو ریاست کی مجلس وضع قوانین کے نزدیک بائبل کے کسی فقرہ کے لفظی معنوں کے خلاف ہو؟

ان دونوں سوالات پر دوران مقدمہ میں بحث کی گئی۔ ملزم کی طرف سے یہ اپیل کی گئی۔ کہ بائبل کے بہت سے ترجمے موجود ہیں۔ اور کہ امریکہ کے پانچسو لبرے اور مذہبی فرقے بائبل کے بعض فقرات کے معنے کرنے میں ایکدوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے سوال کیا۔ کہ قانون شکنی سے بچنے کیلئے ایک معلم کو کونسا ترجمہ قبول کرنا چاہیئے +

یہ اس مقدمہ کے حالات ہیں۔ جو ابھی حال ہی میں ہوا ہے لیکن سائنس اور مذہبیت میں معرکہ آرائی یورپ کی تاریخ تہذیب کو مطالعہ کرنیوالوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ ان مظالم کی تفصیل کس کو معلوم نہیں جو گلیلو پر توڑے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹینسی کے مقدمہ کو تعجب اور حیرانی کی نظروں سے نہیں دیکھا گیا۔ تاہم ایک چیز ایسی ہے جو ہر اس شخص کی توجہ کو بھی جذب کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ جسے اتفاقاً ایسی باتوں کے مطالعہ کا موقعہ ملتا ہے۔ اور وہ مسیحی تعلیمات

کا وہ رویہ ہے جسکی وجہ سے جب کبھی اور جہاں کہیں اسے اپنا زور اور اثر دکھانے کا موقع میسر آیا ہے علم اور سائنس کی مخالفت کے بغیر وہ نہیں رہ سکی - یوروپین لوگ جب تک سچے عیسائی رہے علم وسائنس کے میدان میں کوئی ترقی نہ کر سکے - ازمنہ توسط کے مسلمانوں اور عیسائیوں میں یورپ کے اندر ایکدوسرے کے ساتھ رہتے ہوئے ایک کھلا اور بین فرق نظر آتا ہے - اول الذکر علم وسائنس کے مربی ہیں - اور موخر الذکر جہالت اور ناقابل عمل معتقدات یعنی سچی مسیحیت کے علمبردار - ان صریح واقعات کے ہوتے ہوئے ہمارے عیسائی دوستوں کا یہ دعوے کس قدر نا واجب ہے - کہ تمام موجودہ ترقیات خواہ وہ دماغی ہوں یا مادی ان مسیحی تعلیمات کا نتیجہ ہیں جو بائبل کے اندر پائی جاتی ہیں - تینسی کا مقدمہ اور کلیسیا کی گذشتہ تاریخ اس دعوے کی کھلی تردید ہے - جسقدر جلد وہ "یوروپین" اور "مسیحی" - فرق کو سمجھینگے - اتنا ہی ان کے لئے بہتر ہوگا - کیونکہ موجودہ دماغی ترقیات کسی مسیحی دماغ کا نتیجہ نہیں - بلکہ یوروپین دماغ کا اثر ہیں - بہر حال ہمارے مسیحی دوست خواہ کچھ کہیں ایک بات نہایت بین طور پر ظاہر ہے - اور وہ بائبل کی تعلیمات کی حالات زمانہ سے عدم مطابقت اور ان کا پرانے زمانہ کے مناسب حال اور غیر مکمّل ہونا ہے ۔

مسیحیّت اور نشان پرستی نشان پرستی کا زمانہ انسانی دل و دماغ کے بچپن کا زمانہ تھا - اس زمانہ میں بقول جناب کرشن بُت اور تصویروں سے گڑیوں کا کام لیا جاتا تھا - بچے گڑیوں کے ساتھ کھیلتے اور ان سے وہ سب کچھ سیکھتے تھے - جو بڑی عمر کیلئے سیکھنا ضروری ہوتا تھا - انسان اپنی عقل و احساس کے بچپن کے زمانہ میں آسمانی صداقتوں کو نظری صورتوں میں سمجھنے کے قطعاً ناقابل ہوتا ہے - اُسے گڑیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ تصویروں اور نشانات سے کام لیتا ہے - لیکن اس بچپن کی عمر سے ہم

گذر رہے ہیں۔ بلکہ جناب کرشن کے زمانہ میں بھی اس عمر سے ہم گذر چکے تھے
اب ہم ان ایام میں ہیں۔ جبکہ علم وعقل کی روشنی دنیا پر طاری ہے۔ اور یہ
ایسا ہی ہے۔ جیسے لندن کی گلیوں اور بازاروں میں سے ہم گذرتے ہیں
اور ہمارے دل کی آنکھ ظاہری آنکھوں کے لئے عینک کا کام دیتی ہے
ہم بعض ایسی ایسی چیزوں کو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ جو ہماری عقل و
احساس کی حدود سے باہر نہیں۔ ان چیزوں کی ہستی کو معلوم کرنے اور
ان پر ایمان لانے کے بعد ہم صحیفۂ قدرت کے اندر تحقیق و تفتیش
شروع کر دیتے ہیں۔ اور موجودہ سائنس کی مختلف ترقیات اور کامیابیوں
لینے اور بھی اضافہ کا موجب ہوتے ہیں۔ کیا ایسی ہی تحقیق و تدقیق ہم علم
دین اور آسمانی صداقتوں کے اندر نہیں کرسکتے؟ ایسا کرنا کوئی امر نہیں
آپ نفسان پرستی کی تائید ہیں جو جی چاہے کہیں۔ لیکن ایک مسلمان
کی وہ حالت جب وہ نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر اذکار میں مشغول ہو۔ ان
بیہودہ باتوں کے قطعاً منافی ہے۔ ایک مسلمان مختلف حالات میں سے
گذرتے ہوئے اپنے دل کو ان تمام باتوں سے علیحدہ کر لیتا ہے۔ جو یاد خدا
سے اسے روکنے والی ہوں۔ اسے کسی بپتسمہ وغیرہ کی ضرورت نہیں
نہ ہی اشنان کے پانی کی رسم کبھی ان لوگوں کے اخلاق کو اعجازی طور پر
بدلنے کا موجب ہوئی ہے۔ جنہوں نے اسے اپنا مسلک اور دستور العمل
قرار دے رکھا ہے۔ واقعات آخر واقعات ہیں۔ جو کسی صورت میں بدل
نہیں سکتے۔ ایک مسلمان اپنی تمام خواہشات اور جذبات پر ایک موت
وارد کر لیتا ہے۔ تمام دنیوی مسرتوں اور دکھوں۔ خواہشات اور حرص و
لالچ وہ اپنے آپ کو علیحدہ کر لیتا ہے۔ تمام دوسری ترغیبات سے اُسے
دل کو موڑ کر وہ محض خدا کی یاد میں اپنے آپ کو لگا دیتا ہے۔ اس وقت
آسمان سے ایک روشنی نازل ہوتی ہے۔ جو اس کے دل پر اپنا قبضہ جما لیتی

اور خداوند کا تخت گاہ بنا دیتی ہے۔ انسانی دل کے اندر جسقدر بت ہیں۔ ان سب کو وہاں سے نکال دیا جاتا ہے۔ اور وہ خداوند تعالیٰ کا مندر بن جاتا ہے۔ اس وقت خود وہ انسان الٰہی روشنی کا کام دیتا ہے۔ اور خدا کا جلوہ اپنے اندر دکھاتا ہے۔ وہی اس وقت اللہ تعالیٰ کا سچّا مظہر ہوتا ہے +

یہاں ہم مسیحیت اور اسلام میں کوئی ایسا مقابلہ کرنا نہیں چاہتے جو ان دونوں مذاہب میں منافرت کا موجب ہو۔ ہمیں دونوں مذاہب کی خوبیوں اور برائیوں پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ نشان پرستی اب یقینی طور پر تنزل کی حالت میں ہے۔ معقول پسند انسان اس سے ہرگز اثر پذیر نہیں ہو سکتا۔ ایک عامہ دل و دماغ کو بھی مت اثر کرنے کے لئے اُسے ایک نہ ایک بُنیاد کی ضرورت ہے۔ اور یہ بنیاد جہالت اور کم عقلی اور بمجھدار لوگوں کے اندر بعض غیر معقول عادات کی شکل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ دور جدید کا اثر مسیحی کلیسیا کو بہت سی ایسی باتوں سے آزاد کرنے کے درپئے ہے۔ جو توہمات کا نتیجہ ہیں۔ کیا جدّت پسند حضرات مذکورہ بالا خیالات و معتقدات پر بھی غور و فکر کرنے کی کوشش کرینگے؟

فرشتہ اور شیطان ہر چیز ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس سے متضاد جذبات ہمارے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ بعض وقت ہمارے اندر نیکی یا بدی کی تحریک ایسے ذرائع سے پیدا ہوتی ہے۔ جو ہمیں نظر بھی نہیں آتے۔ ان ذرائع کو قرآنی اصطلاح میں "فرشتہ" یا "شیطان" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ وہ کوئی انفرادی ہستیاں ہوں یا نہ ہوں (یہ ایک وسیع مضمون ہے۔ اور اس مقصد سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ جس پر غور کرنا یہاں ہمارے پیش نظر ہی ہیں۔ جو کچھ بھی ہیں۔ وہ حقائق کا رنگ رکھتی ہیں۔ ان کیلئے ضروری

ہے۔ کہ وہ اپنی جلانے کی خاصیت کو کام میں لائے۔ وہ ہمارے لئے کھانا پکانے کا کام دے۔ یا شدید سردیوں کے اندر ہمیں گرم کرنے کا موجب ہو۔ یا ایک شہر کے شہر کو اپنے خوفناک شعلوں سے جلا کر خاکستر کر دے۔ اور اس طرح سے دکھ اور تباہی کا موجب ہو۔ یہ دونوں قسم کے حالات انسان پر آتے ہیں۔ ایسا ہی نیکی کی رغبت اور بدی کی طرف میلان بھی اس کو ہر وقت گھیرے ہوئے ہے۔ فرشتہ اور شیطان دونوں اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ اس کی اپنی سمجھ اور عقل پر موقوف ہے۔ اسکی اپنی تربیت کا نتیجہ ہے۔ اس کے اپنے قوے کو نیک یا بد رستہ پر لگانے کا اثر ہے۔ کہ وہ فرشتہ کا کہا مانے یا شیطان کا۔ ہر ایک چیز اپنے ایک خاص معیار پر کسی عمل نتیجہ کو پیدا کرتی ہے۔ لیکن ہمارا بُرا اور بےموقع استعمال اور غلط طریق سے کام لینا جو زیادہ تر جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ بُرائی کا موجب ہو جاتا ہے۔ گناہ ہماری فطرت کے اندر نہیں۔ نہ ہی خدا تعالےٰ کے کاموں میں بدی کا کوئی اثر ہے۔ کیونکہ وہ تمام بدیوں اور بُرائیوں سے منزہ اور تمام خوبیوں اور نیکیوں کا جامع ہے۔ یہ محض ہمارا اپنا طریق عمل ہمارا اپنا پیدا کردہ اثر اور نتیجہ اور اپنی کوششوں کا پھل ہے۔ کہ ہم پر کوئی بدی اور تکلیف وارد ہوتی ہے۔ بُری تحریکات اور گردوپیش کے بُرے حالات ہماری پاکیزگی اور حسن تربیت کو تکمیل تک پہنچانے کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی تسلط ان لوگوں پر نہیں ہوتا۔ جو اپنی عقل و سمجھ کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کر دیتے ہیں۔ اور اسکے نیک اور راستباز بندے ہیں[۵۱]۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہمیں اس قابل بنا دیتی ہے۔ کہ ان بدیوں کا پورے طور پر مقابلہ کریں۔ جو ہمارے گردوپیش حائل ہیں +

[۵۱] ان عبادی لیس لک علیہم سلطن (الحجر۱۵: ۴۲) +

مسلم برادران کے غور کرنے کی ایک نہایت ہی اہم ضرورت

پادری ڈاکٹر ذویمر مشہور دشمن اسلام نے یہاں کے ایک ہفتہ وار اخبار سنڈے ایزر ور کے نمائندہ سے گفتگو کرتے ہوئے ذیل کے الفاظ کہے۔ یہ گفتگو اسلام کے مستقبل کے متعلق تھی۔ اس کا کچھ حصہ ہندوستانی اخباروں میں چھپ چکا ہے:۔

"مسیحی دنیا اور عالم اسلام ایکدوسرے کے بالمقابل رُو در رُو آگئی ہے وہ دن گئے جب خفیہ کارروائیوں سے کام چلتا تھا مسلمان بھی جانتے ہیں۔ اور ہم بھی سمجھتے ہیں۔ کہ اسلام اور عیسائیت میں دنیا کے متعلق فیصلہ کرنے کا وقت آگیا ہے۔ مسلمان اپنی سیاسی طاقت تو کھو بیٹھے اب وہ اپنے ذہنی اور روحانی اسباب کو مضبوط کرنے کی فکر میں ہیں بھاری سوال یہ ہے۔ کہ کیا قرآن علمی تنقید کے نیچے آسکتا ہے۔ اور کیا اُنکے نبی کے اخلاق کی حمایت مسیحی اخلاق کی روشنی میں ہو سکتی ہے" +

پادری موصوف نے بعض باتیں تو سچی کہی ہیں۔ پرانی کھیلیں تو واقعی ختم ہوگئیں جب نوعمر بچے خفیہ طریق پر والدینوں سے جدا کئے جاتے تھے۔ اور انہیں عیسائی بنانے کے لئے دور دراز مشن کیمپوں میں بھیجدیا جاتا تھا۔ روپیہ پیسے اور دیگر لالچوں سے عیسائی تعداد کو بڑھایا جاتا تھا۔ مسلمان آخر اس کھیل کو سمجھ گئے۔ لیکن جس بات نے اس دشمن اسلام کو گھبرا دیا ہے۔ وہ کچھ اور ہے۔ اہل مغرب اب محاسن اسلام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ وہ اب سمجھنے لگ گئے ہیں۔ کہ پادری پروپاگنڈا انہیں اسلام اور شارع اسلام کے متعلق آج تک دھوکا دیتا رہا۔ مجھے عموماً ایسی چھٹیاں آتی رہتی ہیں۔ جن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس تحر...

کے وقت بھی ایک معزز خاتون کی چٹھی میں میں نے ذیل کے الفاظ پڑھے
"آپ کے بھیجے ہوئے کاغذ میں نے نہایت احتیاط سے پڑھے
ان میں میرے غور و فکر کے لئے بہت سی باتیں ہیں سنۃ الواقعہ مجھے اور
میری طرح بہت سے لوگوں کو یہاں قرآن اور اسلام کے متعلق بہت غلط
اطلاع ملی ہے۔ قرآن سنۃ الواقع نہایت اعلے کتاب ہوگی۔ اور
اسکی تعلیمات ضرور ربانی ہیں۔ میں آپ کے مرسلہ کاغذات اپنے پاس رکھتی
ہوں۔ اور انہیں دوسرونکو بھی دکھلاؤں گی"

تیرہ سال ہوئے جب میں اولاً یہاں آیا۔ میری پہلی غرض تو یہی ہے
کہ اسلام کے متعلق یہاں کے نکتہ خیال کا مطالعہ کیا جاوے۔ بہت
تھوڑے ہی عرصہ میں میں نے حقیقت حال کو سمجھ لیا۔ یہ امر تو کوئی
تعجب خیز نہیں۔ کہ ایک غیر قوم دوسروں کے معتقدات کو صحیح طور پر
نہ سمجھ سکے۔ یا ان کے متعلق غلط رائے قائم کرلے۔ یہ ایک طبعی امر ہے
لیکن ظلم تو یہ ہے۔ کہ ہمارے حالات کو ارادتاً غلط طور پر بیان کیا گیا۔ اس
ناواقفی اور جہالت کا تو اب بھی کوئی ٹھکانہ ہی نہیں۔ جو اسلام کے
متعلق مغرب میں موجود نظر آتی ہے۔ جو کچھ ان لوگوں کا علم ہمارے متعلق ہے
وہ سب مخدوش ذرائع سے یہاں پہنچا۔ وہ ہمارے متعلق ایسی باتیں جانتے
ہیں جن کا ہمیں تو علم نہیں۔ اور نہ وہ ہم میں موجود ہیں۔ وہ اسلام کے متعلق وہ باتیں
بتلاتے ہیں جن کا نام و نشان ہماری کتابوں میں نہیں حق تو یہ ہے کہ ان پادریوں کا دماغ
اس امر میں نہایت ہی سرسبز واقع ہوا ہے جہاں وہ صحیح واقعات کو مسخ کردہ صورت میں
بیان نہیں کرسکتے۔ وہاں جھوٹے قصے بیان کردیتے ہیں۔ بیشک یہ اٹھارویں
صدی کا آغاز تھا جبکہ اسلام کو بدترین رنگوں میں پیش کرنے کی تجاویز مغرب میں شروع
ہوگئیں۔ اور آخری صدی کے نصف حصہ تک ان تجاویز پر بڑی تشدد کے ساتھ برابر
عمل ہوتا رہا۔ اس مہم غلط بیانی سے مذہبی اغراض اسقدر وابستہ نہ تھیں جسقدر سیاسی اغراض

ان لوگوں کے سامنے نہیں - ہاں پادری لوگ حسب معمول ان اغراض کے حصول کا آلہ بنائے گئے یہ گروہ غیر مسیحی لوگوں کو مسیح کے جوئے تلے لانے کے لئے ایسے مامور نہیں ہوئے جس قدر وہ انہیں مسیحی حکومتوں تلے لانے میں مستعد ہوتے ہیں جہاں جاؤ خفیہ پولیٹیکل یا در سیاسی اغراض کے پورا کرنے میں ایک جُزو ملحق ہے وہ اغراض بھی بہت حد تک پوری ہوگئیں - اور دنیا کا نقشہ بھی بدل گیا +

اب چند سال سے ان میں ایک تازہ حرکت شروع ہوگئی ہے پھر وہی غلط بیانی کی کھیل موجود ہوئی ہے - لیکن اب ایک اور غرض بھی سامنے ہے +

میرے ابتدائی تین چار سالوں کی رہائش انگلستان نے مجھے یہ سمجھایا کہ اس دنیا کو مذہبی صداقت پر کھڑا کرنا اتنا مشکل نہ ہوگا - اگر ہم جناب ختمیت مآب صلعم کی سیرت اور اخلاق قرآنی کا صحیح نقشہ مغربی پبلک کے سامنے رکھ دیں - میرا یہ قیاس صحیح نکلا اور آئندہ چند سالوں کے کام نے مجھے اس رائے میں اور مضبوط کر دیا انگریز گھر سے باہر اپنے مقبوضات اور ملحقہ آبادیوں میں خواہ کسی خلاق وطن کے واقع ہوئے ہوں مگر اپنے ملک میں ان کا طریق عمل عموماً صحیح اور منصفانہ ہوتا ہے اگر ان پر اپنی غلطی واضح ہو جائے تو اسکی اصلاح کر لیتے ہیں - ہماری گذشتہ کامیابی اسکا ایک ثبوت ہے +

اس کامیابی سے میری مراد یہاں کے نومسلموں کی تعداد نہیں - اور اس معاملہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے احسانوں کے اظہار کیلئے میرے پاس کافی الفاظ نہیں ہیں خدا نے جو کامیابی دی - وہ ان پولیٹیکل کو دنیا کے کسی حصہ میں کبھی نصیب نہ ہوئی لیکن ہماری اصلی کامیابی یہی ہے کہ اسلام کے متعلق جو دروغ بافی یہاں ہو رہی تھی - وہ اہل مغرب کو نظر آنے لگی ہے لوگ ہماری پیش کردہ تعلیم اسلام میں ایک ایسا مذہب دیکھنے لگے جو صاف سادہ اور اپنے اندر عملی خوبیاں رکھنے کے علاوہ ان تحکمانہ عقاید مسیحیت سے بھی پاک صاف تھا جنکی تسلیم کرنے میں عقل و دانش کی بیعزتی ہوتی ہے اسلام اسلئے بھی اہل مغرب کو مرغوب ہو رہا ہے - کہ ایکطرف تو اسلام انسان کی روزانہ عملی زندگی کے متعلق سبق دیتا ہے دوسری طرف اسکی تعلیم انسان کو اسی دنیا میں رکھ کر گھر کی چار دیواری سے علیین تک پہنچا دیتی ہے - اسلام کے قبول کرنے میں وہ عقل و مذہبی معتقدات میں کوئی مغایرت نہیں دیکھتے - وہ اللہ کی صفات میں اس ذات پاک کو دیکھتے ہیں جس کا ظہور کائنات کے ذرے ذرے میں ہو رہا ہے انہیں قرآن میں خدا سے آئے ہوئے وہ الفاظ نظر آئے جن کی تصدیق اس کے فعل سے کائنات میں ہو رہی ہے - اسلام میں انہیں وہ مذہب نظر آتا ہے جو سائنس کے ساتھ متصادم نہیں ہوتا - ایسا ہی اسلامک ریویو اور ہمارے دوسرے لٹریچر کو دیکھ کر

انہیں آنحضرت صلعم کے متعلق اپنی رائے بدلنی پڑی۔ خصیت آپ کی تصویریں انہیں وہ شخصیت بتلاتی ہیں جس نے ان تمام محامد و محاسن کو بدرجۂ اتم ظاہر کردیا۔ جو فطرتِ انسان میں ودیعت شدہ تھے۔ اور یہ امور انہیں خالی خولی الفاظ یا سرمن یا خطبات کے رنگ میں نظر نہ آئے بلکہ ان باتوں کو انہوں نے آنحضرت صلعم کی سیرت شمائل اور افعال میں پایا۔ اس کامیابی پر ہم خدا کے آگے سجدات شکر ادا کرتے ہیں۔ درحقیقت یہی امور دنیا میں تذکرہ کرنے کی کوشش ہونی چاہیئے۔ اور باقی باتیں تو چند دن کا کھیل ہیں۔ میں اپنے کل مسلم بھائیوں کی خدمتمیں یہی عرض کرتا ہوں۔ کہ خصیت آپ کے صحیح خط و خال کو اور قرآنی اخلاق کی صحیح تصویر کو دنیا تک پہنچا دو تو آسانی سے تم لکھوکھا دلوں کے مالک ہو جاؤ گے۔ اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کا رنگ پھر نظر آنے لگجائیگا۔ چند سال ہوئے ہماری طرف سے قریبًا دو صد احادیث کا انگریزی ترجمہ یہاں شائع ہوا۔ تسخیرِ قلوب میں جو ان چند ورقوں نے کیا وہ اثر دیا ان کا عشرِ عشیر بھی تو کسی کے ہزار ہا لکچروں اور خطبوں میں نظر نہ آیا۔ ان تمام باتوں کا اثر خود پادری حلقے تک جا پڑا۔ چنانچہ انہیں یہ جرات تو نہ ہوئی۔ کہ وہ ہماری پیش کردہ شمائل اسلام و سیرت شارع اسلام پر کسی قسم کی خوردہ گیری کرنے۔ اور وہ کرتے ہی کیا۔ وہ تو سرعیب سے پاک تھے۔ یہ باتیں انہیں کھا گئیں۔ اور انکے دلوں میں بیٹھ گئیں۔ انہیں نظر آگیا کہ اب اُن کا دام نہ چلیگا۔ لہٰذا انہوں نے ایک نئی طبیل شروع کردی۔ انہوں نے اپنی تجارت (مذہب) کے زندہ رکھنے کے لئے نیا اشتہار تجویز کیا۔ ہمارے خلاف "نیا اسلام اور نیا محمد" کا شور انہوں نے اُٹھانا شروع کیا۔ لیکن میرے نزدیک ہمارے کام کی داد اس سے زیادہ ہو نہیں سکتی۔ میں اُن کے اس نئے حملہ کو اپنے کام کی حقیقی تعریف سمجھتا ہوں۔ اور اسے اپنے لیے ایک جرات افزا تحریک خیال کرتا ہوں +

اسلام و حضرت محمد صلعم کی اصلی تصویر سے دنیا ناواقف تھی۔ اور جو اہل مغرب نے دیکھا یا سُنا تھا۔ وہ لائبل نویسوں کی قلم کی بخیہ کاری تھی۔ جوں ہی اسلام و بانی اسلام کے چہرے سے بدنما حجاب دُور کیئے جانے کی کوشش ہوئی آنکھیں چندھیانے لگ گئیں۔ اور جن بعض نگاہوں نے کچھ دیکھ لیا۔ وہ حلقہ بگوش ہوگئے۔ ہم سے اگر پوچھو تو یہ ایک راز ہماری ... بھی تاڑ میں تھا۔ اُسے بھی آخر یہی ایک بات سوجھی۔ چنانچہ

ہیں پادری نیش نے یہاں کے عقائد مسیحیت کی ایما پر ایک کتاب شائع کی - اس کا نام "انقلاب فی عالم الاسلام" ہے - اس کے صفحے ۷۸ پر میں ذیل کے الفاظ پاتا ہوں :-

" ہندوستان میں علیگڈھ نے اور انگلستان میں ووکنگ نے ایک نیا استغذا ہی علم کلام پیدا کیا ہے - ہمارے خداوند کے اخلاق کو عمداً بدنما کر کے دکھلایا جاتا ہے - اور بالمقابل محمد کی تصویر کو ایسے خوبصورت رنگوں میں پیش کیا جاتا ہے - کہ جس پر ساتویں صدی کے اہل عرب بھی حیران ہو جائیں - ووکنگ اس کوشش میں ہے کہ محمدؐ کو دُنیا کیلئے اُسوہ بنا کر پیش کرے - اور اسکی تصویر میں دنیا کو سیرت و اخلاق کا بلند ترین نصب العین نظر آئے لیکن اس نئے محمد کو جن رنگوں میں رنگ کر کے پیش کیا جارہا ہو وہ تو مسیحی صندوق مصوری کے رنگ ہیں + یعنے یہ کُل کی کُل باتیں جو سرور کائنات کے متعلق لکھتے ہیں - وہ عیسائی اخلاق کی کتابوں سے تمنے سرقہ کی ہیں - اس قسم کی تحریریں مختلف شکلوں میں نکل رہی ہیں +

ایک اور شخص "ڈاکٹر ڈبلیو سٹنٹن" نام سے جس کو وہم ہو گیا ہے - کہ اس کے مختصر قیام ہندوستان نے اس کو ایک گونا نہ صرف ہندوستان کے متعلق بلکہ اسلامی معاملات مذہبی میں مشار الیہ بننے کا حق دیدیا ہے - اس نے بھی ایک عیسائی اخبار میں گھبرا کر یہ لکھدیا ہے کہ "جو اسلام ووکنگ سے تبلیغ ہوتا ہو وہ نہ اس نے کبھی دیکھا نہ سُنا"۔

بات تو صحیح کہتا ہے - اس سے پہلے وہ اسلام کی اصلی شکل سے واقف ہی نہ تھا - اس نے مستعار اور رنگین عینک سے اسلام کا مطالعہ کیا تھا اور مطالعہ سے پہلے یہ ارادہ کر لیا تھا - کہ اسلام پر حربہ کرنے کے لئے وہ کس طرح تیار ہو سکتا ہے - یہ ہی شخص ہے جو ہندوستان میں پادری وائٹ بریخٹ کے نام سے مشہور ہے - ووکنگ کی تصویر اسلام پر وہ کیا کہہ سکتا تھا - وہ تو اُسے کھا گئی - ہاں اپنے ہمنواؤں کے ساتھ اسکی لب پر بھی عالم یاس میں یہی فقرہ آیا -

"ووکنگ میں جدید اسلام"

میں خیال کرتا ہوں کہ دشمن ہمارے مقابل جی ہار بیٹھا - کیونکہ جو ہم لکھتے ہیں - اس سے نہ صرف ان کے کذب کی قلعی کھلتی ہے - اور ان کی بڑائی محنت پر پانی پھرتا ہے - بلکہ وہ اُن کے دلوں پر اس قدر گہرا اثر کر رہی ہے - کہ وہ اور تو کچھ نہیں کہتے نہ کہہ سکتے ہیں - ہاں اسے مستعار

سمجھ رہے ہیں۔ جس لباس میں آنحضرت صلعم اب یہاں جلوہ گر ہو رہے ہیں۔ اس کی دلربائی پر تو حرف نہیں لاتے۔ ہاں اسے مانگے ہوئے کپڑے بیان کرتے ہیں +

اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمنے ایک طرح مشکل پیش آمدہ کا حل پیدا کر لیا ہے وہ کنجی مل گئی جس سے اسلام و شارع اسلام کی خوبصورتی کے دیکھنے کیلئے مقفل قلب مغرب کھل سکتا ہے۔ اب ہمارے ذمہ یہ امر ہے کہ ہم مستند حوالجات کے ساتھ اپنی پیش کردہ تصویر اسلام و شارع اسلام کو مبرہن کر دیں۔ ہم دکھلا دیں کہ دنیا کی حقیقی اسوۂ کی تصویر جو ہمارے لٹریچر میں نظر آتی ہے۔ اس کے رنگ قرآن سے اور ان کتب حدیث سے لئے گئے ہیں۔ کہ جن کی صحت کا پایہ انجیل۔ توریت کو خواب میں بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا آئندہ کا کام یہی ہونا چاہئے۔ چنانچہ میں نے ایک کتاب لکھنی شروع کر دی ہے جسکا نام

"اسوۂ انبیاء"

ہوگا۔ اس کا نام اسکے موضوع کی تشریح ہے۔ اسمیں آنحضرت صلعم کے متعلق جو کچھ لکھا جائیگا وہ قرآن کریم یا بخاری شریف یا دیگر کتب حدیث کے حوالہ سے ہوگا۔ آپکے خلق کو آپ کے افعال سے روشن کیا جائیگا۔ وعظ کر لینا یا پند و نصائح کے رنگ میں کوئی خطبہ پڑھ دینا تو ہر ایک کر سکتا ہے لیکن ان پر عمل پیرا ہونا ہر ایک کا کام نہیں۔ جناب مسیح نے بھی ایک پہاڑی کے کوتے پر کھڑے ہو کر کچھ کہدیا تھا۔ لیکن ان کی زندگی میں ان کے مواعظ نے عمل کی شکل اختیار نہ کی۔ اگر خدا کو منظور ہوا تو یہ کتاب اکتوبر مہینے کے اخیر تک شائع ہو جائیگی۔ اس قسم کی کتابیں جتنی بھی نکلیں تھوڑی ہیں۔ اس سے نہ صرف مغربی لوگوں کو اپنے غلط خیال کی اصلاح کا موقعہ ملیگا۔ بلکہ بہت سے مسلمان بھائی بھی اس سے مستفید ہوں گے۔ اور یہ زمانہ تو کچھ ایسا واقع ہوا ہے۔ کہ اگر کچھ ہو سکتا ہے تو وہ تحریر کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب بہت ضخیم نہ ہوگی۔ نہ اس میں لفظ آرائی ہوگی۔

ما قل ودل کے اصول پر لکھی جائیگی - پھر بھی دو سو صفحے سے کیا کم ہوگی - اس کی جلد بھی خوبصورت ہوگی - میں نے مطبع والوں سے حساب کیا ہے - ان کے فی کاپی دو شلنگ خرچ آئینگے - لیکن میری دلی خواہش ہے - کہ یہ کتاب برائے نام قیمت پر بکے یا مفت تقسیم ہو - یہ امر تو ہی ہوسکتا ہے - اگر مسلمان بھائی اس کام میں میرا ہاتھ بٹائیں +

اس کتاب کے علاوہ میں دو اور کتابیں بھی شائع کرنے کا ارادہ کرتا ہوں ایک تو احادیث شریف کا انگریزی ترجمہ ہوگا جسمیں پانصد حدیثیں ہونگی - اور دوسری کتاب "احلاق قرآنیہ" پر ہوگی - اگر ایک انسان اپنی کل کی کل زندگی اس کام میں خرچ کردے تو بھی تھوڑا ہے - لیکن میرے نزدیک ان تین کتابوں کی اشد ضرورت ہے - اور میں برادران اسلام سے معاونت کی اپیل کرتا ہوں - ہمارے کل کاروبار کبھی تجارتی اصول پر نہیں ہوتے کتابوں کی اشاعت میں صرف اسی قدر خیال ہوتا ہے کہ اصل لاگت وصول ہوجائے اور پھر باقی مفت یا برائے نام قیمت پر تقسیم ہو - کتاب ینابیع المسیحیت جس نے یہاں بھی گفر توڑ کام کیا - اسی اصول پر شائع ہورہی ہے - جو اسے پڑھتا ہے عیسائیت کی طرف سے عموماً متزلزل ہوتا ہے - اس کا پہلا ایڈیشن اگرچہ ابھی ایکسال ہی ہوا ختم ہونے پر ہے - اور دوسرے ایڈیشن کا فکر ہورہا ہے - لہٰذا میں اس کام کیلئے فہرست چندہ کھولتا ہوں - اور اُسے "امداد بغرض اشاعت ادبیات اسلامیہ فی بلاد الغربیہ" کے نام سے موسوم کرتا ہوں - تھوڑی تھوڑی امداد سے بہت کچھ ہوسکتا ہے - اگر کوئی مسلم بھائی ایک دو تین روپیہ کی مختصر رقم سے ہمیں مدد دے تو دو ایک کتابیں مفت تقسیم ہوجائینگی میں اس فہرست کو اپنے محقر چندہ مبلغ پانچ پونڈ (ستر روپیہ) سے شروع کرتا ہوں - میں چاہتا ہوں - کہ دو کتابیں یعنے اُسوہ انبیاء اور ترجمہ احادیث تو اس سال کے اخیر تک شائع ہوجائیں - پہلا ترجمہ احادیث کوئی گیارہ سال ہوئے

جب ہمنے نکالا - اسکی پہلی ایڈیشن کے اخراجات مرحوم نواب حاکم الدولہ صاحب (حیدرآباد دکن) کی بیگم صاحبہ نے عطا کئے - اس کے دو ایڈیشن نکل کر ختم ہو چکے ہیں - دس ہزار سے اوپر کاپی میں یہ کتاب نکل چکی ہے - اب کے جو ترجمہ نکلے اس میں ایک نو پانصد حدیث ہوگی - دوسرا اسکی شکل اور جلد بھی اعلےٰ ہوگی - یہ کتاب دراصل آنحضرت صلعم کے قلب مطہر کے مطالعہ کے لئے ایک کھڑکی کھول دیتی ہے جس سے آپ کا جمال معنوی وصوری کچھ ایسی دلربا شکل میں نظر آنے لگتا ہے - کہ انسان اپنے آپ کو قربان کر دینے پر تیار ہو جاتا ہے - یہی وہ چیز ہے - جس سے ذومیر اینڈ کمپنی کی دکان اور ایسا ہی اس قبیل کی دوسری دکانوں کا دیوالہ نکل جائیگا - جو اس پادری نے اخلاق نبوی کے متعلق مذکورہ بالا الفاظ تعریض وطنز کے لکھے ہیں - اس کا جواب انشاء اللہ اکتوبر کے اسلامک ریویو میں دیدیا جائیگا +

پتہ مسجد ووکنگ انگلستان
۱۰ - اگست ۱۹۲۷ء

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

رقم معاونت اگر تو براہ راست پوسٹل آرڈر اور چک کے ذریعہ آئے تو اچھی ہے ورنہ ہندوستانی بھائی اپنی رقوم سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور کے نام بھیجدیں - اور وہ یہاں بھیج دینگے +

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

ماخوذ از اسلامک ریویو ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء

اسلام پر بعض اعتراضات

(۱) جنگ

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ انگلستان)

یہ ایام حقائق و واقعات کے ہیں۔ وہ دن گئے جب قیاسات اور نظریہ باتیں کفایت کرتی تھیں۔ تجربہ اور مشاہدہ اس وقت بنیاد یقین سمجھا گیا ہے۔ واقعات۔ تخیلات کے قائمقام بن گئے ہیں اور انہیں کی روشنی میں ہم ہر ایک چیز کو دیکھنا چاہتے ہیں علمی بحثیں بھی اسی وقت باعث ایمان و ایقان ہو سکتی ہیں۔ جب ان کی تشریح امور مثبتہ سے ہو سکے۔ جنگ عظیم نے جہاں صدہا قسم کی تباہیاں پیدا کیں۔ وہاں یہ تو ہُوا کہ اس سے بعض اسلامی صداقتیں پایۂ حقیقت کو پہنچ گئیں۔ حالات جنگ نے خود ان لوگوں کو ان اسلامی تعلیمات کے اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ جن پر پہلے وہ طرح طرح کے اعتراضات کیا کرتے تھے۔ یورپ کے ققنس نے ایک زبردست آگ بھڑکا دی۔ اور اپنے ہی بازوؤں سے اسکو اچھی طرح مشتعل کیا۔ خود بھی اسمیں جل مرا۔ لیکن خاکستر کے ڈھیر سے وہی ققنس مغرب ایک نئے جانور کی شکل میں جی اُٹھا۔ جرمن نے آتش حرب بھڑکائی۔ جس سے کُل یورپ خطرہ میں پڑ گیا۔ بلجیم اس آگ کا پہلا شکار ہُوا۔ حفاظت خود اختیاری کی رُوح جو در اصل رُوح بقا ہے۔ ان لوگوں میں بڑے زور کے ساتھ کام کرنے لگی۔ جو اس سے پہلے مسیح کے خطبۂ کوہی کے اور وہ بھی زبانی دلدادہ تھے۔ وہ حسرت کے ساتھ اس سوال پر غور کرنے لگے۔ کہ کیا جناب مسیح کی یہ تعلیم کہ جو تمہاری ایک

گال پر طمانچہ مارے اس کے آگے دوسری گال کردو۔ اس مصیبت کے وقت کسی کام کی ہے یا نہیں۔ آخر انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ تو محض خوش کن باتیں ہیں اس پر عمل کرنا تو بلا آفت کو اپنی طرف بلانا ہے۔ شہزادہ سلامتی کی باتوں پر کان دھرنے کا یہ وقت نہیں شاخ زیتون (مسیحی نشان امن) اب کچھ کام نہ دیگی۔ اب تو تیغ آہنی ہی کچھ کام دے تو دے +

یورپ میں بھی کلیسیہ صدیوں سے حکومت وسیاست کا آلہ بنا ہوا ہے۔ لوگوں کی اصلاح کا کام تو کلیسوی منبر بہت کم کرتے ہیں۔ ہاں انگریزی سلطنت سے کام ہمیشہ مسیحی منبر کام دیتے ہیں۔ مسیحی واعظ تعلیم مذہب کی بجائے گرجوں میں اور منبروں سے وہ وعظ کرتے ہیں جس کی ضرورت وقتی اور ملکی سیاست پیدا کردے۔ چنانچہ اسوقت مسیح کے الفاظ خطبہ کوہی تو بالائے طاق کردیئے گئے۔ اوران سب کی بجائے آغاز جنگ سے بعد ہی مسیح کا ذیل کا فقرہ مختلف خطبات ومواعظ کا متن بنایا گیا کہ

"میں تلوار اور آگ کو لیکر دنیا میں آیا ہوں"

یہ زمانہ کی روح پادریوں تک میں سرایت کرگئی۔ چنانچہ ۹ جون ۱۹۱۵ء کو پادریوں کی ایک بڑی جماعت قسیسی لبادے اور جبے پہنے ہوئے ہائیڈ پارک لندن کی طرف فوجی ترتیب کے ساتھ آئی۔ ان کا سالاری کا کام بشپ لندن کے سپرد تھا۔ جب یہ مسیح کی بھیڑیں ماربل آرچ پر پہنچیں۔ تو بشپ موصوف نے ایک گاڑی کی چھت پر کھڑا ہوکر ایک تقریر کی جس میں ذیل کے الفاظ بھی تھے۔

مذہب ہتھیار ہے۔ یہ تمام فقرات جنکی طرف معترضان جنگ جنگ میں وقت لیتے ہیں ... اشارہ کرتے ہیں۔ ان کے مفہوم کو نہ وہ سمجھتے

ہیں نہ انہیں وہ صحیح طور سے استعمال کرتے ہیں۔ اگر کوئی بدقماش کسی معصوم بچے کو تکلیف دے تو کیا ہم مُنہ دیکھتے رہیں۔ نہیں۔ ایسے موقعہ پر ہمیں اسی بدقماش کو پُورا سبق دینا چاہیئے۔ اگر چھوٹی قومیں اپنے حقوق کی حفاظت میں اس وقت لڑ رہی ہیں۔ تو بڑی قوموں کو چاہیئے کہ وہ میدان میں آنکلیں۔ اور زبردست سے کمزور کو بچائیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ان حملہ کنندوں کو ان جگہوں سے نکالدیں۔ جہاں وہ اسوقت قبضہ کیئے ہُوئے ہیں۔ اگر ہم آج تک خاموش رہتے اور کچھ نہ کرتے تو برطانیہ کے بچّوں اور عورتوں کے ساتھ بھی وہی سلُوک ہوتا۔ جو اہلِ بلجیم کے ساتھ ہُوا +

علاوہ ازیں جیمسفورڈ کے بشپ نے بھی مقام الفورڈ میں اس موضُوع پر تقریر کرتے ہُوئے کہا۔ کہ جنگ اس وقت تک جاری ہے۔ اور یہ نہ صرف جہالت ہی ہوگی۔ بلکہ ایک جُرم عظیم ہوگا۔ اگر ہم تلوار کو نیام میں ڈال لیں جب تک وہ مقصد حاصل نہ ہو جس کے لئے ہم نے تلوار نکالی +

یہ حربی وعظ جب اس حیثیت کے مُعلّمان مسیحیّت کی زبان سے نکلے تو پھر کیا تھا۔ چاروں طرف ہر گرجے اور کنیسے میں سے آواز جنگ آنے لگی۔ لیکن ایک غور کرنے والا دیکھ سکتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ انجیل کی تعلیم کے خلاف تھا۔ حق الامر تو یہ ہے۔ کہ ایام جنگ کے لئے انجیل تو زیر تعطل کردی گئی۔ اور عیسائی دُنیا نے مجبُوراً قرآن و محمدؐ کی پیروی کرنی شروع کی۔ ہر عیسائی مُلک میں جبریہ خدمات جنگی کا قانون نافذ کیا گیا۔ یہ سب کچھ تعلیم

د نٹ نوٹ: مسیح کی تعلیم جنگ کے خلاف ہے۔ اسکی تعلیم ہے کہ حملہ کے مقابل سر نیچا کرلو۔ اور مقابلہ نہ کرو۔ اس جنگ کے پیدا ہونے پر اس تعلیم پر چلنے والوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی جنہوں نے اعلان کیا۔ جنگ میں حصہ لینا خلاف تعلیم مسیح ہے۔ جب انگلستان میں جبریہ خدمات فوج کا قانون پاس ہوا۔ تو ان لوگوں نے اس کی اطاعت نہ کی اور قید ہوئے۔ اس مضمون نے عمدہ میں معترض جنگ کا نام دیا ہے +

مسیح کے صریح خلاف تھا۔ سب کے سب تو اندھے نہ تھے۔ ایک جماعت اٹھی۔ جنہوں نے اس بدعت کی مخالفت کی وہ شمولیت جنگ کو خلاف تعلیم عیسوئیت سمجھتی ہیں۔ وہ اس پر معترض ہوئے۔ ان کے نزدیک تلوار اُٹھانا بھی صحیح نہ تھا۔ اُنھوں نے میدان جنگ کی بجائے جیل میں جانا پسند کیا۔ آئے دن ایسے لوگ مجرم ٹھیرائے گئے۔ اور اگرچہ ان کا یہ فعل بالکل تعلیم انجیل کے مطابق تھا۔ لیکن کلیسیہ نے ایک لفظ بھی ان کی حمایت میں نہ کہا۔ بہرحال اس اصُول کی ترویج میں کہ جان و مال کی حفاظت میں تلوار کو اُٹھانا ضروری ہے۔ انگلستان اور اوراس کے حلیف ایک طرح مسلمان ہو گئے۔ اور عیسائیت کو اُنھوں نے برطرف کیا۔ قرآن نے ذیل کے احکام اس معاملہ میں فرمائے +

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر ن الذین اُخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (سورہ حج آیت ۴۰) +

جن لوگوں پر (مخالفوں) نے جنگ کیا۔ اب ان کو جنگ کی اجازت دیجاتی ہے۔ یہ لوگ مظلوم ہیں۔ اور اللہ ان کی امداد پر قادر ہے۔ یہ لوگ گھروں سے نکالے گئے۔ اور ان کا قصور صرف اتنا ہے۔ کہ وہ اللہ کو اپنا رب پُکارتے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بعض کے ذریعہ بعض کی سرکوبی نہ کرتا تو پھر خانقاہیں۔ کنیسے: یھودیوں کے معابد اور مساجد وغیرہ جنمیں خدا کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے۔ سب کے سب گرائے جاتے +

مسلموں کو جنگ کرنے کا یہ پہلا حکم آنحضرت کے وقت ملا۔ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے تلوار اُٹھانے میں پہل نہ کی۔ پُورے تیرہ برس تک وہ مظالم کا ہدف بنائے گئے۔ انکی جائدادیں

چھین لیگئیں۔ وہ گھروں اور وطنوں سے نکالے گئے۔ جب ان مظالم
کی کوئی حد نہ رہی۔ تو نبی کریم مع چند دوستوں کے مدینہ کو ہجرت کر گئے
اور مسلمان بھی وہاں پہنچ آئے۔ لیکن کفار مکہ کہاں صبر کر سکتے تھے
وہ بھی پیچھے پیچھے حملہ کرنے کے لئے پہنچے۔ فوج مکی آنحضرتؐ پر
حملہ کے لئے مدینہ کو روانہ ہوئی۔ حکم الٰہی کے ماتحت آنحضرت صلعم کو
اپنی حفاظت کیلئے مدینہ سے اندفاع جنگ کیلئے نکلنا پڑا۔ یوں تو
بہت سے جنگ ہوئے لیکن پہلی تین لڑائیاں بدر۔ اُحد اور مدینہ پر
ہوئیں۔ تیسری لڑائی کا نام جنگ احزاب ہے۔ ان تینوں لڑائیوں کا
مقام ہی بتلا دیتا ہے۔ کہ کون جارحانہ رنگ میں لڑنے کے لئے
نکلا۔ اور کس نے اپنی جان بچائی۔ مکہ مدینہ میں قریباً بارہ منزل کا
فاصلہ ہے۔ پہلا جنگ مقام بدر پر ہوا جو قریب تین منزل مدینہ
سے اور ۹ منزل مکہ سے ہے۔ اُحد کی پہاڑی مدینہ سے ایک منزل
اور مکہ سے گیارہ منزل پر اور جنگ احزاب میں تو خود مدینہ کا محاصرہ
ہوا۔ اب یہ تینوں مقام ہی خود کہتے ہیں۔ کہ اہل مکہ ہی جنگ کرنے
گھر سے نکلے۔ اور مسلمانوں نے صرف اپنی حفاظت میں تلوار اٹھائی
ان تینوں جنگ کے بعد ایک قسم کی حربی حالت کل ملک عرب میں پیدا
ہوگئی کہیں مسلمانوں نے جارحانہ حملہ کئے کہیں اندفاعی طور پر لڑے
لیکن ان تمام جنگوں میں مسلمانوں کی ہدایت کیلئے ذیل کا قانون خدا کی
جناب سے نازل ہوا۔ اور کون ہے جو اس قانون کی افضلیت پر ایک
منٹ کے لئے شبہ کر سکے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب فریقین میں
حربی حالت پیدا ہو جاوے +

وقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم
والفتنۃ اشد من القتل .... فان انتھوا فان اللّٰہ غفور رحیم

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین ۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۹۱ ۱۹۲

یہ (جنگ کرنیوالے) جہاں ملیں ان کو قتل کرو ۔ اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ۔ تم ان کو ان جگہوں سے نکال ڈالو ۔ اور قتل سے تو فتنہ زیادہ شدید ہے ۔ . . . ہاں اگر یہ لوگ جنگ سے باز آ جائیں ۔ تو اللہ غفور الرحیم ہے (تم بھی معاف کرو ۔ اور رحم کرو ۔ (۱۹۱) جنگ جاری رکھو جب تک کہ فتنہ ختم نہ ہو جائے ۔ اور مذہب یہ معاملہ خالصتہً (ہر ایک کا) خدا کے ساتھ ہو (کسی کا جبر کسی پر نہ رہے) ہاں اگر وہ (جنگ اور فتنہ سے) باز آ جائیں تو پھر ظالموں کے سوا کسی کے خلاف کچھ سختی نہ کی جاوے ۔

ان الفاظ پر غور کرو ۔ اور ان سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسلام نے جنگ کا مقصد کیا رکھا ہے (۱) ان کو جنگ کی اجازت دیجاتی ہے جن کے خلاف لوگ جنگ کر رہے ہیں ۔ اور وہ مظلوم ہیں (۲) "ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں ۔" اور ان کو گھروں سے نکالو جنھوں نے تمہیں گھروں سے نکالا ۔" اس حکم کی صداقت پر کون حرف لا سکتا ہے ۔ اور پھر حکم ہوتا ہے کہ جس وقت دشمن لڑائی چھوڑیں جنگ ختم کر دو ۔ اور ظالم کے مقابلے کے سوا کسی سے بھی جنگ یا عداوت نہ رکھو ۔ مسلمان کا فرض ہے کہ فتنہ کے ختم ہوتے ہی تلوار نیام میں کرلے ۔ جس وقت ہر ایک شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہو جائے ۔ ہر ایک شخص کو کامل اختیار ہو کہ جو چاہے مذہب قبول کرے ۔ جو مذہب چاہے چھوڑ دے ۔ مذہبی عقاید کے قبول کرنے میں کوئی جبر و اکراہ نہ ہو ۔ اور اس جبر و اکراہ کا نام قرآن نے فتنہ رکھا ہے ۔

الغرض جب مذہب کا معاملہ خدا اور انسان میں ہو جیسے کہ مقدس الفاظ ویکون الدین للہ اشارہ فرماتے ہیں ۔ تو پھر مسلمان کا فرض ہے ۔ کہ کسی قسم کا جنگ نہ کرے ۔ اس طرح قرآن کریم نے آزادی مذہب کا وہ وسیع اصول تعلیم

کیا ہے۔ کہ اسکے مقابل کہیں اور تلاش بالکل بے سود ہے۔ یہ امر بھی نہایت ہی قابل غور ہے۔ کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ خدا کے معابد کی حفاظت میں اپنی جان لڑا دیں۔ خواہ وہ معابد کسی مذہب کے ہوں۔ گرجا ہو۔ کنیسہ ہو۔ مندر ہو۔ یہودیوں کی عباد تگاہ ہو۔ کسی مذہب کی خانقاہ ہو۔ کیا کسی اور مذہب کے شارع یا بانی نے کوئی ایسا وسیع اصول قائم کیا یا تعلیم کیا؟ کیا کسی مذہبی کتاب نے اپنے پیرووں کو ہدایت کی۔ کہ وہ دوسرے مذاہب کے معابد کی حفاظت میں جان تک لڑا دیں؟ مسلمان ان احکام کے ہمیشہ پابند رہے۔ کیا ان احکام کے ہوتے ہوئے بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ کبھی اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا؟ کیوں ہمارے مخالف بھی آنحضرت صلعم یا صحابہ کرامؓ کی زندگی میں کسی ایک مثال کا حوالہ نہیں دیتے جب کسی شخص کو تلوار کے ذریعہ اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہو؟ وہ لاکھ کوشش کریں۔ وہ بالضرور ناکام رہینگے۔ یوں تو زمانہ اسلامی اصول جبر پر مُنہ چڑھاتا رہا۔ لیکن آخر اس جنگ عظیم نے دنیا کی آنکھیں کھولدیں۔ اور جو کچھ ہمارے خلاف اس امر میں دنیا کہتی رہی اُنہیں واپس لینا پڑا۔ اس جنگ عظیم میں جرمنی حملہ کے بعد جو شریک ہوُا اُسے اپنے اس فعل کی جوازیت میں وہی کہنا پڑا جو قرآن نے کہا +

۲- کثیر الازدواجی

اس جنگ عظیم نے یورپ میں وہی حالت پیدا کردی جو آنحضرت صلعم کے وقت جنگِ اُحد کے بعد مدینہ میں پیدا ہوگئی تھی۔ اور جس وقت قانون کثیر الازدواجی وہاں نافذ ہوُا۔ نیچر کے عورت مرد کو عطا کردہ قوائے منفقہ۔ بقاء نوع کی ضرورت۔ بچوں کی پرورش یہ تین چیزیں رسم کتخدائی کا موجب ہوگئیں۔ اور ہر ایک مرد اور عورت کا اپنے جوڑہ کو تلاش کرنا ان کے حقوق پیدائشی میں شامل ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ جنگِ عظیم کے بعد

بنی میں چھٹکتا عورتیں ہوگئیں تو ان اور ممالک دیگرہ کا بھی یہی حال ہوا
قدرت کے عطا کردہ جذبات تو مر نہیں سکتے۔ لیکن کثرت نسوان سے ایک
ایسا نازک سوال اسوقت یوروپین تمدن کے سامنے آگیا ہے۔ کہ جسکو
کسی قانون کے ذریعہ حل کرنا کوئی آسان امر نہیں۔ کثیر الازدواجی کے سوا
جو بھی تجویز سوچو وہ اخلاق کو نباہ کردیگی۔ اور تو نسل کثیر التعداد کو مفقود کردیگی +
یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ جیسے کہ میں نے اوپر ذکر کیا
کہ قانون کثیر الازدواجی نے اس وقت مدینہ میں نفاذ پایا۔ جب جنگوں
نے مسلم کمپ میں عورتوں کی تعداد بڑھا دی تھی۔ یتیم اور بیوہ عورتیں
چاروں طرف نظر آنے لگیں۔ ان کا کوئی خبر گیر نہ تھا۔ چنانچہ قرآن
میں جہاں ایک سے زیادہ بیبیاں کرنے کا ذکر ہے۔ وہیں یتامے
کا اور ایسی بیکس خواتین کا بھی ذکر ہے۔ کثیر الازدواجی کسی قانون جبری
کے طور پر اسلام میں نہیں یہ تو ایک قسم کی رخصت ہے۔ جو حسب ضرورت
استعمال ہو سکتی ہے۔ یہ ہم پر فرض نہیں۔ یہ علاج مصائب ہے۔ ہر ایک
مسلمان کا حق نہیں کہ وہ ایک سے زیادہ شادی کے فکر میں لگجاوے۔
خاص حالات ہی پیدا ہو کر اس اجازت سے متمتع ہونے کا ایک مسلمان
کو حق دیتے ہیں۔ پھر اگر زیادہ بیبیاں ہوں تو حسن سلوک میں برابری
ایک اور مشکل چیز ہے۔ جو بیبیوں کے سلوک میں عدل کرنا نہیں جانتا
وہ ایک سے زیادہ بیبیاں کرنے میں گنہ کرتا ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ عورتیں
اس قانون کو پسند نہیں کر سکتیں۔ لیکن اسلام میں کوئی عورت کسی کے ساتھ
شادی کرنے پر مجبور نہیں ہو سکتی۔ اس کا اختیار ہے۔ کہ وہ کسی ایسے مرد سے
شادی نہ کرے جسکے ہاں پہلے ایک بی بی ہے۔ ایسا ہی جب وہ کسی کے
حبالہ نکاح میں آوے۔ تو اس سے شرط کرالے۔ کہ وہ مرد بعد میں کوئی اور شادی
نہ کریگا۔ اور اگر شادی کرے تو عورت کا حق ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو مطلقہ سمجھے

یا حقوق زناشوئی سے انکار کر دے۔ اور ساتھ ہی خاوند ایک کافی تاوان جو بروقت نکاح مقرر ہو۔ عورت کو دے۔ دُنیا میں کونسا مذہب یا تمدن ایسا ہے۔ جس نے ان مشکلات میں عورت کے حقوق کی اِس طرح حفاظت کی +

عجیب بات تو یہ ہے۔ کہ اسلامی کثیر الازدواجی پر نکتہ چین وہ قوم ہے جو مسلمانوں سے کہیں زیادہ ایک چھت تلے زیادہ عورتوں کو رکھتے ہیں۔ رسم شادی کو اسکی اصلی حیثیت میں اگر دیکھا جاوے تو مرد عورت کا ایک جگہ جمع ہو جانا شادی کہلاتا ہے۔ یہ تو بچوں کی پرورش و تربیت اور تحقیق نطفہ کا سوال ہے۔ جس سے شادی کی رسم میں ایک اخلاقی تقدیس پیدا ہو گئی ہے۔ لہٰذا اس رسم کو اگر اسکی اصلی حیثیت میں دیکھا جاوے۔ تو اہلِ مغرب اہلِ مشرق سے کہیں زیادہ کثیر الازدواج ہیں۔ اہل مشرق یا مسلمان تو پھر ایک خاص تعداد کے پابند ہیں۔ اور وہ بھی خاص حالات میں یہ بات کرتے ہیں۔ اور پھر اُنہیں ان کا قانون اجازت دیتا ہے۔ مغرب میں کیا حال ہے۔ نہ قانون کی اجازت۔ نہ سوسائٹی کی طرف سے رُخصت لیکن کس نفرت انگیز طریق پر عورت مردان گھروں میں جمع ہو جاتے ہیں جہاں مرد کی پہلی عورت موجود ہوتی ہے۔ اور پھر کسی تعداد پر اکتفا نہیں ہوتا +

اصل وقت جس کا علاج اس وقت کثیر الازدواجی سے بہتر زمانہ کو نہیں سُوجھا۔ یہ ہے کہ ایک طرف تو مرد جذباتِ ردیہ پر قابو نہیں پا سکتا۔ وہ بعض حالات میں ایک کے علاوہ دوسری عورت سے متمتع ہونا چاہتا ہے۔ دوسری طرف صنف لطیف کچھ ایسی کمزور واقع ہوئی۔ کہ بعض عورتیں مرد کی حیوانیت کے سامنے کُل ہتھیار پھینک دیتی ہیں۔ اب اگر یہ صورت ہے کہ کوئی قانون یا تمدن آج تک مرد کو اس کے جذبات پر قابو پانے کے قابل نہیں کر سکا۔ نہ ان جذبات کی بدعنوانیوں کا علاج کر سکا ہے۔ اور بالمقابل عورت اپنی کمزوری دکھانے سے رُک نہیں سکی۔ تو پھر سوسائٹی کا فرض ہے۔ کہ کوئی ایسی راہ نکالے۔

جس سے یہ امور بھی حاصل ہوں۔ اور کسی کو کوئی نقصان بھی نہ ہو۔ ایک عاجز اور بیکس عورت مرد کی حیوانیت کا شکار ہو جاتی ہے۔ جب تک وہ اپنے حسن و انداز سے مرد پر قابو پا سکی اُسے سب کچھ ملتا رہا۔ جب وہ دن گذر گئے۔ پھر وہ طرح طرح کی تکالیف کا شکار ہو گئی۔ پھر ان عورتوں کو چھوڑ دو۔ ان کا تو کچھ قصور بھی ہے۔ ان بچوں کا کیا قصور ہے جو ان ناجائز تعلقات کے ماتحت دنیا میں آجاتے ہیں۔ نہ تو اپنے باپ کے بیٹے کہلا سکتے ہیں۔ نہ اسکی جائداد کے وارث ہو سکتے ہیں۔ اور ساری عمر کی ذلت اور کلنک کا ٹیکا اُن کی پیشانی پر لگا رہتا ہے۔ آج تک ہمنے کسی ملک اور قوم میں یہ نہ دیکھا کہ ایک عورت اور ایک مرد کی شادی ہر طرف نظر آوے۔ جب ایک مرد ایک سے زیادہ عورتوں سے تعلق رکھتا چاروں طرف نظر آتا ہے۔ تو پھر کیا نسوانی حقوق اور آئینِ نسل کی حفاظت حقوق اس امر کی متقاضی نہیں۔ کہ ایک سے زیادہ بیویاں کسی خاص ضوابط سے نکاح میں آئیں۔ زناشوئی کے مقاصد تو اب بھی پورے ہو رہے ہیں۔ ہاں اگر قانون ایسے تعلقات کی اجازت دے۔ اور اسے جائز سمجھے تو نہ بیکس عورتیں شکارِ مصیبت ہوں نہ بچے تکلیف پائیں جیسے کہ اسلامی ممالک میں ہوتا ہے۔ مغرب کے چہرہ پر یہ بدنما داغ ہے۔ مشرق میں یہ بات نظر نہیں آتی۔ جب تک ان بیان کردہ مصائب کا کوئی علاج نہ ہو لے تب تک اسلامی مسئلہ کثیر الازدواجی ہی ان مصائب کا حل ہے۔ اسلام نے ہم پر ایک سے زیادہ بی بی کرنا فرض نہیں کر دیا۔ یہ تو ایک ایسی بیماری کا علاج ہے۔ جو یورپ کو چاروں طرف آج کھا رہی ہے۔ اگر ایک بی بی کی شادی مثال کے طور پر عورت مرد کے لئے بمنزلہ خوراک ہے تو کثیر الازدواجی ایک دوائی یا دارو ہے۔ جو کسی بیماری کے علاج میں استعمال ہوتی ہے۔ بیشک کثیر الازدواجی تکالیف سے خالی نہیں۔ لیکن دوا یا دارو بھی تو تلخ ہی ہوتا ہے۔ یہاں میں آنحضرت صلعم کی ازدواج مطہرہ کے متعلق بھی کچھ کہہ دینا چاہتا

ہوں ۔ میں اس امر پر کسی استعذار کے رنگ میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ آپؐ کی زندگی تو شرافت ۔ عفت اور رحمت کا مجسمہ تھی ۔ آپؐ عین عنفوانِ شباب میں متاہل ہوئے ۔ آپؐ کی اس وقت ۲۵ سال کی عمر تھی ۔ آپؐ نے جس سے پہلا نکاح کیا ۔ وہ چالیس سالہ بیوہ اور بچوں کی ماں ہو چکی تھی ۔ آپؐ نے ستائیس سال اس کے سال حسنِ معاشرت سے دن گذارے ۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپؐ کی بعد کی شادیاں کسی جذبہ ردّیہ کی تسکین کے لئے تھیں ۔ پہلی بیوی کی وفات پر آپؐ نے ایک باکرہ بی بی کی ۔ اور باقی جسقدر تھیں وہ زیادہ عمر کی بیوہ تھیں ۔ بعض اُن میں شادی کے بھی قابل نہ تھیں ۔ ان بیبیوں کے خاص حقوق آپؐ پر تھے ۔ اُن کے خاوند غزوات میں شہید ہو چکے تھے ۔ ان مقدس خواتین کے تعہد کیلئے کوئی موجود نہ تھا ۔ ان بیبیونکو اپنے گھر میں بلا رشتۂ زوجیت رکھنا اور انکی ضروریات کا تعہد کرنا ایک ایسی نظیر کو قائم کرنا کہ جس کے نتائج بعد میں اچھے نہ ہوتے ۔ ان بیوگان کا اگر کہیں اور نکاح ہوجاتا ۔ تو آنحضرتؐ کو انہیں اپنی زوجیت میں لانے کی ضرورت تھی چنانچہ بعض حالات میں کوشش بھی ہوئی ۔ لیکن ان بیوگان کو اپنے سایہ میں ہی آپؐ کو لانا پڑا ۔ یہ مطہر خواتین ایسے رشتہ داروں کے گھروں میں بھی نہ رکھی جا سکتی تھیں ۔ جو محرمات میں سے نہ تھے ۔ ان تمام حالات میں جو آپؐ نے کیا وہ رحمت اور شفقت کے متقاضی تھا ۔ علاوہ ازیں کثیر الازدواجی ہو یا کچھ ہو ۔ اگر ملک کا رواج اُسے جائز رکھے ۔ اور وہ رواج کسی طرح مزیلِ اخلاق نہ ہو ۔ تو پھر وہ قابلِ حرج نہیں ہو سکتا +

آج اگر یورپ میں واحد الازدواجی ہے ۔ تو اس سے عیسائیت کو کیا تعلق ہے ۔ ابھی دو صدیاں گذریں یورپ میں کثیر الازدواجی تھی ۔ اور تو اور بشپوں اور اُسقفوں کے گھروں میں دو چار چھوڑ دس دس بیبیاں تھیں ۔ واحد الازدواجی کا قانون رومی مقنن جسٹینن نے بنایا جو عیسائی نہ تھا ۔ دنیا کے کسی مذہب یا کسی اور قانون نے کثیر الازدواجی کی مخالفت نہ کی ۔ بلکہ اسکی

اجازت دی - یہودی مذہب ہندو مذہب عیسائی مذہب سب کے سب حامی رہے ہیں۔ اور عجیب تماشہ ہے - کہ جو آج ہم پر منہ چڑھاتے ہیں - یہ وہ ہیں - جن کے اپنے انبیاء اور ہادی اس رواج کے پابند تھے - حضرت ابراہیمؑ - حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ اور دیگر اسرائیلی نبی سب کے سب ایک سے زیادہ بیبیوں کے خاوند نظر آتے ہیں - جناب کرشن بھی اسی ذیل میں تھے - جناب زرتشت نے کہتے ہیں - کہ تین بیبیاں تھیں - یہ باتیں ایک وقت میں عزت سے دیکھی جاتی تھیں - زمانہ نے انہیں اس وقت عزت سے دیکھا - یہ پاک لوگ گذر گئے - بالفاظ قرآن کریم وہ لوگ اپنے اعمال کے ذمہ وار ہونگے اور ہم اپنے اعمال کے ذمہ وار ہیں - اور انکے اعمال کے متعلق کوئی نہ پوچھے گا (سورہ بقر آیت ۱۴۱/۱۴۱)

کیا پاک تعلیم ہے - سب تنازعات کا خاتمہ کرتی ہے - ع

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

پرانی قبریں کھودنے پر یہ لوگ تیار ہو جاتے ہیں - سوال یہ ہے کہ آج دنیا ان عیوب .... کی ... ہوئی ہے - جس کا علاج اسلام نے محدود تعداد میں اور خاص قیود کے ساتھ کثیر الازدواجی میں دیکھا - کیا اہل مغرب اس وقت ان گندوں اور خباثتوں میں پڑا ہوا نہیں - کیا عجیب تماشہ ہے - تم جائز طریق پر ایک سے زیادہ بی بی کرلو تو تم مغرب میں سات سال کے لئے قید میں جاؤ - لیکن ایک چھوڑ بیس عورتوں سے اپنی عورت کے ہوتے ہوئے بے محابانہ تعلق قائم رکھو - وہ سب درست ہے - اور قانون کچھ نہیں کہہ سکتا +

مسلم کا نصب العین کیا ہونا چاہئیے؟

اخلاق و عمل

میں دُنیا میں کیا ہوں۔ اور کیا کرتا ہوں۔ یہ سوال آج اپنے اندر ایک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جو کچھ کہ تم رکھتے ہو۔ اور جو بیرونی نمائش اپنے سازوسامان کے ذریعے دکھاتے ہو۔ اسکی اہمیت پر نازاں نہ ہو۔ کیونکہ اس کے ذریعہ دل و دماغ (رُوح) پرواز نہیں کرتے۔ اگر تم کو معلوم ہو تو تمہاری رُوح دنیا میں ایسی خود بینی اور نمائش سے کوسوں دور بھاگتی ہے وہ خود چاہے کیسے ہی کم قدر اور کم پایہ پائی جاتی ہو۔ وہی تمہاری رُوح اور اس کے پائدار کام دنیا میں ایک رنگ لاتے ہیں +

اس دارفنا میں ہم کام کے لئے آئے ہیں۔ ہمارا ماحول اور اس سے وابستہ ہماری زندگی اسی ایک مقصد کو پورا کرنے کیلئے ہمیں عطا کی گئی ہے۔ زمانہ یا ماحول ہماری اپنی ہمت اور قوت کے مطابق ہمارے اخلاق کو یا تباہ کر دیتے ہیں یا انہیں کسی قالب میں ڈھال دیتے ہیں + کسی انسان کو یہاں اس دار فانی میں ہم پر ایسا اقتدار حاصل نہیں جو کہ ہمیں اپنی ذات پر خود حاصل ہے۔ یا تو ہم ماحول کے غلام بن کر اپنی ہستی کو فنا کر لیں یا اپنے اخلاق کو اُستوار کر کے خود اپنے نواحی حالات پر قابو پا لیں۔ قرآن اس طرف اشارہ فرماتا ہے جب کہتا ہے۔ کہ کیا چارپایہ جس کی نگاہ زمین پر ہے۔ صحیح راہ کی دریافت میں انسان کے برابر ہو سکتا ہے۔ جس کی آنکھ سامنے دیکھ سکتی ہے۔ یعنے وہ شخص حیوان ہے جو ماحول کا غلام ہے ہمتے اپنا راہ آپ تلاش کرتا ہے۔ جب ہمیں مردانہ وار قدم ہمت اُٹھانا ہے ہمیں اپنی بھلائی کو خود جانچ لینا ہے۔ اور اگر اُٹھتی جوانی میں ہمیں زندگی کی خاردار

وادیوں میں گذرنا پڑے جہاں قدم قدم پر ہمارے پاؤں زخمی ہوں تو ہمیں خوش ہونا چاہیئے۔ کہ زندگی کی ابتدا ہی میں ہم فرش گل پر چلنے کے عادی نہیں ہوئے بلکہ ہمارے لئے وہ راستہ اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا۔ جس سے ہم میں جفاکشی اور استقامت پیدا ہوگئی۔ یہی آئینہ کامیابی کی کنجی ہے (قرآن (۷۵-۲۲) ہمیں اس زندگی میں بڑے حوصلہ اور شجاعت کے ساتھ قدم اٹھانا ہے اور خداوند تعالیٰ کی عطا فرمودہ اشیاء کے ماسوا کسی اور چیز پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ انہیں عطیات سے تمسک کر کے ہم کچھ کام کر سکتے ہیں۔ ہمیں گھر سے باہر نکلنا چاہیئے۔ اور اپنی قوتوں کو دائرہ عمل میں لا کر مخفی کمالات کو ظاہر کرنا ہے۔ کسی درخت کی شاخ کو دیکھ لو۔ اس کے اردگرد خار دار جھاڑیاں ہوتی ہیں لیکن ایک عزم بالجزم وہ اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور پھولتی پھلتی ہے۔ پست ہمتی اور کم حوصلگی کے توہمات سے سر کو خالی کر لینا چاہیئے۔ اگر یہ ہماری راہ میں آجائیں تو وسعت قلب سے اُن پر نگاہِ اغماز ڈالکر قدم آگے کو بڑھانا چاہیئے۔ ہمارے اردگرد ہم سے بدترین ہیں اپنی موجودہ حالت پر شکر گذار ہونا چاہیئے۔ ہمیں اپنا نصب العین سامنے رکھنا ہے اور وہاں پہنچ کر رہنا ہے۔ ایک درخت ایک نرم اور کمزور کونپل سے ایک بھاری درخت بنجاتا ہے۔ پر ہم کیوں یہ نہیں کر سکتے +

دراصل التوائے اخلاق ہی گرانمایہ چیز ہے۔ جو ایک بڑی طاقت کے سایہ تلے پرورش پاتی ہے۔ ہمیں اپنے تکلیف دہ حالات بھی آگھیرتے ہیں زندگی اکثر بدمزہ بھی ہو جاتی ہے۔ جو تھوڑی بہت راحت کبھی مُیسّر آتی ہے وہ آفتاب لب بام ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے دل کا اگر مطالعہ کریں۔ تو پھر بھی ایک ترقی کی لہر ہمارے اندر موجزن ہوتی رہتی ہے۔ اگر ہم اسے اپنا نصب العین کر لیں۔ تو پھر کامیابی کو ہم حاصل کر سکتے ہیں +

بسا اوقات لوگ کہتے ہیں۔ کہ اگر ہمارے حالات اچھے ہوتے تو ہم بہت کچھ

کر دکھاتے یہ ایک بودہ اور ناقص خیال ہے۔ ہم ابھی سے کیوں کام شروع نہ کریں۔ جہاں کہیں کہ ہم کھڑے ہیں۔ اور جو خیال ہمارے دل و دماغ میں ہے۔ وہ ضرور پورا ہو سکتا ہے۔ اگر ہمت مردانہ ہو۔ اگر ایک چھوٹی سی آنکھ اور چھوٹے سے دماغ میں بڑے منظر اور بلند باتیں آسکتی ہیں تو وہ حیطۂ عمل میں آسکتی ہیں۔ اپنے وقت کو ہمیں اچھی سے اچھی طرح استعمال کرنا چاہئے۔ اور جیسا وقت بھی ہو۔ اُسے غنیمت جاننا چاہئے۔ ان حالات کو خواہ وہ کیسے ہی خوش کُن ہو یکدم سر سے نکال دینا چاہئے۔ کہ اگر یہ ہوتا یا وہ ہوتا ہم یہ کچھ کر لیتے۔ یہ سب خیالی باتیں ہیں۔ اور بیسود ہیں یہ جان لو کہ یہ وقت کبھی بھی آنے کا نہیں نہ خیالی باتیں میسر آسکتی ہیں جب ہم خود ہمہ تن گوش ہو جائیں ہم سب کچھ حاصل کر لیں گے۔ یاد رکھو راز ترقی انسان کے دل و دماغ کے اندر موجود ہے۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں اور کیسے ہی گرے ہوئے کیوں نہ ہوں ہم خدا کے فضل سے بلند پروازی کو اور اعمال عالیہ کی حدود کو عبور کر سکتے ہیں +

تم خود اپنے قوئے پر اعتبار پیدا کرو۔ یکہ و تنہا کام کرنے کی کوشش کرو۔ تمہارے اور تمہارے خالق کے مابین کوئی حائل نہیں۔ کیونکہ اسلام نے اس دُنیا میں کسی شفاعت کا سبق نہیں دیا۔ ہر ایک اپنے اعمال نیک و بد کا خود خمیازہ اُٹھاتا ہے۔ تم خود کیوں اپنی قسمت کے مالک آپ نہیں بنجاتے۔ ہاں خدا کے ساتھ ساتھ رہو۔ کیونکہ اس سے دوری ہمیشہ خطرناک ٹھوکر کا موجب ہوتی ہے۔ مگر اس کا مُدعا یہ بھی نہیں کہ تم خود اپنے امُور پر مطلق العنان حاکم ہو جاؤ اور بیہودہ باتوں میں پڑ جاؤ بدیں خیال کہ تم اپنے مالک آپ ہو۔ تمہیں اپنے نواحی حالات کی غلامی نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ تم اس قابل ہو جاؤ کہ تم ان پر حکمران ہو جاؤ۔ یہی تمہاری باطنی قوتوں کے نشوونما کا ایک راستہ ہے۔ ہمیں مشیت ایزدی اور قضاء آسمانی کے مطابق

چلتا ہے۔ اسکی حکومت تلے تم لئے رہتا ہے۔ ہاں اگر اپنے جذبات ردیہ پر حکومت کرنی سیکھ لو اور خودداری کا خیال سامنے رکھو تو تمہارا طرز عمل معقول اور پسندیدہ ہو گا۔ تمہارے اعلےٰ اور عمدہ قوےٰ زنجیر غلامی کے تاثرات سے نکلکر اپنے لئے نئی راہ۔ نئے سامان نئے زاد راہ تجویز کرلیں گے۔ ان سامانوں یعنی خداوند تعالےٰ کی عطا کردہ فہم کو عقل و تدبر سے بہترین استعمال میں لے آؤ +

نیکی کی محبت اور تلاش تو ایک اور بات ہے۔ لیکن اس کا حصول بھی بہت کٹھن ہے۔ سخت دماغی روحانی جسمانی کوشش سے ہی ہم نیکی کے اعلےٰ مراتب پر پہنچ سکتے ہیں۔ یہ امر سچ ہے۔ کہ نیکی کے بغیر ہم کسی اعلےٰ کام کرنے کی توقع نہیں کرسکتے۔ اور نہ نیکی کے سوا ہمارے کسی کام میں پائداری پائیندہ داری ہو سکتی ہے۔ جو بات خود ہم میں نہ ہو۔ اسکی طرف ہم دنیا کو کیا متوجہ کرسکتے ہیں۔ جو ہماری روح اور اخلاق کا جوہر ہی نہ ہو دنیا اس کی طرف کب توجہ کریگی۔ ہاں اگر تمہارے دل کی کیفیات بلند مقامات پر پہنچی ہوئی ہیں۔ اور تمہارا دل خوبی اور اعلےٰ واحسن خیالات کا منبع ہے۔ تب اور تب ہی تم اوروں کے دل مسخر کرسکتے ہو۔ دنیا اس وقت تمہاری طرف استعجاب و تعریف کی نگاہ سے دیکھیگی۔ اور تمہارے شائستہ اعمالوں کی وجہ سے تمہیں اپنا اُسوہ بنا لیگی۔ مگر یہ خیال دل میں ضرور رکھو کہ دشوار رستے تمہاری نگاہ تلے رہیں گی۔ اور تم ان سے دل نہ چراؤ۔ ظاہرداری اور نمائش کو چھوڑ دو۔ نرم اور آسائش دہ حالات سے اخلاق نہیں بنا کرتے۔ شیریں کامی سے اعلےٰ نتائج پیدا نہیں ہوتے۔ اخلاق کی ورزش ایک سخت ورزش ہے۔ یہ ایک پتھریلی زمین ہے۔ جو اس پر چلنے کو تیار ہو گا وہ مقام عالی پر پہنچ جائیگا + تمہیں یہاں غم والم کی پُل صراط پر چلنا ہے۔ قدم قدم پر چلنا ہے۔ قدم قدم پر تلخکامی دیکھنی ہے۔ لیکن تمہارے اعلےٰ باطنی جوہروں اور کمالات کے ظہور کا بھی یہی راستہ ہے۔ اور اسی ایک ذریعہ

سے تمہارے اندر اعلےٰ قوتیں پیدا ہونگی - ان قوتوں کی پرورش تلخ کامیوں سے ہی ہوتی ہے - خدا بھی تو اسی کی مدد کرتا جو اپنے قوتِ بازو کو خود استعمال میں لاتا ہے اور قدرت کے قوانین سے مستفید ہوتا ہے - ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم کا فرمان اسی طرف اشارہ کرتا ہے +

تمام عالم پر نظر ڈالو - چرند پرند کسی کو دیکھ لو - چھوٹے سے چھوٹے جانور کو دیکھ لو - ان جراثیم کو دیکھ لو جنہیں انسان خوردبین کے سوا دیکھ نہیں سکتے ہر ایک چیز اپنی پرورش اپنے قیام بقا اور اپنی بلوغت کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے - ہر ایک میں اپنے قوے کے استعمال کا احساس ہے - ہر ایک قوانین الٰہیہ کے تلے ہے - تم بھی اس کائنات میں چلو پھرو اور کھاؤ پیو زندگی بسر کرو جو چاہتے ہو کرو - مگر پابندی قوانین تمہیں لازم ہوگی - ایک چیونٹی تک اپنی منشا پورا کرنا جانتی ہے - لیکن انسان اور انسانوں میں سے ہندوستانی اور پھر ہندوستانیوں سے ہم مسلمان اپنی کمزوری - کم ہمتی پستی خیالی اور تغافل شعاری کا شکار بنے ہوئے ہیں - اپنے دل و دماغ سے کام نہیں لیتے - ہاں دوسروں کی طرف حسرت کی آنکھ اٹھاتے ہوئے دیکھتے ہیں - دوسروں پر سہارا لینے کی تلاش میں رہتے ہیں - یہ ان لوگوں کا حال ہے - جو موحد کہلاتے ہیں - خدا کو ایک مان لینا تو توحید نہیں جبتک ہم اپنے اعمال سے اُسے ایک نہ مانیں - ہم تو دوسروں کو اپنا مدار علیہ بنائے ہیں ہم کہاں کے موحد ہیں +

افسوس ہم مسلمانوں نے اس نقطہ خیال کو ابھی تک نہ سمجھا - ایک مذہب جو یہ سکھاتا ہے - کہ اپنے پاؤں کے بل چلو - دل و دماغ سے کام لو سینہ سپر ہی کرکے وہ کام کر دکھاؤ - کہ جس کی استعداد قدرت نے تمہارے اندر پیدا کر رکھی ہے - اور دنیا کی کوئی چیز نہیں جسے ہم حاصل نہیں کرسکتے - قرآن نے یہ راز ہم پر کھولا - ان جوہروں کی اطلاع ہم کو دی - جو ہم میں مضمر ہیں

ہم کیا نہیں بن سکے۔ اور کیا نہیں ہو سکتے۔ ولھم اجرٌ غیر ممنون کا
مژدہ ہمیں قرآن نے سنایا۔ ہماری ترقی کو لامحدود بتلایا۔ ہم پر یہ راز کھولا کہ

ع۔ ہر چہ انسان کند کند انساں

لیکن ہم کو یہ امر اب محال نظر آتا ہے۔ یہی اصل شرک ہے۔ جس کی بیخ کنی کیلئے
اسلام آیا۔ ورنہ بُت پرستی یا حجر شجر پرستی تو ایک ذلیل سے ذلیل چیز ہے
جس کو دنیا خود بخود چھوڑ رہی ہے۔ حقیقت توحید یہ ہے۔ کہ ہم نوامی
حالات سے دب کر انہیں اپنا خدا نہ سمجھ لیں۔ جو تکلیف دہ حالات پر
یا ضرر رساں ماحول پر غالب ہونا نہیں جانتا یا غالب ہونے کا فکر نہیں کرتا۔
اور اسے ایک لاینحل اور اٹل مصیبت سمجھتا ہے۔ وہی حقیقی مشرک ہے جو
جو اپنے ہمسایہ کی قوت و زور سے مرعوب ہو کر اپنے آپ کو اس کے برابر یا اس سے
بہتر بنانا محال سمجھتا ہے۔ وہ اہل توحید میں سے نہیں۔ ہمت کرو۔ اُٹھو
غفلت کو چھوڑ دو۔ مسلمان مایوس نہیں ہو سکتا۔ یہی قرآن کا ارشاد ہے۔
آجکل موسم گرما ہے۔ جس کمرے میں تم بیٹھے ہوئے ہو اس میں تکلیف گرما کے دُور
کرنے کے سامان ہیں۔ تم نے ہاتھ میں پنکھا لیا۔ اور اُسے حرکت دی وہی
ماحول جو گرم اور تکلیف دہ تھا اسمیں سے ٹھنڈک پیدا ہو گئی۔ حرکت میں
برکت سے یہی مُراد ہے۔ اگر تمہارے اردگرد مصیبت اور فلاکت منڈلا رہی ہے
تو اسی وقت تک جب تک تم نے قدم ہمت نہیں اُٹھایا۔ تجربہ کر لو۔ ہمت کرو اور
کُل مشکلات نظر تک نہ آئینگی۔ ہمسایہ کے اوپر نہ رہو۔ نہ اُسکے بازوؤں پر
بھروسہ کرو۔ وہ دھوکا دیگا اور ضرور دیگا۔ ہاں تمہارے اپنے بازو تمہارے
اپنے قوے تمہاری اپنی ہمت تمہارے اپنے اخلاق اور فی الجملہ تمہارا اپنا
دل و دماغ ہی وہ خزانہ ہے۔ جو تمہیں ہمیشہ کام آئیگا +

جنّ اور حُور

قرآن کریم کے اندر جو جنّ کا لفظ آیا ہے۔ اسکے متعلق ہمیشہ میرے دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ عام انگریزوں کو ایسا خوف لاحق ہوتا ہے۔ جو بہت سے غلط خیالات کا اثر ہے۔ الف لیلہ کی کہانیوں اور الہ دین اور چراغ کے قصہ کو پڑھکر اپنے دماغوں کے اندر وہ خاص تصاویر جما لیتے ہیں۔ برطانوی نقطہ نگاہ سے اسلام میں جنّوں کا وجود ایک انگریز کے قبُول اسلام میں بہت بڑی روک ہے اور اسکے دوسرے درجہ پر وہ خیال ہے۔ جو بہشتی حُوروں کے متعلق ان دماغوں کے اندر موج زن ہیں۔ ان دونوں خیالات میں وہ غلطی پر ہیں۔ انہیں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے الہام کو ایسی خفیف نظروں سے نہیں دیکھنا چاہئے اس بات کو وہ کیوں نظر انداز کر دیتے یا آسانی کے ساتھ بھُلا دیتے ہیں۔ کہ ان کے اپنے صحائف کے اندر جنّوں کے قصّے موجُود ہیں۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے جیسا کہ بائیبل میں لکھا ہے۔ ایک عورت میں جنّوں کو نکالا۔ اور انہیں خنزیروں کی شکل میں بدل دیا +

بائیبل کے بیانات کو خواہ کیسا ہی سمجھا جائے۔ وہ لوگ جو مسیح کے معجزات کو اسی طرح مانتے ہیں۔ جیسے کہ اس کے اندر بیان کئے گئے ہیں انہیں جنّوں کے وجُود کا بھی قائل ہونا پڑیگا لیکن قرآن کریم کے اندر بدرُوحوں کا کوئی ذکر ہمیں نہیں ملتا۔ بلاشبہ اس نے ایک خاص ہستی کا ذکر کیا ہے۔ اور اسے جنّ کے نام سے پُکارا ہے۔ ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے۔ کہ خنّاس کے وسوسوں کے شر سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔ جو انسان کے سینہ میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اور وہ جنّوں میں سے ہے اور آدمیوں میں سے ہے۔

لفظ جنّ عربی میں جَنّ سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں چھپانے یا پردہ ڈالنے کے ہیں۔ ہر ایک وہ چیز جو چھپی ہوئی۔ یا اندھیرے میں مستور ہو۔ اسکو عربی میں

جن کہتے ہیں۔ خواہ وہ کوئی بد رُوح ہو جو دکھائی دیئے بغیر انسان کو بُرائی کی طرف بُلاتی ہے۔ یا کوئی اور ایسی جماعت یا جنس ہو۔ جو ہم سے پوشیدہ ہے۔ قرآن کریم میں جن کا لفظ بہت سے معنوں میں استعمال ہوا ہے بعض وقت اجنبیوں کو بھی جن کہا گیا ہے۔ کیونکہ عام عربوں کی نگاہوں سے وہ پوشیدہ تھے ہمیں ہر روز بے شمار ان دیکھی چیزوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ جو بغیر ہمارے علم کے ہمیں نقصان پہنچاتی ہیں۔ مثال کے طور پر ان مینیا کیڑوں مکوڑوں کو دیکھئے۔ جو ہوا کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اور گھروں اور اسباب اور خوشوں کے اندر موجود ہیں۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں۔ جو ہم پر بڑا اثر پیدا کرتے ہیں۔ وہ چھپے ہوئے یا ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ اور اس لحاظ وہ سب کے سب جن کہلانے کے مستحق ہیں +

رہی حوریں ان کو ایسا سمجھا جاتا ہے۔ کہ جیسے بہت سے آڑو کسی درخت کی شاخوں پر لٹکے ہوئے ہوں۔ اور ایک ایماندار کے منہ میں گرنے کے لئے تیار ہوں (یہ میرے ایک ہموطن کے الفاظ ہیں جو میں نے نقل کئے ہیں) اس بارہ میں بھی میرے ہموطن سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔ قرآن کریم میں جن حوروں کا بیان ہے۔ وہ ایسی ہیں۔ جیسی ہماری منکوحہ یا نسوانی رشتہ دار جو تمام قسم کی برائیوں اور ضرر رساں باتوں سے پاک ہونگی۔ گویا وہ ہماری محبوب چیزیں ہیں۔ جو عالم عقبےٰ میں جنت کے اندر ہماری راحت و آرام کا موجب ہونگی۔ لفظ حور کا لفظی ترجمہ ہے۔ سفید۔ پاک۔ بے عیب قرآن کریم میں اُن کی آنکھوں کی خوبصورتی کا ذکر ہم دیکھتے ہیں۔ لیکن ان کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اور اسمیں بتایا گیا ہے۔ کہ بُرائی کی طرف وہ آنکھیں نہیں اُٹھاتیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس سے ان کی رُوحانی خوبصورتی مراد ہے۔ نہ کہ جسمانی۔ آنکھوں کا بُرائی کی طرف نہ اُٹھنا دل کی پاکیزگی کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآن کریم کے نزدیک بہشت اور دوزخ ہمارے

دل سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیمؔ
اس دن نہ کوئی مال و جائداد فائدہ دیگی نہ اولاد کام آئیگی سوائے اسکے کہ کوئی شخص اللہ کے پاس ایسا دل لے کر آئے۔ جو برائی سے پاک ہو اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف وہی لوگ جو یہاں پیدا ہوتے ہیں بہشت میں داخل ہونگے۔ اور وہاں کوئی اور افزائش نسل نہ ہوگی بہشتی زندگی ایک مختلف قسم کی ترقی کے لئے قدم آگے بڑھانے کا ذریعہ ہوگی۔ نورھم یسعی بین ایدیھم و بایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا۔ ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں طرف چلیگا۔ اور دعا کرینگے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو ہمارے لئے اتمام تک پہنچا دے بہشتی زندگی کے اس مفہوم کے ہوتے ہوئے جو ہم نے خود قرآن کریم سے لیا ہے ان غلط خیالات کو قطعاً دور کر دینا چاہیئے۔ جو مغرب میں عام طور پر قرآنی بہشت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ حور و نکو بیشک ایک خاص علیحدہ جماعت سمجھا جاسکتا ہے۔ جو بہشتی زندگی میں ہماری خالص روحانی مسرتوں کے اندر اضافہ کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور جہانتک بچوں کی پیدائش کا سوال ہے۔ یہ جیسا کہ میں نے اوپر بتایا ہے۔ صرف اس زمینی زندگی سے تعلق رکھتا ہے +

عبد اللہ آرچی بالڈ ہملٹن (بارونٹ)

افریقہ میں ترقی اسلام اور پادری صاحبان کی اضطراری

بشپ نا گرلی آف ڈیمارا لینڈ نے پورٹ الزبتھ (جنوبی افریقہ) میں ایک مشنری اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے افریقہ میں اسلام کی حیرت انگیز ترقی پر خطرۂ عظیم کا اظہار کیا +

انہوں نے دوران تقریر میں کہا۔ کہ تمام کا تمام شمالی افریقہ مسلمان ہے

ؔ الشعرا ۲۶: ۸۹ ؎ ۶۶: ۸ +

اور اب اسلام جنوب کی طرف ترقی کر رہا ہے۔ اب امر تنقیح طلب یہ ہے کہ افریقہ کے اصلی باشندوں کو اسلام کیا پیش کرے گا؟ حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ ان باشندگان کو متقی و پرہیز گار بنانے کے لئے اس کے پاس کافی ذخیرہ ہے۔ سب سے اول یہ مذہب انکو متقی و اعتدال پسند بنا دیگا۔ کیونکہ اسلام میں شراب کو چھونا تک جائز نہیں۔ دوئم ان پر اخوت و برادری کی اصلی حقیقت منکشف کر دے گا۔ کیونکہ اسلام میں ذات پات۔ رنگ کا کوئی بھی امتیاز نہیں۔ سوئم۔ اگر کوئی ہلال کی حمایت میں لڑتا لڑتا شہید ہو جائے۔ تو بہشت میں اجر غیر ممنون کا مستحق ہو گا۔ اگر اس وقت ہم بحیثیت عیسائی اپنے فرض کو ادا کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ تو اسلام بہت جلد ہم کو افریقہ سے بدر کر دیگا" +

پادری ڈاکٹر ذویمر بھی جنوبی افریقہ میں اس اضطراری کا اظہار جگہ بہ جگہ اپنے لیکچروں میں کر رہا ہے۔ اس کا بیان ہے۔ کہ اس وقت جنوبی افریقہ میں صرف ساٹھ ہزار مسلمان ہیں۔ جو بہت سی قوموں پر مشتمل ہیں۔ اور جن کی بہت سی مساجد ہیں۔ اور جو کہ اپنا مطبع بھی چاہتے ہیں +

افریقہ میں خط استوا سے اوپر پانچ کروڑ مسلمان ہیں۔ اور خط استوا سے نیچے نوّے لاکھ مسلمانوں کی آبادی ہے۔ بقول پادری ذویمر ورسٹر (جنوبی افریقہ) کے چھوٹے سے قصبہ میں تین مسلم مساجد ہیں۔ اور کیپ ٹون میں تیس سے کم نہیں ہیں۔ کمبرلے۔ ڈربن۔ مارٹزبرگ اور دیگر قصبوں میں دو دو مساجد ہیں +

ڈربن میں اسلامی نماز دو زبان میں طبع ہو چکی ہے۔ اور تمام ملک میں تبلیغی اخبار اور رسائل انگریزی۔ افریقی اور دیسی زبانوں میں کثرت سے مفت تقسیم ہو رہے ہیں +

"دی ابزرور"

جاوا میں اسلامی جد و جہد

جاوا جو کہ دنیا کے زرخیز ترین ملکوں میں سے ہے۔ جزائر شرق الہند کے تمام جزیروں میں سے زیادہ مشہور ہے۔ گو اتنا بڑا نہیں ہے۔ جتنا کہ بورنیو سماٹرا اور سلیبس جو کہ اس سے بہت بڑے ہیں۔ جاوا کا رقبہ پچاس ہزار مربع میل ہے یعنی ہالینڈ کے رقبہ سے چار گنا ہے +

جاوا کی آبادی جو کہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ ۵۴ لاکھ سے زیادہ خیال کی جاتی ہے۔ جنہیں سے چالیس لاکھ مسلمان ہیں۔ باقی کے یا تو بدھ مذہب ہیں۔ یا کسی رنگ میں بت پرستی کرتے ہیں۔ چند ایک عیسائی بھی ہیں۔ تمام باشندے پرانے مذہب کے پیرو ہیں۔ اور بدھ مذہب بھی ابھی تک رائج ہے +

باشندگان جاوا روز بروز نمایاں ترقی کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ایک جماعت انجمن اشاعت اسلام جو کہ محمدیہ کے نام سے موسوم ہے۔ قائم کی گئی ہے۔ جو کہ تسلی بخش کام کر رہی ہے سنہ ۱۹۱۲ء میں یہ رو وسط جاوا کے ایک شہر جلجاکرتا میں چلی۔ اور جناب کیائی حاجی دعلان مرحوم کی رہنمائی اور دیگر مسلم مشنریوں کی ان تھک کوششوں سے اب بفضل خدا عرصہ ۱۲ سال میں اسکی شاخیں اسی جزیرہ کے ہر حصہ میں اور شرق الہند کے دیگر جزائر میں بھی ہیں۔ وہ جزیرے جیسا کہ ایک ہالینڈ کے مشہور مصنف ملتاطولی نے بیان کیا' موتیوں کی لڑی ہیں۔ انجمن مذکور اسلام اور عیسائیت کی مابینی تگ و دو میں بہت مفید ثابت ہوئی ہے یہانتک کہ جلجاکرتا کے گرجوں میں حاضری کم ہوتی جاتی ہے۔ برعکس اس کے وہاں کی مساجد میں نمازیوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ یہانتک ایک نئی مسجد زیر تعمیر ہے۔ محمدیہ کے قائم کردہ تقریباً چالیس مدرسے اور

چند ایک ہسپتال ہیں +

ایک اور انجمن بنام سری کت اسلام جو کہ ایک مذہبی اور پولٹیکل سوسائٹی ہے۔ قائم ہو رہی ہے +

ترقی کی اسی تگ و دو میں معلوم ہوتا ہے کہ صیغہ اناث اپنے آپ کو پیچھے رکھنا باعث عار سمجھتا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلعم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے گہوارہ یعنی حیات سے لیکر موت تک تحصیل علم میں کوشاں رہو۔ یہاں کی مستورات بھی اپنے ملک کو چھوڑ کر تحصیل علم کیلئے یورپ میں جاتی ہیں۔ وہ اصحاب جو کہ اب سے چند سال پیشتر یہاں سے ہو گئے ہیں۔ اب لیڈی ایڈیٹر۔ لیڈی ڈاکٹر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جائینگے۔ کچھ یہیں تک محدود نہیں۔ بلکہ وہاں کی عورتیں زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں حصہ لیتی نظر آتی ہیں +

ایم۔ فری من تاس

حصولِ علم۔ آزادیٔ رائے۔ راستبازی

کے لئے

قرآن کریم سے چند منتخبات

ذیل کی چند سطور واضح کرتی ہیں۔ کہ اسلام کسقدر عقل کا دلدادہ اور اس دنیا میں متلاشیانِ حق کو صراطِ مستقیم دکھانیوالا ہے +

قرآن کریم ہمیں تحریک کرتا ہے کہ جو کچھ بھی ارض و سمٰوات میں ہے۔ اسکی ہم تحقیق و تدقیق کریں۔ اور روزمرہ کی زندگی میں اپنے گرد و پیش کی اشیاء پر غور و تدبر کریں۔ کلام پاک ہمیں تحریص دلاتا ہے۔ کہ ہم اقوام سابقہ کا مطالعہ کریں۔ تا کہ ہم حسنات کی پیروی اور سیئات سے بچنے کے قابل ہوں۔ مثال کے طور

پر قرآن حکیم فرماتا ہے۔ کہ

اولم ینظروا فی ملکوت السمٰوات والارض وما خلق اللہ من شیء۔ ترجمہ۔ اور کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں غور نہیں کیا۔ اور جو کوئی اللہ نے چیز پیدا کی ہے۔ الاعراف آیت ۱۸۵ +

قل انظروا ماذا فی السمٰوات والارض۔ ترجمہ۔ کہو دیکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ یونس۔ ۱۰۱۔ ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایٰت لقوم یعقلون۔ ترجمہ۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ادل بدل میں اور کشتیوں میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے کو چلتی ہیں۔ اور پانی میں جو اللہ بادل سے اُتارتا ہے۔ پھر اسکے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اور اس کے اندر ہر قسم کے جانور پھیلاتا ہے۔ اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان کام میں لگایا گیا ہے۔ ان لوگوں کے لئے یقینی نشان ہیں۔ جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ البقرہ۔ ۱۶۴ +

وکاین من ایٰۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔ ترجمہ۔ اور آسمانوں اور زمین میں کتنے نشان ہیں۔ جن پر لوگ گزرتے رہتے ہیں۔ اور وہ ان سے منہ پھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ یوسف۔ ۱۰۵ +

اقوام سابق کی تاریخ کے متعلق ہم قرآن کریم میں ذیل کی آیات مطالعہ کرتے ہیں :۔

ولقد اھلکنا من القریٰ وصرفنا الایٰت لعلھم یرجعون

ترجمہ۔ اور ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ جو تمہارے ارد گرد بستیوں سے ہیں۔
اور ہم آیتوں کو بار بار بیان کرتے ہیں۔ تاکہ وہ رجوع کریں + الاحقاف ۲۷ +
اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من
قبلھم۔ ترجمہ۔ کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں۔ تا دیکھیں کہ ان کا
انجام کیسا ہوا۔ جو ان سے پہلے تھے۔ الروم ۹ +
ثم دمرنا الاخرین و انکم لتمرون علیھم مصبحین ہ
و باللیل افلا تعقلون ترجمہ۔ پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔
اور یقیناً تم ان پر صبح کے وقت گزرتے ہو۔ اور رات کو تو پھر کیا تم عقل
سے کام نہیں لیتے۔ الصّفٰت ۱۳۶۔ ۱۳۷ ۔ ۱۳۸ +
افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا
او اذان یسمعون بھا۔ ترجمہ۔ تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے
نہیں۔ تاکہ ان کے لئے دل ہوتے۔ جن سے وہ سمجھتے یا کان ہوتے۔ جن سے وہ
سنتے۔ الحج۔ ۴۶
ازدیاد علم کی مسلسل طلب کے لیے قرآن پاک فرماتا ہے۔ کہ تم کو بہت ہی
قلیل علم دیا گیا ہے۔ اسلئے زیادتی علم کے لئے ہمیشہ جویاں و کوشاں رہو۔
ما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔ ترجمہ۔ اور تم لوگوں کو
(اسرار الٰہی میں سے) بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے +
وقل رب زدنی علماً۔ اے میرے پروردگار مجھ کو اور علم نصیب کر +
اسی ضمن میں رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ "وہ دن
مبارک نہیں جسمیں میرے علم میں زیادتی نہ ہو" +
قرآن کریم نیز ہمیں غلط و جلد بازی سے نتائج مرتب کرنے سے متنبہ کرتا ہے
خصوصیت سے جب ہم اپنے ہی نخوت و تکبر یا رائے عامہ سے گمراہ
ہو گئے ہوں +

ولا تقف ما لیس لک بہ علم - ان السمع والبصر والفواد کل
اولٰئک کان عنہ مسئولا - ترجمہ - اور اس کے پیچھے نہ لگنا
جس کا تجھے علم نہیں - کان اور آنکھ اور دل ان سب سے اس کے متعلق سوال
کیا جائیگا - بنی اسرائیل ۳۶ +

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ - ان یتبعون
الا الظن وان ھم الا یخرصون - ترجمہ - اور اگر تو اکثر ان لوگوں کی
بات مانتا چلا جائے - جو زمین میں ہیں - تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے
گمراہ کردیں - وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں - اور وہ محض اٹکل پچو باتیں
کرتے ہیں - الانعام ۱۱۷ +

تلاش حق میں ہم کو فروتنی اختیار کرنی چاہیئے +

ساصرف عن ایٰتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق
وان یروا کل ایۃ لا یومنوا بھا - ترجمہ - میں اپنی آیات سے
ان لوگوں کو پھیر دونگا - جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں - اور اگر وہ ہر ایک
نشان بھی دیکھ لیں - تو اس پر ایمان نہ لائیں - الاعراف ۱۴۶ +

افمن کان علی بینۃ من ربہ کمن زین لہ سوء عملہ
واتبعوا اھواء ھم - ترجمہ - تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے
ایک کھلی دلیل پر (قائم) ہے - اسکی طرح ہو سکتا ہے - جیسے اس کا برا عمل
اچھا معلوم ہوتا ہے - اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں - محمد ۱۴ +

افرءیت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم
ترجمہ - تو کیا تو نے دیکھا - جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیتا ہے - اور اللہ
اسے (اپنے) علم کی بنا پر گمراہ ٹھیراتا ہے - الجاثیۃ ۲۳ +

ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السمٰوٰت والارض ومن فیھن

ترجمہ - اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا - تو آسمان اور زمین اور جو کوئی ان کے اندر ہیں بگڑ جاتے - المومنون ۷۱ +

ہمیں اپنے فیصلوں - آراء و محاکمہ کی بنیاد قیاسات شبہات اور ظنون پر نہ رکھنی چاہیئے +

وما یتبع اکثرھم الا ظنا - ان الظن لا یغنی من الحق شیئا - ترجمہ اور ان میں سے اکثر سوائے ظن کے اور کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے - یقینا ظن حق کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں دیتا - یونس ۳۶ +

وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذالک من علم - ان ھم الا یظنون - ترجمہ اور کہتے ہیں یہ کچھ نہیں - مگر ہماری دنیا کی زندگی ہے - ہم مرتے ہیں - اور ہم جیتے ہیں - اور سوائے زمانہ کے ہمیں کچھ ہلاک نہیں کرتا - اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں - وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں - الجاثیہ ۲۴ +

وما لھم بہ من علم - ان یتبعون الا الظن - وان الظن لا یغنی من الحق شیا - ترجمہ - اور انہیں اس کا کوئی علم نہیں - وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں - اور ظن حق کے مقابل کچھ کام نہیں دیتا - النجم ۲۸ +

ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس - ترجمہ - یہ لوگ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں - اور اسکی جو (انکے) نفس چاہتے ہیں - النجم ۲۳ +

ہمیں لوگوں تک حق و صداقت پہنچانے کے لئے حکمت و موعظہ حسنہ و شیریں کلامی سے کام لینا چاہیئے +

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن - ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین - ترجمہ - اپنے رب کے رستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلاؤ - اور ان کے ساتھ اس طریق سے بحث کرو - جو نہایت عمدہ ہو - تیرا رب

اُسے خوب جانتا ہے۔ جو اس کے رستہ سے گمراہ ہو۔ اور وہ سیدھی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ النحل ۱۲۵ +

اختلاف آرا کی وجہ سے ہمیں دوسروں سے مجادلہ نہ کرنا چاہیئے جس بات کا ہم کو علم ہے۔ اس سے ہمیں دوسروں کو آگاہ کرنا چاہیئے۔ اور پھر انہیں انکی رائے پر چھوڑ دینا چاہیئے +

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا و ان تولوا فانما هم فی شقاق فسیکفیکهم الله ۔ ترجمہ ۔ پس اگر وہ ایمان لائیں اسکی مثل جو تم ایمان لائے۔ تو یقیناً انہوں نے ہدایت پالی۔ اور اگر پھر جائیں تو وہ صرف مخالفت پر ہیں۔ پس اللہ ہی ان کے مقابلہ میں تیرے لئے کافی ہوگا۔ البقرہ ۱۳۷ +

فاعرض عن من تولی عن ذکرنا و لم یرد الا الحیوة الدنیا ۔ ذالک مبلغهم من العلم ۔ ترجمہ ۔ سو اس سے منہ پھیر لے۔ جو ہمارے ذکر سے پھر جاتا ہے۔ اور سوائے دنیا کی زندگی کے اور کچھ نہیں چاہتا۔ ان کے علم کا منتہا یہی ہے۔ النجم ۲۹ +

ولو شاء الله لجعلکم امة واحدة ولکن یضل من یشاء و یهدی من یشاء ۔ ترجمہ ۔ اور اگر اللہ چاہتا۔ تو تمہیں ایک ہی گروہ بنا دیتا۔ لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ النحل ۹۳ +

نحن اعلم بما یقولون وما انت علیهم بجبار ۔ ترجمہ ۔ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں۔ اور تو اُن پر مسلط نہیں +

ہمارا آیندہ نمبر

ڈبل نمبر ہوگا۔ جس میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات ہونگے۔ آپ کے مختلف شعبہائے زندگی کا اس میں تذکرہ ہوگا۔ اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ ہوگا۔ یہ نمبر آپ کے یوم ولادت کے اعزاز میں شائع کیا جائیگا۔ بہت سے اہل قلم حضرات سے استدعا کی گئی ہے۔ کہ اس نمبر کو دلکش بنانے کیلئے ہماری قلمی اعانت فرمائیں۔ یہ نمبر امید ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کے قلب مطہر کے مطالعہ کیلئے ایک متلاشئ حق کیواسطے کھڑکی کھول دیگا۔ جسمیں آپ کا جمال معنوی و صوری دلربا و دلفریب شکل میں نظر آنے لگے ✤

رسالہ کی موجودہ ضخامت چونکہ مضامین محولہ بالا کے لئے مکتفی نہیں ہوسکتی۔ اسلئے نومبر دسمبر ۱۹۲۵ء ڈبل نمبر شائع ہوگا ✤

خادم

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

ضروری عرضداشت

جن احباب کا چندہ اکتوبر و نومبر ۱۹۲۵ء کے اخیر ختم ہوتا ہے۔ از راہ کرم سالانہ چندہ مبلغ للعہ پیشگی بذریعہ منی آڈر بنام مینیجر رسالہ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں ✤

خادم۔ مینیجر

گوشوارۂ آمد و خرچ

ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو لٹریچر فنڈ و تبلیغ اسلام ریزرو فنڈ

دفتر ہندوستان بابت ماہ اگست ۱۹۲۵ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد درہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ درہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ...	۱	۶	۱	۵۷۸	خرچ مشن و اسلامک ریویو درہندوستان	۴	۶	۱۰	۴۷۳۲
آمد اسلامک ریویو ...	۲	۰	۲	۶۵۷					
آمد ریزرو فنڈ و تبلیغ اسلام فنڈ	۳	۰	۰	۰					
میزان	۶	۳		۱۲۳۵			۶	۱۰	۴۷۳۲

دستخط - ڈاکٹر غلام محمد

آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ تفصیل آمد مشن درہندوستان بابت ماہ اگست ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب شیخ خدا بخش صاحب ..	۰	۰	۱۰
مولوی قاضی عبد الصمد صاحب گوری پور میمن سنگھ بنگال	۰	۰	۳
سید تحسین علی صاحب "	۰	۰	۱
سید عبد الرحیم " "	۰	۰	۱
" منہاج الدین صاحب بھٹنڈا ..	۰	۰	۵
واپسی پیشگی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۶	۷	۱۷۵
واپسی پیشگی از جناب خواجہ نذیر احمد صاحب ..	۰	۲	۱۰۹
جناب عبد العظیم صاحب انجن گاؤں	۰	۰	۱

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب خان بہادر نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۵۰
حضور نواب رفعت یار جنگ صاحب حیدرآباد دکن	۰	۰	۱۰۵
جناب محمد شفیع صدیقی صاحب "	۰	۰	۱۵
" فضل الدین احمد صاحب بڑیچہ	۰	۰	۵
" مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵
" عبد الوحید صاحب اجمیر	۰	۰	۱۲
" خدا بخش صاحب پشاور	۰	۰	۱۰
" صبیح الدین صاحب بہادر گڑھ	۰	۰	۱
" محمد نور غنی صاحب ..	۰	۰	۵
" بابو نواب الدین صاحب ..	۰	۰	۲
" بابو ظفر علی صاحب بابت کھال قربانی	۰	۰	۱
" منشی محمد دین صاحب "	۰	۰	۱
" احسان الحق صاحب ڈیرہ غازیخان	۰	۰	۲۵

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب محمد نور غنی صاحب. بن کھول زبانی	۰	-	۱	جناب محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۲
از اسٹاک پوسٹل آرڈر آف مدراس	۰	۰	۷	ر محمد امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱
جناب سید برہان حسین صاحب	۰	۸	۱	ر تاج الدین صاحب ٹنڈی دہم	۰	۰	۵
ر شیخ فتح محمد صاحب راجمندری	۰	۰	۱۰	ر سید احمد حسین صاحب	۰	۰	۵
ر شیخ فضل کریم صاحب بٹ در			۳	کل میزان	۶	۱	۵۷۸

نقشہ نمبر ۲ آمد اسلامک ریویو پبلشنگ فنڈ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۵ء در ہند

اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ		پائی	آنہ	روپیہ
منفعت تقسیم حضور میجر حمید اللہ خان صاحب بھوپال	۰	۰	۵۰	منفعت تقسیم جناب اے کے ڈیوی صاحب ولیرا انگال	۰	۰	۲۵
ر جناب عبدالکریم صاحب پٹنہ ..	-	-	۳۰	قیمت رسالہ اسلامک ریویو	-	۲	۵۵۲
				میزان	۰	۲	۶۵۷

نقشہ نمبر ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو پبلشنگ فنڈ دفتر لاہور بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۵ء

	پائی	آنہ	روپیہ
بل نمبر ۶۳ تنخواہ عملہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء	۰	-	۲۵۳
بل نمبر ۶۴ الاؤنس اڈیٹر اسلامک ریویو ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء	۰	-	۳۰۰
بل نمبر ۶۵ سفر خرچ حضرت خواجہ کمال الدین از لاہور تا بمبئی بابت روانگی ووکنگ (انگلستان)	۶	۵	۱۴۸
بل نمبر ۶۶ ر مس سب ڈائرکٹر از لاہور تا ڈلہوزی بابت مشورہ پریزیڈنٹ صاحب انجمن	۰	۲	۱۰۹
بل نمبر ۶۷ متفرق اخراجات سفر از لاہور تا بمبئی حضرت خواجہ صاحب بوقت روانگی ووکنگ	-	-	۲۷
بل نمبر ۶۸ امپیریل بینک بمبئی برائے اخراجات حضرت خواجہ صاحب. ووکنگ روانہ کیا گیا ۔	۰	۸	۲۶۶۲
بل نمبر ۶۹ الاؤنس بہاولپور مشنری از یکم مئی سنہ ۱۹۲۵ء لغایت جولائی سنہ ۱۹۲۵ء تین ماہ	-	۰	۷۵۰
بل نمبر ۷۰ ترقی سفیر مشن زجون سنہ ۱۹۲۵ء لغایت جولائی سنہ ۱۹۲۵ء دو ماہ	۰	-	۳۴
بل نمبر ۷۱ سفر خرچ سفیر مشن خلیفہ عبد المجید صاحب از لاہور تا علیگڈھ مع واپسی لاہور ٹکٹ انٹر از لاہور علیگڈھ ۔ ٹکٹ انٹر از علیگڈھ تا دہلی ۔ ٹکٹ از دہلی تا بمبئی ۔ قلی سامان اتارنے کیلئے ۔ کرایہ گاڑی گھر سے اسٹیشن تک ۔ قلی ریلوے اسٹیشن ۔ ٹکٹ ریلوے از بمبئی تا دہلی ۔ قلی دہلی اسٹیشن ۔ کرایہ ٹانگہ اسٹیشن سے مکان تک ۱۲ ۔ دہلی سے روانگی لاہور ۔ کرایہ ٹانگہ و قلی ۔ ٹکٹ از دہلی تا لاہور ۔ قلی لاہور اسٹیشن ۔ کرایہ ٹانگہ لاہور سے گھر تک ۔ خوراک ۶/۲۵ سے لیکر ۸/۲۵ تک بحساب فی یوم ۱۲ ۔ +	۰	۷	۱۰۹
بل نمبر ۷۲ سفر خرچ خلیفہ عبد المجید صاحب سفیر لاہور تا بہاولپور لاہور سے کرایہ ٹانگہ اسٹیشن ۔ قلی لاہور ۔ ٹکٹ انٹر بہاولپور ۔ قلی بہاولپور ۔ کرایہ گھوڑا گاڑی مکان تک ۔ روانگی بہاولپور سے قلی ۔ ٹکٹ انٹر لاہور تک ۔ قلی لاہور ۔ کرایہ مکان تک ۔ ۲۳ جولائی لغایت ۳۱ جولائی فی یوم ۱۲ بابت خوراک +	۰	۴	۲۱
بل نمبر ۷۳ حق تصنیف ترجمہ ارسال کردہ	۰	۱۴	۳۱۷
	۶	۱۰	۴۷۳۲

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام و امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

راز حیات یا انجیل عمل

اس کتاب میں فاضل مصنف نے یہ دکھایا ہے کہ مذہب کو روزانہ زندگی میں دخل ہے۔ ایمان کی ترقی بھی اعمال سے ہوتی ہے قوت دولت حشمت جاہ و جلال مرفع الحالی کا راز قوت عمل میں ہی مضمر ہے۔ جس طرح کہ باغ کی تروتازگی و نشوونما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا راز قوت عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان میں مقبول ہو گئی ہے۔ قیمت بیجلد ۸ مجلد عہ

توحید فی الاسلام

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں بیان کیا گیا ہے۔ کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے یہی علوم جدید کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے۔ یہ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے۔ قیمت بلا جلد عہ مجلد عہ

ضرورت الہام

فی زمانا تعلیم یافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے۔ کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے۔ اور الہامی مذہب آیا ہے۔ بلا جلد ۱۲ مجلد عہ

سلک مروارید

یہ ان زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۳ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ انہیں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت کرنے کیلئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے + بلا جلد ۸ مجلد عہ

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور اسلام کے تمام فرقوں کے اصول ایک ہیں فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو یکجہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے + قیمت ۱۲ مجلد عہ

صدائے نصرت بہ اہل ہمت

یہ ایک فارسی نظم ہے جسمیں واقعات حاضرہ پر قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمانوں پر واضح کی گئی ہے۔ قیمت بلا جلد ۱۲

مکالمات علیہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم اصحاب جن کو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے ان کے لئے مفید ہیں + قیمت مجلد ۱۲ مجلد عہ

اسوۂ حسنہ

معروف بہ

زندہ و کامل نبی

قیمت ۸ مجلد ۱۲

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے + قیمت ۸ مجلد ۱۲

براہین نیرہ حصہ اول

معروف بہ

زندہ و کامل الہام

قیمت ۱۲ مجلد عہ

اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور زندہ ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک نہایت بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقیانہ بحث کی ہے۔ قیمت ۱۲ مجلد عہ

المشتہر منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون دروازہ دہلی میں منشی محمد شفیع خان کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام نے عزیز منزل لاہور سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل - لاہور

قیمت سالانہ للعہ — ممالک غیر کیلئے عہ

شَهِدَ مِنْكُمُ فَلْيَصُمْهُ ۚ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ
فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۚ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝
اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ۚ
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللّٰهُ
اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ
اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ
وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ



فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) — بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء مطابق ماہ صفر ۱۳۴۴ھ — نمبر ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء

جلد (۱۱) نمبر (۹)

شذرات

عیدالاضحیٰ ووکنگ میں عیدالاضحےٰ جمعرات کے دن ۲ جولائی کو ہوئی۔ خواجہ صاحب کا بہت انتظار تھا۔ لیکن وہ اس تاریخ کے جہاز میں جگہ حاصل نہ کر سکے۔ کہ جن سے وہ اس مبارک موقعہ پر انگلستان پہنچ جاتے۔ وہ ایک جہاز بعد میں تشریف لا رہے ہیں۔ بہر حال انہوں نے پہلے سے خطبۂ عید بھیج رکھا تھا جو طبع ہو چکا تھا۔ چنانچہ مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے نے جن کی اقتدا میں نماز عید ہوئی۔ اس خطبہ کو پڑھا۔ یہاں عید کے لئے ہفتہ کا کوئی دن مقرر نہیں ہوتا لیکن تاہم اچھا خاصہ مجمع تھا۔ دن بہت ہی اچھا رہا۔ مختلف ممالک و قوم کے مسلمان جمع تھے۔ غیر مسلم بھی موجود تھے۔ خطبہ کا خاص اثر قلوب سننے پر تھا۔ یہ تو عید خیر و خوبی سے گذر گئی۔ لیکن آیندہ عیدوں کی جو مشکلات ہیں وہ ابھی منہ دکھا رہی ہیں۔ آیندہ عیدالفطر ابتداء اپریل میں ہوگی۔ وہ ایسے ایام نہیں۔ کہ کوئی شخص باہر نماز ادا کر سکے۔ بارش کا سوال تو خیر خیمہ جات سے حل ہو سکتا ہے۔ جیسے گذشتہ چند عیدوں میں متواتر ہوا۔ لیکن سوال تو موسم سرما کا ہے۔ یہاں کی سردی ایسی نہیں۔ کہ ہم عید جیسا تیوہار باہر آسمان تلے

سبزہ پر ادا کر سکیں + اور اپریل کے بعد تو متواتر چھ ماہ کڑے پالے اور سردی کے ہیں جسمیں بعض ایام برف باری کے بھی ہوتے ہیں۔ آج ہمکو تقریباً ۲۶-۲۷ عیدیں منانے کا موقعہ ملا - اگرچہ یہاں بارش کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا لیکن ان گذشتہ تیرہ سالوں میں ہم خدا کے فضل کے ہمیشہ مورد رہے - شاید تین موقعے ایسے گذرے جو ہمیں بارش سے تکلیف ہوئی اور ہمنے خیموں میں پناہ لی - ورنہ اکثر اوقات ایسا ہی ہوتا رہا - کہ عین برسات ہوتے ہوتے وقت پر مطلع صاف ہو گیا - اور ہم نے اس فریضہ کو ادا کیا +

ہز ہائنس بیگم صاحبہ والئے بھوپال کے قابل توجہ امر

بہرحال ایام گرما کی عیدیں ختم ہو گئیں بارش کا علاج بھی ہو گیا - لیکن سردی وبرف کا علاج اس وقت تک یہاں نہیں - اس کا تو ایک ہی علاج ہے کہ مسجد کی توسیع ہو - موجودہ مسجد میں صرف ساٹھ ستر نمازیوں کی گنجائش ہے - اور ہماری مسجد کم از کم اس قابل ہونی چاہیئے - کہ اسمیں دو اور تین صد نمازیوں کی گنجائش ہو سکے - اسی صورت میں عیدین کی نماز بخوبی ہو سکتی ہے - یہ مسجد مرحومہ نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ والئے بھوپال کے عطیہ پر بنی تھی - انہیں اس امر میں بہت شغف تھا - چنانچہ بھوپال میں بہت سی مساجد اُن کے وقت کی یادگار ہیں - یہ مسجد اس کی مسجد بھی انہیں کی توجہ سے بنی - اسی لئے ہم اسے **مسجد شاہجہاں** کہتے ہیں - خواجہ صاحب کے عرض کرنے پر موجودہ فرمانروائے اپنی معمولی دریا دلی سے توسیع مسجد کے لئے ایک گرانقدر رقم دینے کا وعدہ فرمایا تھا اب ہم نہایت ادب سے ان کی توجہ اس طرف منعطف کراتے ہیں - مسجد کی توسیع آئندہ عید الفطر سے پہلے پہل ہو جانی چاہیئے +

عید پر کھاتا اور چاء

حسب معمول عید پر حاضرین کیلئے کھانے ۔ ۔

چاء کا انتظام مشن کی طرف سے ہؤا۔ مقتدی اور دیگر اصحاب بہت بہت فاصلہ سے عید پر ووکنگ میں آیا کرتے ہیں۔ وقت نماز گیارہ بجے ہوتا ہے اور خطبہ ختم ہوتے ہوتے ۱۲ بج جایا کرتے ہیں۔ ہمیشہ سے کھانے کا انتظام مشن کیطرف سے ہؤا کرتا ہے۔ ابکے بھی کھانا ہندوستانی وضع کا تھا۔ پلاؤ قورمہ وغیرہ اور شیرینی کے طور پر ہندوستانی سویاں طیار کی گئیں۔ یہ جلسہ تقریباً دس بجے سے چلکر شام کے چھ بجے تک رہا۔ سہ پہر کی چاء کے بعد احباب نے گھروں کو جانے کا خیال کیا +

لارڈ ہیڈلے کی تقریر خطبہ اور کھانے کے بعد لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے ایک اپنا چھپا ہؤا مضمون پڑھا۔ جو اسلام اور عیسائیت پر تھا۔ جس کا ترجمہ بھی ان صفحات میں دیا جائیگا۔ لارڈ صاحب موصوف برابر اپنی قلم و زبان سے اشاعت اسلام میں کام لیتے رہتے ہیں۔ مختلف مقامات پر لیکچر دیتے ہیں۔ اور مختلف اخبارات میں لکھتے رہتے ہیں۔ حمایت اسلام میں اُن کے بعض مضامین امریکہ اور آسٹریلیا کے پرچوں میں بھی چھپے ہیں۔ اُن کی استقامت نے اور ایسا ہی مشن کے قیام اور ہماری سرگرمیوں نے مغرب کی توجہ کو نہایت زور سے اس طرف کھینچ رکھا ہے +

خواجہ صاحب کی نئی تصنیف اسلام اور آتش پرستان اس عنوان کی کتاب جو زیر تصنیف تھی۔ اور جس کے ابتدائی چند صفحوں کا ترجمہ اس رسالے میں نکل بھی چکا ہے۔ نہایت عمدہ کاغذ اور خوبصورت جلد کے ساتھ شائع ہو گئی ہے۔ اس کتاب میں نہایت عمدہ پیرایہ میں حضرت زرتشت کے پیروؤں کو تبلیغ اسلام کی گئی ہے۔ یہ کتاب انگریزی میں ہے اس تصنیف کا مقصد تو تو ہی پورا ہوگا جب یہ کتاب آتش پرست اصحاب کے ہاتھ میں جاوے۔ وہ لوگ تو خود خریدنے سے رہے۔ اور مفت بھیجنا بھی مفید

نہیں ہؤا کرتا۔ اس کا ایک ہی رستہ ہے۔ ہمارے بعض دوست بطور تحفہ اپنے پارسی احباب کو یہ کتابیں بھیجیں۔ اسکی قیمت تو اڑھائی روپیہ ہے لیکن ان اغراض کے لئے اسمیں کمی بھی ہو سکتی ہے۔ صوبہ بمبئی اور حیدر آباد کے ہمارے احباب اس پر غور کریں۔

حضرت خواجہ صاحب کا ایک تازہ خط

حضرت خواجہ صاحب نے اپنے ایک تازہ خط میں جو اپنا اطمینان اپنی واپسی پر ظاہر کیا ہے۔ اس سے ہم اپنے مکرم قارئین کو بھی اطلاع دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ اب کے انگلستان میں قدم رکھتے ہی اعلےٰ طبقے کے سرکلوں میں انہیں جانے کا اتفاق ہؤا۔ کئی ایک **ایٹ ہوموں** میں وہ شریک ہوئے مشن کے ایٹ ہوم پر جو خواجہ صاحب کے ولایت پہنچنے کی تقریب پر دیا گیا کثرت سے لوگ آئے۔ ان تقریبوں میں عموماً طبقے کے لوگ تھے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک وہ دن تھا۔ جب ان طبقات میں اسلام کا نام لینا۔ یا مسلم مشن کی طرف تلمیح کرنا ایک طرح کی نفرت۔ وحشت نیسی اور اجنبیت کو محرک کرنا تھا۔ لیکن آج وہ بات نہیں ہے۔ بس جہاں گیا۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں " وہاں اپنے لئے ایک رنگ کا خیر مقدم پایا۔ لوگ شوق سے مجھے ملنا اور واقفیت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ انہیں سے بعض عید پر آچکے تھے۔ اور دوسرے اپنا تاسّف ظاہر کرتے تھے۔ کہ وہ عید پر شریک نہ ہو سکے۔ گویا اسلام نے اپنی جگہ پیدا کرلی۔ اور وہ یہاں قابل توجہ ہو گیا۔ یہ رنگ میں نے آج سے دو سال پہلے بھی نہ دیکھا تھا۔ اور تو اور جس بات نے مجھے خاص طور پر حیران کیا۔ وہ میرے مکرم مسٹر عبد اللہ یوسف علی صاحب پنشنر (ڈپٹی کمشنر) کی طبیعت میں خاص تبدیلی تھی۔

وہ ویسے تو اسلامک ریویو میں کبھی کبھی لکھا کرتے تھے۔ اور اسلام
پر حسب ضرورت تقریریں بھی کرتے تھے لیکن اب کے انہیں میں نے خوب
شغف دیکھا۔ انہوں نے مجھے بار بار کہا کہ ہمیں یہاں توسیع و اشاعت
اسلام میں خاص کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہاں سے لوگ اب طیار ہیں
مسٹر یوسف علی کا یہاں سے آنا اور دنیا سے کٹ بیٹھنے میں خاص اثر ہے۔
ان کا یہ نیا شغف گویا ان کی یہاں کی مفصل نشست کا نتیجہ ہے۔ کہ اب لوگ
اسلام کیطرف زیادہ متوجہ ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ لارڈ ہیڈلے سے جو نفرت
لوگوں کو آج سے کچھ سال پہلے متواتر آٹھ دس سال تک انکے اعلان اسلام کے باعث
رہی وہ اب ختم ہوگئی۔ یہ تبدیلی خصوصاً ان کے حج جانے کے باعث ہوئی۔ پہلے
تو لوگ یہ سمجھتے رہے۔ کہ اسلام میں رکھا ہی کیا ہے۔ جو لارڈ ہیڈلے ایک
مدت تک اس کا حلقہ بگوش رہیگا۔ لیکن جب برابر دس سال تک وہ استقامت سے
اس عقیدہ پر جمے رہے۔ اور عین سخت گرمی کے ایام میں انہوں نے حج کا ارادہ
کیا۔ تو یہ امر لوگوں کے استعجاب کا موجب ہوا۔ وہ شخص جو برفانی ملک کا باشندہ ہے
وہ مکہ مکرمہ جیسی گرم جگہ کو اور وہ بھی جون جولائی کے ایام میں حج کیلئے جاتا ہے
اسباب نے از سرِ نو دس سال کے بعد عام مغرب کی توجہ کو لارڈ ہیڈلے اور اسلام کیطرف
منعطف کیا۔ اس امر نے لارڈ موصوف کے صدق و صفا پر لوگوں کو متیقن کیا +
پھر لارڈ موصوف کی واپسی پر جب انکی متواتر تقریریں حج پر مختلف مقامات میں
ہوئیں۔ اور انہوں نے عموماً ہر موقعہ پر ظاہر کیا۔ کہ حج بیت اللہ نے انکے ایمان اور
انکی محبت اسلام میں اضافہ کیا۔ تو اس سے اور بھی نیک اثر یہاں ہوا۔ چنانچہ یہ امور
اب آسانی سے نظر آ رہے ہیں +

لارڈ ہیڈلے کی [illegible] سے ملاقات

اس اسلامی بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھ کر خود
پادریوں کے بڑے حلقے میں ہلچل ہو رہی ہے کہ
اب اور تو ان کے پاس کیا رہا ہے۔ اس امر

پر زور دیا جا رہا ہے۔ کہ اسلام میں عورت کی عزت نہیں۔ عورت کے ساتھ نیک سلوک نہیں ہوتا۔ اس امر کو ہمنے ابتدا سے ہی سمجھ لیا تھا۔ کہ ہمارے خلاف یہ لوگ کیا کہیں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلامک ریویو میں ہم ہمیشہ حقوق نسوان پر بحث کرتے رہتے ہیں۔ اور کرتے رہینگے بشپ آف لندن نے پرسوں لارڈ ہیڈلے کو بلوایا۔ یہ ملاقات ہی کہتی ہے۔ کہ ان لوگونکو کہاں تک ہمارے مشن نے گھبرا رکھا ہے لارڈ موصوف نے محولہ بالا مضمون کی ایک کاپی بشپ موصوف کو بھیجی بشپ گویا موقع کی تلاش میں ہی تھا۔ اس نے فوراً لارڈ موصوف کو ملاقات کے لئے بلوایا۔ ملاقات کا وقت تو تھوڑا تھا۔ البتہ بشپ موصوف نے پسند کیا۔ کہ لارڈ موصوف ان سے پھر ملیں۔ اور بالاستیعاب گفتگو ہو۔ اس تھوڑی سی ملاقات میں بھی لارڈ ہیڈلے نے یہ تو انکو کہدیا۔ کہ اصل تعلیم مسیح اور تعلیم محمدیت مآب تو ایک ہی مقصد کی طرف دنیا کو لیجانا چاہتی ہے۔ لیکن جو امور جناب مسیح کے جانے کے بعد پادریوں نے مسیح کے سادہ مذہب میں ملا دیئے۔ اُن پر اُسے کبھی ایمان نہ تھا۔ لارڈ ہیڈلے نے اُسے کہا۔ کہ یہ گذشتہ تیرہ سال کی بات نہیں جب سے وہ مسلمان ہُوا۔ بلکہ جب وہ ... تب سے اُسے الوہیت مسیح۔ کفارۂ مسیح۔ عشاء ربانی وغیرہ ایک حقیقت نظر آتے تھے۔ اس نے انسانی نجات و فلاح کے لئے کبھی ان باتوں کو قابل توجہ نہیں سمجھا۔ اور نہ آج وہ انکو ضروری سمجھتا ہے۔ اس پر بشپ موصوف نے کہا۔ کہ ایسی حالت میں تو آپ سے گفتگو کرنا ایک قسم کی تضیع اوقات ہے۔ بجواب لارڈ ہیڈلے نے کہا۔ کہ نہیں۔ آپ اگر ان باتوں میں کوئی معقولیت دیکھتے ہیں تو مجھے سمجھا سکتے ہیں۔ میں آپ کی باتیں سننے اور ان پر غور کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ امر صحیح ہے۔ کہ گذشتہ پچاس ساٹھ سال سے یہ باتیں میری سمجھ

میں کبھی نہیں آئیں ۔ اور نہ ہی میں نے کسی کی نجات کے لیئے انہیں ضروری سمجھا ۔ اس ملاقات میں تو اس قدر تذکرہ رہا ۔ آئندہ ملاقات شاید زیادہ نتیجہ خیز نکلے ۔ لیکن اس سے یہ تو نظر آتا ہے ۔ کہ پانی کس طرف بہ رہا ہے +

مسلم لٹریچر کی اشاعت

ان حالات کے پیدا ہو جانے پر ضرورت اس بات کی ہے ۔ کہ مسلم لٹریچر کی اشاعت کثرت سے مغرب میں ہو ۔ چھوٹے چھوٹے رسالے جنکی قیمت بہت تھوڑی یا برائے نام ہو وہ لکھے جاویں ۔ اور عام طور سے لوگوں کے گھروں تک پہنچائے جائیں ۔ یہ تو مشکل امر ہے ۔ کہ لوگونکو اس وقت خطبات اور وعظوں کے ذریعے اسلام سے اطلاع دیجائے ۔ اول تو ہمارے ہاں مبلغ ہی گنتی کے ہیں ۔ وہ کہاں کہاں جا سکتے ہیں ۔ ہاں خواجہ صاحب نے گذشتہ تین سالوں میں نہایت اعلیٰ کتابیں لکھی ہیں ۔ اور وہ لکھتے رہتے ہیں ۔ لیکن دقت یہ ہے کہ وہ ضخیم کتابیں ہیں ۔ کہاں تک مفت تقسیم ہوسکتی ہیں ۔ بعض ان میں سے مثلاً ینابیع المسیحیت اردو و انگریزی کی کثرت سے تقسیم بھی ہوئی ہیں ۔ لیکن اس کیلئے ہم مشن کے بعض معاونین کے مرہون منت ہیں ۔ کیا اچھا ہو ۔ کہ اگر ہمارے بعض معاونین دو دو سو یا تین تین سو روپیہ ایک ایک کر کے بھیجدیں تو ان کے نام پر یہ مختصر رسالے شائع ہو جائیں ۔ ہمارے چھوٹے رسالوں میں سے جس کتاب نے مشن کو از حد فائدہ پہنچایا ۔ وہ حدیثوں کا مختصر سا بزبان انگریزی مجموعہ ہے جو آج تک دس ہزار کاپی میں شائع ہوا ہے ۔ اسمیں شاید ڈیڑھ سو حدیث کا انگریزی میں ترجمہ ہے ۔ اب خواجہ صاحب کا ارادہ ہے ۔ کہ اسی قدر اور حدیثیں ترجمہ کر کے تین سو حدیث کا مجموعہ چھاپ دیں ۔ اور اسکو نہایت ارزاں قیمت پر رکھا جائے ۔ کوئی عاشق حضرت ختمیت مآب ایسا نکل آئے جو اس کام کو اپنے ذمہ ڈال لے ۔ ہمارے معاونین اس سوال پر غور کریں +

سرکس میں ہمارا حصہ

اکالی ہمیں کیا سبق دیتے ہیں؟

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

ادھر ولایت کو آتا ہوا راستہ میں میں ایک رئیس کا مہمان ہوا۔ انکے ہاں ایک بنگالی سرکس کمپنی بھی تھی۔ سرکس کھیل کرنے والے کُل کے کُل جوان یا نو دس سالہ بچے تھے۔ انھوں نے سرکس کے قریب قریب وہ تمام کھیل کر ڈالے جو سرکسی اعلےٰ کھلاڑی کیا کرتے ہیں۔ ان بچوں کے اپنے عضلات پر پوری حکومت تھی۔ جس جانور کی ہیئت و شکل وہ چاہتے بنا لیتے پٹھوں کو جو حرکت چاہتے دے لیتے۔ قرآن نے ہی یہ دنیا کو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم بتلایا۔ کہ جسم انسانی میں وہ کل استعدادیں موجود ہیں۔ جو باقی مخلوقات میں الگ الگ رکھی گئی ہیں۔ جس جانور کے جس فعل کی نقل انسان چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ عقاب کی آنکھ۔ مچھلی کی پیراکی۔ مگر مچھ کی غوطہ زنی۔ گھوڑے کی تیز قدمی سب ہی کچھ اسمیں موجود ہے۔ جسم تو تھوڑا اخلاقی روحانی طور ایسے انداز و تقویم پر انسان کی نیو ڈالی گئی ہے۔ کہ یہ کُل کی کُل مخلوق کا مظہر بن سکتا ہے۔

انسان کے متعلق ماقبل اسلامی رائے

قرآن نے کیسقدر عظیم الشان راز انسان پر کھولا۔ اسکی استعدادوں سے اُسے واقف کر دیا۔ وہ کیا کچھ نہیں کر سکتا اور کیا کچھ نہیں بن سکتا۔ بُدھ۔ ہندو۔ زرتشتی۔ عیسائی انسانوں کو بدیوں اور نقصوں کا پتلا ہی سمجھتے رہے۔ بُدھ نے انسان کو اس قابل ہی نہ سمجھا کہ وہ دنیا میں رہکر کوئی متمدنانہ خوبی حاصل کر سکتا ہے۔ اسکی تمسک اس کے نروان میں سمجھی گئی۔ اسکی نجات اسکی ہلاکت میں قرار دی گئی۔ ہندو فلسفہ

نے دُنیا کو مایا اور دھوکہ قرار دیا۔ جس کا قطع تعلق ہی نجات کو پیدا کرسکتا
ہے۔ زرتشتیوں نے انسان کو رُوحِ نیکی اور رُوحِ بدی کا آلہ بازی قرار دیا۔
گویا اُسے خُود اپنے افعال پر کوئی اختیار حاصل نہیں۔ ان سب کے پیچھے عیسائی
آئے اُنہوں نے تو انسانی استعداد کا دیوالہ ہی بول دیا۔ مسیحی کلیسیا نے
قرار دیا۔ کہ انسان کی سرشت میں خیر و خُوبی کا نام نہیں۔ وہ بدی کا مجسمہ ہے
گُناہ اسکی فطرت اور اس کے ورثہ میں آچکا ہے۔ اسمیں قوانین و شرائع
پر چلنے کی اہلیت ہی نہیں۔ اسلام سے ماقبل انسان کے متعلق دُنیا مذہب و
فلسفہ کی یہ رائے تھی۔ ان حالات میں کسی قسم کی ترقی و تمدن کے طرف رغبت و
میلان فی نفسہ ناممکن تھا مثلاً کوئی انسانی ترقی ہے۔ کہ جس کا حصول کسی نہ
کسی قسم کے قوانین و ضوابط کی پابندی و متابعت نہیں چاہتا۔ لیکن اگر حسب تعلیم
کلیسیا انسان میں یہ استعداد ہی نہیں تو پھر وہ کس ترقی و تہذیب کیطرف
مائل ہوسکتا ہے۔ اگر ایام وسطیٰ میں مسیحی دُنیا میں بالکل غیر متمدن تھی۔ تو ان ساری
بدعنوانیوں کا ذمہ وار کلیسیہ کا یہی مسئلہ ورثۂ گناہ تھا۔ یُورپ جب تک
اعتقاداً عیسائی رہا۔ اس برّاعظم میں کوئی خیر و خوبی نظر نہ آئی۔ مغرب نے
جب کلیسیا کا جُوا اپنی گردن سے اُتار پھینکا۔ اور علمی اور تمدنی معاملات
میں اپنی عقل و رائے سے کام لیا۔ فی الفور تمدن و شائستگی نے
مغربی اقوام کو اپنے ظلِ برکت میں لیلیا +

کل اہلِ مذاہب نے اسلامی اصولِ زندگی کو اختیار کیا

مذاہب مختلفہ کے یہ اصولِ زندگی کب چلنے کے قابل تھے۔ آہستہ آہستہ ان مذاہب کے پیروؤں نے رسمیاتِ مذہب کو تو قائم رکھا لیکن تمدن و تہذیب کے متعلق جو امور فرداً فرداً ان مذاہب نے تعلیم کر رکھے تھے انہیں آہستہ آہستہ ترک کر دیا۔ مثلاً ان سب مذاہب نے رُہبانیت اور ترکِ دنیا کی تعلیم دے رکھی تھی۔ لیکن کسی نے بھی دُنیا کو نہ چھوڑا۔ چند مذہبی خبط والے

تو راہب ہو گئے لیکن باقی سب کے سب دُنیا بنانے اور دُنیا کی زیب و زینت میں لگ گئے۔ بدھ مذہب کے ماتحت اچھی سے اچھی سلطنتیں قائم ہو گئیں راجوں مہاراجوں نے راج پاٹ کو چھوڑنے کی بجائے اُسے مضبوط کیا دنیا کو مایہ جاننے والوں نے دُنیا کو کمایا۔ اسکی پُوری غلامی کی۔ اسکی ہر لذت سے بہرہ یاب ہوئے۔ اس وقت اگر بدھ مذہب کسی ملک کا ملکی اور قومی مذہب کہلا سکتا ہے۔ تو وہ برھما ہے۔ بدھ مذہب تو دُنیا کو جائے تکلیف قرار دے اور اُس کے لذات کو چھوڑنے پر زور دے۔ اور برہمی لوگ اپنے لہو ولعب اور تلاش حظوظ دُنیا میں کُل مذاہب دیگرہ سے سبقت لیجاویں۔ ہفتہ کے سات دن ہوتے ہیں۔ لیکن برہمی ایک ہفتہ میں دس مواقع خوشی پیدا کر لیتا ہے عیسائی دُنیا میں رُہبانیت تو کہاں۔ لیکن جہاں رُہبانیت ہے وہ ہماری دُنیوی زندگی پر بھی خندہ زن ہوتی ہے۔ عیسائی راہبوں کی معاشرت ہمارے اچھے خاصے اُمرا کو بھی نصیب نہیں۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ کُل اہل مذاہب اس وقت روزانہ زندگی کے اصُول قریب قریب اپنے اپنے مذہب سے نہیں لیتے موجُودہ اصُول زندگی جو بھی ہیں۔ اور جہاں بھی ہیں۔ ان کا سرچشمہ اسلام ہی اسلام ہے

ہندو صاحبان نے اسلام سے کیا لیا

اس وقت ہندو قوم کے نصب العین میدان عمل میں ان کے پیش تھا وہ مقاصد جو کچھ بھی ہیں۔ وہ سب کے سب اسلامی ہیں۔ ہندو شاستر تو ذات پات کی تعلیم دیں۔ قومی امتیاز پر زور دیں۔ اچھوت کے ساتھ مل بیٹھنا تو درکنار اسکے سایہ سے انہیں بچنے کا حکم دیں۔ اور ہندو لیڈر اچھوتوں کو اپنے میں شامل کرنے کا فکر کریں۔ ویکم میں اچھوت قوموں سے جو جنگ ہو رہی ہے۔ جس کہ انہیں اُن سڑکوں پر بھی چلنے کا حکم نہیں جہاں اعلیٰ ذاتوں کے ہندو آتے جاتے ہیں۔ تو یہ کوئی برہمنوں کی ہٹ دھرمی نہیں۔ اُن کے شاستروں میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ ذات پات کی تمیز اور سوشل امتیازات تو کوئی

غیر اسلامی تمدّن و تہذیب خالی نہیں - اور بالمقابل کسی مذہب نے ان امتیازات کے خلاف کچھ نہیں کیا - ہاں اسلام نے ان امتیازات کا قلع قمع کیا - لیکن ہندو لیڈر اپنے شاستروں کی اس تعلیم اپنی سیاسی مقاصد کے مخالف پا کر اسے چھوڑنا چاہتے ہیں - انہوں نے اسلامی تعلیم اخوت عامہ اور اس کے شاندار نتائج کو خوب سمجھ لیا ہے - وہ اس تعلیم کی خوبیوں پر اپنے شاستروں کو خوشی سے قربان کرنا چاہتے ہیں - اسی طرح سوراج کا بھی ایک مسئلہ ہے - منو کے قوانین کو جمہوریت کیلئے سم قاتل ہیں - اس کے تجویز دادہ راجہ پرجا کے حقوق پر سوراج چل نہیں سکتا - جہاں چار ذاتیں الگ الگ ہوں وہاں مساوات ہو نہیں سکتی - اور جمہوریت کی تو جان مساوات ہے - یہی ذاتی افتراق سنگھٹن کا بھی دشمن تھا - ہاں اسلامی تعلیم اتحاد ہی بہترین سنگھٹن کو دنیا میں پیدا کر سکتی ہے - اسی طرح شدھی کا مسئلہ ہے - ہندو دھرم میں شدھی! یہ تو دیانند جی مہاراج کی ایک بدعت ہے - لیکن یہ چاروں باتیں یعنے اچھوت کی شمولیت - شدھی سنگھٹن اور سوراج کچھ آپس میں ایسے ہم رشتہ ہیں کہ ایک کا حصول دوسرے کے سوا ہو نہیں سکتا - اور ہندو مذہب اپنی اصلی تعلیم کے رُو سے ان چاروں کا مانع ہے - لیکن یہی چیزیں تمدن کی جان ہیں مسئلہ توحید اسلام کی تہ میں مساوات انسانی - اخوت و وحدت انسانی - اور جمہوریت مضمر ہیں - جو ان کے خلاف عقیدہ رکھے وہ توحید سے ناواقف ہے اور باریک رنگ میں شرک کرتا ہے - انہیں وجوہ سے اسلام جمہوریت کا بنا کنندہ اور سرچشمہ قرار دیا گیا ہے - یہ اسلامی برکات ہیں - دنیا اس کی طرف آرہی ہے ہاں اسیات سے اگر کوئی محروم ہے یا ان حقائق سے کوئی ناآشنا ہیں تو ہم مسلمان ہیں سے

برسنگ منطقم اثرے میکند مگر
نے بہرہ ایں کساں ز کلام مؤثرم

ہر بات میں مسلمان پیچھے

الغرض اس قرآنی انکشاف نے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم - انسانی ترقیات کا دروازہ

کھول دیا۔ اس حقیقت نے کہ انسان میں ہر قسم کی اہلیت ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ دنیا کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ قرون اولے کے مسلم اگر انسانی کمالات کو کہاں کا کہاں لے گئے۔ تو اس امر کا محرک بھی یہ انکشاف قرآنی تھا۔ آج اس زمانہ کے سرکسی کرتبوں نے اس آیت کے منطوق پر ایک اور مہر صداقت لگا دی۔ لیکن قرآن کے اس عرفان سے ان ایام میں اگر کسی گروہ انسانی نے فائدہ اٹھایا تو وہ غیر مسلم ہیں۔ مثلاً اسی سرکس کو لیجئے سرکس نہ تو گانے بجانے میں داخل ہے۔ کہ اسمیں راگ اور مزامیر کی بحث اٹھے نہ فن ارباب نشاط کے کسی عنوان تلے اس کا کوئی کرتب آتا ہے نہ اسمیں کوئی چیز من قبیل فواحش ہے۔ یہ ایک ورزش جسمانی ہے۔ پہلوانی کی ایک شاخ ہے۔ اگر ایک مسلم پہلوان بن سکتا ہے۔ اور اس فن کو ذریعہ روزگار بنا سکتا ہے۔ اور اس پر شریعت کا بھی کوئی حرف نہیں آسکتا تو پھر سرکس کا پیشہ اختیار کرنے میں کیا حرج ہے۔ آج اس فن کے طاق بھی غیر مسلم ہی نکلے۔ اس فن کے ذریعہ بھی ہزارہا روپیہ غیر مسلم جیب میں گیا۔ اور اس امر پر کیا حصر ہے۔ جو کوئی امر بھی ترقی و تمدن کا دنیا دریافت کرتی ہے۔ تو اسکی طرف مسلم توجہ اس وقت ہوتی ہے کہ جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم تھا خزاں کا ہو جاتا ہے ؎

سرکس پر ایک دردمند مسلم دل کے افکار

ان سرکسی کرتبوں کو دیکھ کر میرے دل میں معاً لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کا آجانا تو خیر میرے اشغال معمولہ کے مناسب حال تھا لیکن ان سرکسی نظارہ نے میری قلبی کیفیت کچھ اور کی اور پیدا کر دی۔ میرے ہمنشیں میزبان اور خصوصاً ان کے ہم جلیس تو سرکسی دلچسپیوں میں مصروف تھے۔ لیکن میرے خیالات کا مدوجزر مجھے کہیں کا کہیں لیجا رہا تھا۔ سب سے پہلے میری توجہ سرکسی کھیلوں میں حصہ لینے والوں پر پڑی۔ سب کے سب مجھے غیر مسلم نظر آئے۔ اس

کمپنیوں میں اگر کوئی مسلم نظر آیا تو قلی نظر آیا۔ اس کمپنی میں جو پانچ چھ مسلمان تھے ان کا کام کرسیوں اور بنچوں کا لانا یا ہٹانا۔ دریوں کو بچھانا۔ آلات سرکس کو اٹھانا سرکس کی سٹیج کو آراستہ کرنا وغیرہ وغیرہ تھا۔ الغرض قلیوں کے سارے کام ہم مسلمانوں کے ہاتھ آئے ہوئے تھے۔ اور یہ اس کمپنی پر کیا منحصر ہے ہر جگہ یہی رنگ نظر آتا ہے +

خدا کی شان! سرکس کوئی علمی کام نہ تھا۔ نہ کسی دماغی محنت و تعلیم کو چاہتا تھا۔ اس کمپنی میں دس بارہ سالہ بچے حیرتناک کرتب کر رہے تھے لیکن مسلم اس میں بھی پیچھے رہے۔ یہاں کوئی یونیورسٹی ڈگری حاصل نہ کرنی تھی۔ جو ہماری راہ میں اشکال پیدا کر دیتی۔ یہ کوئی تجارت نہ تھی۔ جہاں کسی بھاری سرمایہ کی ضرورت تھی۔ اس کا سرمایہ تو انسانی جسمانی قوٰے اور اس کے عضلات تھے۔ جو ہر جگہ موجود ہیں۔ ہاں یہ کام ایک قسم کا شوق۔ ہمت۔ محنت۔ جرأت اور تخیل کو چاہتا ہے۔ اور یہ باتیں ہم میں مفقود ہیں +

تمدن کی راہ سے ناآشنا مسلمان

تمدن کی سڑک کوئی نرالی سڑک نہیں ہاں زمانہ کی ضروریات اس کے خط و خال کو بدلتی رہتی ہیں۔ اور عقلمند وہ ہیں جو زمانہ کی نبض شناسی کر کے اپنے حالات کو اس کے مطابق کر لیتے ہیں۔ وہ اپنی ہمت اپنے وقت اور اپنی محنت و سرگرمی کو پامال راہوں پر چلنے تک محدود نہیں رکھتے وہ آنکھ۔ کان کھول کر دنیا میں پھرتے ہیں۔ وہ مشاہدہ اور تجربہ سے اپنے دل و دماغ کو کام میں لاتے ہیں۔ وہ اس تلاش میں رہتے ہیں کہ دنیا کے ہر پہلو بدلتے ہیں۔ اور دنیا روز بروز نئے امتیاز اختیار کرتی ہے ذہنی تعریز و نمونوں کی کتنی نئی راہیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان کے معاصرین کیا کچھ کر رہے ہیں۔ وہ کسی سرائے کام کو جو نو حشی سی خالی ہو ذلیل نہیں سمجھتے

اسی چمڑے کی اور اس کے متعلقہ دوسری تجارتوں کو دیکھ لو۔ مذہبی احساسات ہندوؤں کو ان تجارتوں سے روکتا تھا۔ تعلیم جدید نے اُن کی آنکھ کھول دی۔ انہوں نے مذہبی تعلیمات و احساسات کو بالائے طاق رکھا۔ آج بوٹ وغیرہ چرمی کاموں میں اعلےٰ پیمانہ پر تجارت کرنیوالے ہندو پیدا ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں سے ایک مفید کام لیلیا۔ کیا ہم نے بھی اُن کاموں کو اپنا بنانے کی کوشش کی۔ جو ایک قسم کی اُن کی جائداد مخصوصہ ہو رہے ہیں۔ اسلام نے تو ہماری راہ میں کوئی مشکل نہ ڈالی تھی۔ اس نے تو ہر متمدّن کام کا دروازہ ہمارے لئے کھول رکھا تھا۔ لیکن ہم نے اسلامی برکات سے آنکھیں بند کرلیں۔ ہم بھیڑ اور بکری بن گئے۔ جن راہوں یا پیشوں پر ہمارے آباؤ اجداد چلے۔ اُن پر چلتا اور اُن سے ایک انچ بھی ادھر اُدھر نہ ہونا ہم نے ایک مذہبی فرض سمجھ لیا۔ یہ باتیں تو ایک قسم کی خودکشی ہیں۔ یہ تو ہلاکت کے لچھن ہیں۔ کیا ہم بھی معاشرت و معیشت کے مسائل پر کبھی غور کرتے ہیں۔ کیا ہم بھی سوچتے ہیں۔ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے کیا وجوہِ کفاف کی تلاش میں ہم نے بھی کبھی فکر کی کہ کوئی نئی راہ نکالیں؟

زمانہ بدلے مسلمان نہ بدلیں گے

اِنسانی مذاق انسانی مطلوبات و ضروریات میں ہر روز تبدیلی ہوتی ہے۔ انہیں تبدیلیوں سے حرفت صنعت اور روزگاروں کی نوعیت و شکل بدلتی رہتی ہے۔ اِنسان کے حالات تو بدلتے جائیں۔ لیکن مسلمانوں کے وجوہ کفاف میں فرق نہیں آتا۔ غیر مسلمانوں نے آج سے بیس سال پہلے تانگے اور گاڑیاں چلانی شروع کیں مسلمان یکوں کو ہی ہانکتے رہے۔ دُنیا میں موٹریں آ گئیں مسلمان یکّہ چھوڑ تانگہ بانی پر آ گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو تمدن کی راہوں سے نا آشنا ہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے یورپ سے سرکس والے آئے۔ آج اُن کی صورت نظر نہیں آتی۔ بیلون مغرب سے آیا

آج وہ بھی نہیں۔ برادرانِ وطن نے دیکھا۔ کہ یہ امور بھی ایک اچھے روزگار کا ذریعہ ہیں۔ اُن کا تخیّل اُنہیں کہاں کا کہاں لیگیا۔ اُن کی دوربین نگاہ۔ اُن کی ہمّت۔ استقلال اور محنت و جُرات نے ان قیمتی کاموں کو جو یورپ والے یہاں لائے۔ اُن کے ہاتھ میں منتقل کردیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں سرکس والے۔ بیلوں باز۔ دیگر ورزشی کاموں میں طاق۔ ہندو بنگالی۔ مرہٹے نظر آنے لگے۔ مرد کیا عورتوں تک میدان میں آگئیں تارابائی نے نکلکر مسلمانوں کو جتلادیا۔ کہ میدانِ عمل میں اب وہ عورتوں کا ساکام بھی کرنے کے قابل نہیں۔ یہ نہیں کہ مسلمان بالقوئے نامرد ہوگئے۔ یا اُن کے جسمی حالات بدل گئے۔ جسم بھی وہی ہے۔ تن وتوش بھی وہی جسمی استعدادیں بھی وہی۔ لیکن خوابِ غفلت سے اُنہیں کون جگا سے آپس کی تفسیق۔ تکذیب تکفیر سے اُنہیں کون فرصت دے ورنہ مسلمان کیا نہیں کرسکتے۔ مثلاً جب پروفیسر رام مورتی نے یہ دعوےٰ کیا کہ اسکے کمالات ہندو جتی سنی ہی حاصل کرسکتا ہے۔ اور کوئی نہیں کرسکتا اور اس سے اسکی غرض صرف یہی تھی۔ کہ قومی تعصبات کو بھڑکاکر ہندو جیب کو اچھی طرح کترے۔ اس پر ہمارے ایک مکرم ڈاکٹر عصمت اللہ تام کو جوش آیا۔ اُنھوں نے اس کے مقابلہ کی ٹھان لی۔ چند ماہ کی ورزش نے انہیں رام مورتی کے مقابلہ کے قابل کردیا۔ وہ میدان میں خم ٹھوک کر آگئے۔ اور رام مورتی کو پہلے میرٹھ اور پھر لاہور میں آپکڑا۔ مقابلہ کے لئے اُسے چیلنج دیا۔ رام مورتی نے بہتیرا ٹالا۔ لیکن وہ مردِ میدان کے مقابل کیا کرسکتا۔ لاہور سے وہ خوشتاب گیا۔ ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب وہاں بھی تھے۔ آخر پروفیسر مذکور کو اپنے دعاوی واپس ہی لینے پڑے اور نہ معلوم اس کی راہ میں کیا واقعات جلدی ہی پیدا ہوگئے۔ کہ ہندوستان میں اس کی جگہ ایک عورت یعنے تارابائی نے لی۔ اس کے بعد

ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ میدان چھوڑ دیا۔ اور اپنے اصلی کام پر چلے گئے کیا اچھا ہوتا۔ اگر ڈاکٹر صاحب اس کام میں رہتے۔ اُن کی مثال ان کی تعلیم و تربیت بعض اور مسلمانوں کو جو کسی بہتر کام کو نہیں کر سکتے۔ اس شریفانہ روزگار کی طرف لے آتی۔ اگر مسلمان پہلوان بن سکتے ہیں۔ اور پہلوانی کو وجہ کفاف بنا سکتے ہیں۔ تو پھر سرکس میں کونسا امر مانع ہو سکتا ہے

سرکس چھوڑ آج ہندوستانی تمدن میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ ہماری ضروریات اور کی اور ہوتی جاتی ہیں۔ فوٹوگرافی کی قدردان ہندوستانی خاتون بھی ہونے لگی ہیں۔ دنداں سازی نے عورت مرد دونوں کو اپنا محتاج کر رکھا ہے۔ اسی طرح اور بھی نئی ضرورتیں پیدا ہو رہی ہیں مانا کہ ہندوستان سے اور خصوصاً ہندو اصحاب سے وہ پردہ کے قیود دُور ہوتے جاتے ہیں جو پہلے تھے۔ پھر غیر محرم نگاہ اور ہاتھوں سے ابھی پرہیز باقی ہے۔ عورتوں کی ضروریات کو اگر عورتیں ہی رفع کریں تو بہتر نظر آتا ہے۔ فن قابلہ تو ابھی مُدتوں تک ہندوستان میں عورتوں کے پاس ہی رہیگا لیکن اور امراض میں اگر خواتین کو طبّی امداد اپنے صنف سے ہی ملے تو زیادہ ترجیح کے قابل امر ہے۔ اس امر کو بھی ہندو اصحاب کی دُور بین نگاہ دیکھ رہی ہے۔ فوٹوگرافی۔ دنداں سازی۔ میڈیکل شعبہ ان سب میں ہندو مستورات ہی تھوڑا بہت حصّہ لے رہی ہیں۔ اور وہ دن قریب ہے۔ کہ ان اُموُر میں ہندوستانی خواتین کی ضروریات ہندو خواتین ہی پُورا کرینگی۔ روپیہ کی یہ نئی نہریں ہندوستان میں کھُد رہی ہیں۔ اور عنقریب کُل مُلک میں چاروں طرف نظر آئیں گی۔ لیکن یہ انہار زر بھی ہندو زمینوں کو ہی سیراب کرینگی اُن کا منبع تو مسلمانوں کے گھر ہونگے لیکن ان کا دہانہ ہندو اصحاب کے مکان ہونگے ؎

حُسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے
خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے

اچھوت قوموں کے قائمقام

کس بات کا افسوس کریں اور کس پر نوحہ کریں۔ ہم کیا کر رہے اور کیا چاہتے ہیں ۔کس سوا راج کا خیال ہے ۔ اور کس سیاسی طاقت وشوکت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ۔ہمارا حشر ہمیں معلوم ہے ۔ ہم سیاسی سرکس کا سٹیج بنانیوالے ۔ کرسیاں میزیں بچھانیوالے انہیں ہٹانیوالے ۔ ایکٹروں کے آلات اُٹھانیوالے اور اُن کی امداد کرنے والے یہ ہماری موجودہ حالت ہے ۔ جس کے پیچھے ہندو بھائی لگے ہیں ۔ اور اسے لے کر رہینگے ۔ وہ ہمارا النصبُ العین نہیں ہوسکتیں ۔ وہ علم و دولت کو چاہتی ہیں اور یہ دونو باتیں ہم میں نہیں ۔ وہ ایثار ۔ استقلال ۔ اور ہمت کو چاہتی ہیں ۔ اور یہ ہم میں مفقود ہیں ۔ ہم کس بات میں اہل وطن کا ساتھ دیں وہ دن دور نہیں جو من حیث القوم ہم ایک بھولی بسری ہستی ہو نگے۔ یہ اچھوت قومیں تو ہندوؤں میں شامل یا مدغم ہو کر متمدن اور مہذب زندگی بسر کرینگی ۔ اور ہم اچھوت قوموں کا ساتھ دیں گے ۔ آخر دنیا کے کام چلتے ہیں ۔ اُن کے ایک زمانہ کے کرنیوالے مٹ جائیں ۔ اُن کے قائمقام اور پیدا ہونگے ۔ ہم اچھوتوں کے قائمقام ہونگے ۔ اُن کا روزگار ہمارے مقدر میں نظر آتا ہے ۔ ہمنے اسی زمانہ میں اس اُتار چڑھاؤ کو دیکھا ہے آجکل کے دیسی عیسائیوں کو دیکھ لو ۔ ان میں اکثر آج سے دو تین پشت پہلے کے اچھوت ہیں ۔ عیسائی ہو گئے ۔ تعلیم حاصل کی ۔ پہلے کلرک ٹیچر ۔ پھر چھوٹے ڈاکٹر ۔ پھر ڈپٹی کلکٹر ۔ مجسٹریٹ وغیرہ وغیرہ ۔ آج وہ اعلےٰ خاندان کے دیسی عیسائی ۔ لیکن اُن کے آبا و اجداد کے پیشہ تو دُنیا سے مٹ نہ سکتے تھے ۔ اُن کا کام آخر کسی نے کرنا تھا ۔ اور میں نے بچشم خود اُن کا کام کشمیر میں مسلمانوں کو کرتے دیکھا ۔ کشمیر میں آج سے پچاس سال پہلے کوئی مہتر یا حلالخوروں کا پیشہ نہ تھا ۔ کونسل کے ہوتے پر صفائی کے لئے مہتروں کی ضرورت پڑی ۔ ان کا کام عام طور پر سڑکوں کی صفائی تھی نسبت صاحب

رزیڈنٹ نے پنڈی سے چند مہتر بلوائے بعض کشمیریوں نے جو اپنی بدکاریوں کے باعث نانِ شبینہ تک کے محتاج تھے۔ان سڑکوں کی صفائی کے کام میں مہتروں کا کام قبول کرنے میں عار نہ دیکھا۔اور آج آہستہ آہستہ وہ سارے ہی کام کرتے ہیں جو مہتر قوم کرتی ہے۔اس وقت ہندو قوم ان چھ سات کروڑ اچھوتوں کو اپنے میں شامل اور مدغم کرنا چاہتی ہے۔اسکی تہ میں یا اسکی محرک کوئی چیز ہو۔لیکن یہ ظاہر ہے۔کہ ایکدن اس ادغام سے ہندو شماری طاقت بڑھ کر اُن کی پولیٹیکل اغراض کو حصول کے قریب لے آئیگی یہ امر ہو کر رہیگا۔اسکی بنیاد نہایت مضبوط طریق پر پڑگئی ہے۔یہ تو ظاہر ہے۔کہ پولیٹیکل اغراض کا حصول ایک بھاری شماری طاقت چاہتا ہے۔وہ جو ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں۔ان کا نصب العین بھی یہی ہے لیکن ملک کی بدقسمتی سے ایک گروہ ہندو قوم میں ایسا پیدا ہو گیا ہے۔جو مسلم طبقہ کا محتاج ہونا نہیں چاہتا۔وہ مسلمانوں کی بجائے اچھوتوں سے وہی کام لینا چاہتا ہے۔اور اس گروہ کی طاقت بھی اب بڑھتی جاتی ہے لیکن ہندو اصحاب لاکھ آپسمیں مختلف الآراء یا مختلف عقاید وخیال ہوں وہ سب اس مسئلہ اچھوت میں ہم زبان ہیں۔وہ مسلمانوں کی طرح بیوقوف نہیں کہ کسی اختلاف رائے باہمی کے باعث دوسرے معاملات میں بھی ملکر کام نہ کریں۔یہ تو ہماری شان ہے۔کہ ذرا کسی سے کسی معاملہ میں اختلاف ہؤا اور ہم مخالفت کیا عناد پر آ گئے۔اور اپنے مخالف رائے کی ذلت کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔

الغرض اچھوتوں کو اپنے میں جذب کرنے کی ہوا چل چکی ہے۔اسکے ساتھ شدھی اور سنگھٹن بھی چل رہا ہے۔یہ اچھوت تو ہندو ہو جائینگے صنعت حرفت تجارت کو حاصل کرینگے۔زراعت کے کام میں گورنمنٹ سے حصہ لے کر کریں گے ہر ایک نو آبادی میں گورنمنٹ نے کچھ رقبہ ادنےٰ قوموں کی امداد کیلئے رکھا ہؤا ہے

بعض کا خیال ہے۔ کہ اُسکی تہ میں نئے عیسائیوں کی امداد ہے۔ جو اچھوت قوموں سے ہوتے ہیں۔ آج تک زیادہ تر عمل بھی یہی ہُوا۔ لیکن گورنمنٹ نے اس سے اور ونکو تو نہیں روک رکھا۔ آخر آریہ اُٹھے۔ اور اُنھوں نے گورنمنٹ سے اپنا حصہ مانگا۔ اور وہ اچھوتونکو آریہ بناکر ان رقبوں میں آباد کرینگے۔ اور وہ کامیاب ہُوئے اور ہونگے لیکن کیا مسلمانونکو بھی اس طرف خیال آیا۔ لائلپور کی آبادی پھر سرگودہ کی آبادی۔ اب نیلی بار یعنی منٹگمری کی آبادی۔ پھر بہاولپور میں ملحقہ ستلج آبپاشی سکیم کے ماتحت آبادی۔ سب میں حصہ ان اچھوت عیسائیوں کو ملا۔ اور ملیگا۔ آریہ بھی لے گئے لیکن مُسلم آج تک سوتے رہے اور سوتے رہینگے۔ اب لاہور کی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اس طرف توجہ کی ہے لیکن وہ ایک انجمن کیا کرسکتی ہے۔ بہرحال یہ اچھوت آج سے پچاس سال بعد کے متمدن ہندو ہونگے اور ہم مسلمان ان اچھوتوں کا ترک کردہ کام کرینگے +

غیر قوم گورنمنٹ رعایا میں سے کس کی حمایت کریگی

ان حالات میں ہندو سوراج حاصل کرلینا کونسا مشکل کام ہے۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو۔ ایک اجنبی یا غیر قوم گورنمنٹ ہمیشہ علم۔ قابلیت۔ دولت اور شماری طاقت کے آگے سر جھکاتی ہے۔ یہ جو اس وقت کونسلوں میں قومی نیابت کا مسئلہ ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ نے رعایا میں سے ہر طبقے کا لحاظ کرتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کثیر التعداد جماعت کے مقابل قلیل تعداد والی جماعت کی حمایت کا فرض گورنمنٹ میں ہے۔ یہ سب چند دن کی باتیں یہ وقتی مصلحتیں ہیں۔ یہ اغراض خاصہ کے حصول کے لفافے ہیں۔ جس دن ہندو قوم اپنے بیش نہادہ نصب العین کو حاصل کر گئی۔ جس وقت ہندو قوم کے مختلف عناصر میں اتحاد کیطرف اور انہیں اچھوت قوموں کا ادغام دوسری طرف ہوگیا۔ اس وقت گورنمنٹ ہندو قوم کی خواہشات اور مطلوبات کو پورا کرنے پر مجبور رہ جائیگی۔ یہ قومی نیابت

کی بخشیں ۔ یہ ہندوؤں کے مقابل مسلمانوں کا لحاظ ۔ یہ گورنمنٹ ملازمتوں کی تقسیم اس وقت سب ختم ہو جائیگی ۔ اور گورنمنٹ ایسا کرنے میں حق بجانب ہوگی ۔ جب محکوم ملک کی قابلیت لیاقت ثروت ۔ طاقت ایکطرف ہو جاوے تو بیرونی حکومت اُن کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جاتی ہے ۔ گوردوارہ بل ایک تازہ اور زندہ مثال اس اصول کی تشریح کرتی ہے ۔ جو میرے زیر قلم ہے گورنمنٹ نے آج اکالیوں کے آگے سر جھکایا ۔ وہ منظور نظر مہنت کیا ہوئے گورنمنٹ نے بہت کوشش کی کہ مہنتوں کا وقار اور انکی حیثیت قائم رہے کس قدر فساد و بلوہ قتل مقاتلے ہوئے ۔ لیکن اکالیوں نے آخر گوردوارہ بل پاس کرا ہی لیا ۔ اس بل نے مختلف شکلیں اختیار کیں ۔ سکھ قوم اپنے نکتۂ خیال سے نہ ہٹی ۔ آخر گورنمنٹ نے دیکھ لیا ۔ کہ سکھ اصحاب کی زیادہ تعداد اکالیوں کے ساتھ ہے ۔ گورنمنٹ کو اس بل میں بقول پروفیسر جودھ سنگھ خالصہ کالج امرتسر سکھوں کی نوّے فیصدی مطالبات ماننے پڑے ۔ ننکانہ صاحب کا معاملہ ابھی کل کا معاملہ ہے ۔ اگر صرف تین چار سال کے اندر گورنمنٹ مہنتوں کا ساتھ چھوڑ سکتی ہے ۔ تو نئے حالات کے پیدا ہونے پر کیوں مسلمانوں کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی ۔ اور غیر قومی سلطنت اپنا وقار اور اپنی عزّت اس اصول پر چلکر قائم رکھ سکتی ہے ۔ ایسی گورنمنٹ کا فرض ہے ۔ کہ وہ رعایا میں سے جہاں علمیّت قابلیّت ۔ دولت ۔ ثروت اور شماری طاقت دیکھے اس کا ساتھ دے ۔ اگر یہ اصُول صحیح ہے ۔ اور ضرور صحیح ہے تو ہمارا پھر خاتمہ ہی خاتمہ ہے ایک پچیس تیس سال اور گذرنے دو ۔ آج ہندو شاید گیارہ بارہ کروڑ ہیں ۔ اور ہم سات آٹھ کروڑ ۔ اچھوتوں کا ادغام جب اُنہیں اٹھارہ بیس کروڑ تک لے آئیگا ۔ تو پھر برٹش راج وہی کریگا جو وہ چاہینگے ۔ باقر گنج میں آخر گاؤکشی بند ہوگئی ۔ میں کوئی چنداں گاؤکشی کا حامی نہیں محض مثال کے طور پر یہ بات میں نے لکھ دی ہے ۔ اور آج بھی دیکھ لو ۔ گورنمنٹ

سکے کان اور آنکھ اور بازو کون ہیں ۔ گورنمنٹ کی نگاہ میں گاندھی ۔ داس
نہرو ۔ لاجپت راے ۔ محمد علی ۔ شوکت علی ۔ کچلو ۔ ظفر علی سب یکساں ہونے
چاہئیں ۔ اگر یہ گورنمنٹ کے مخالف ہیں ۔ تو پھر سب کے سب ہیں لیکن کیوں
گاندھی جی ۔ داس کی ۔ نہرو کی عزت ہے ۔ اور مسلمان لیڈروں کو کوئی نگاہ تلے
بھی نہیں لاتا ۔ اس کا باعث ان لیڈروں کی ذاتی حیثیات کی کمی بیشی نہیں
اس کا فرق ہندو مسلم قوم کا فرق ہے ۔ ایکطرف اتحاد و اتفاق ہے ایکطرف
افتراق و انشقاق ہے ۔ اسلئے جو ہو رہا ہے غلط نہیں ہو رہا ۔ قرآن کا
بھی یہی قانون ہے ۔ وہ بھی انہیں ہی قائم رکھتا ہے ۔ اور انہیں ہی طاقتور
کرتا ہے ۔ جو صاحب عمل ہوتے ہیں ۔ لا یضیع اجر العاملین آخر اسی کا
فرمان ہے +

ہندوستان کے سرکس میں ہمارا حصہ

دُنیا ایک تھیئیٹر اور سرکس ہے جسمیں ہر ایک انسان ایکٹر ہے ۔ ایک نہ ایک کام اس کے
حصہ میں بھی آتا ہے ۔ ہندوستان بھی ایک سرکس ہے جسمیں آجکل پولیٹیکل
کرتب ہوتے ہیں ۔ سرکس میں ایک گروہ تو کام کرتا اور کرتب دکھلاتا ہے
لیکن ایک حصہ وہاں تماشہ بینوں کا بھی ہوتا ہے ۔ جب تھیئیٹر میں کوئی
اچھا کرتب ہوتا ہے ۔ تو دیکھنے والے تالیاں بجاتے ہیں ۔ اُچھلتے کُودتے
ہیں ۔ شور و غل کرتے ہیں ۔ واہ واہ کے نعرے بلند کرتے ہیں لیکن
شائقینوں کی یہ خوشیاں وقتی خوشیاں ہوتی ہیں ۔ تھیئیٹر سے نکلنے
پر خوشیاں تو ختم ہو جاتی ہیں لیکن جیب خالی ہونے کا اثر اور معاملات پر
دیر تک رہتا ہے ۔ ہاں سرکس والے فائدہ میں رہتے ہیں ۔ انکی جیب میں
تماشبینوں کا روپیہ چلا جاتا ہے ۔ اس دُنیا یا ہندوستان کے سرکس میں
ہم مسلمانوں کا کام اور حصہ تماشبینوں والا ہے ۔ سرکسی کرتبوں کا ہم کو بھی
شوق ہے ۔ ہم ان کرتبوں پر حیرت اور قدردانی دونوں ظاہر کرتے ہیں ہم تعریف کرتے

ہیں۔ تالیاں بجاتے ہیں۔ ہندو اور سکھ اور دوسری غیر مسلم قومیں پولٹیکل سرکس میں برابر حصہ لے رہی ہیں۔ اور ہم اُن کی حوصلہ افزائی میں تالیاں پیٹتے ہیں۔ احسنت و مرحبا کا شور آسمان تک پہنچا دیتے ہیں۔ وہ قدم بقدم اپنی طاقت اور سیاست میں بڑھتے جاتے ہیں۔ لیکن ہم کچھ ایسے تماشبینی کے مستقل مزاج ہیں۔ کہ سوا دیکھنے اور تعریف کرنیکے ہم سے کچھ اور نہیں ہوسکتا +

اکالی فتح میں ہمارا حصہ

ان چار پانچ سالوں میں اکالی محض اپنی ہمت شجاعت۔ ایثار اور قربانی سے اپنی پہلی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ آج سکھوں نے قوم کا ایک کثیر تعداد روپیہ ضائع ہونے سے بچالیا۔ وہ ناجائز مصرف سے بچ کر قومی مفاد پر خرچ ہوگا۔ قومی تعلیم قومی اصلاحوں کے لئے جدید چندوں کی ضرورت نہ ہوگی گوردواروں کی لکھو کھا روپیہ کی آمد اب نیک راہوں پر خرچ ہوگی۔ سکھ شماری تعداد کے لحاظ سے آگے بھی تعلیم میں سب سے آگے ہیں۔ اب ایک دس سال میں نصف سے زیادہ قوم تعلیم حاصل کریگی۔ اور وہ طاقت جس کا نام علم ہے۔ اور جس طاقت کے آگے دیگر سب طاقتیں سر جھکاتی ہیں۔ اسکی مالک وہ قوم ہوگی جو اپنی بعلمی اور جہالت کے لئے مشہور ہے لیکن سکھوں کی اس نمایاں فتح میں ہم نے بھی تو حصہ لیا ہے۔ اور اب بھی حصہ لے رہے ہیں۔ ہمنے انکی حوصلہ افزائی کی اگر ایجٹیشن میں کسی شور و غوغا یا ہاہو کی ضرورت ہوئی تو ہمنے ایسا کیا۔ اگر گورنمنٹ کی مخالفت یا اُس کے عمل پر نکتہ چینی کرنے کی ضرورت ہوئی۔ تو ہمنے سب کچھ کیا اور آج بھی ہم سب کچھ کر رہے ہیں۔ اکالیوں کو مبارک دینے میں ہم کسی سے پیچھے نہیں۔ ہمارے اخبارات میں ان امور کا چرچا ہے ہماری لیجسلیٹو کونسل کے ممبر سکھ ممبروں کو مبارک دیتے ہیں۔ یعنے ہم

کررہے ہیں جو تھیئیٹر یا سرکس کے تماشہ میں کیا کرتے ہیں۔ اس سرکس پر جانباز سکھ آئے۔ انھوں نے جانیں لڑا دیں۔ ان کے سرزدش عمل نے بہتر ین سے بہترین جوہر دکھائے۔ اس پر لا زم تھا۔ کہ کوئی تالیاں پیٹے۔ وہ کام ہم برابر کررہے ہیں۔ لیکن کیا ہمنے بھی کوئی سبق اس سے حاصل کرنا ہے یا نہیں۔ کیا جس امر کے حصول میں اکالیوں نے جانبازی کی۔ کیا اسی قسم کے امر کا یا کوئی کام ہمارے سامنے بھی ہے یا نہیں۔ واحسرتا! ان جوانمرد سکھوں نے تو وہی کیا جو ایک صادق مسلم کی زندگی ہوا کرتی ہے۔ ان کا ایثار اُن کی تکالیف کی برداشت یہ تو سب اسلامی شعار ہیں۔ وہ کون امر ہے جو انھوں نے کیا۔ اور جس سے بہتر کرنے کے ہم مذہباً مکلف نہیں انھوں نے کسقدر نمایاں کام کیا۔ اور اس ساری مہم میں نہ کسی قانون کو توڑا۔ نہ کوئی سڈیشن کی تعلیم دی۔ نہ گورنمنٹ کو گالیاں دیں۔ انھوں نے تو ستنیہ گرہ بھی نہ کیا۔ ہاں گورنمنٹ کے اس فعل کو غلط سمجھا۔ اور گورنمنٹ کی غلطی کی مخالفت کی۔ کُل قوم ایک بات پر متفق ہوگئی۔ اگر کسی چیز سے کام لیا تو استقامت سے ہمت سے صبر سے شجاعت سے ایثار اور سب سے بڑھ کر خودضبطی سے۔ گورنمنٹ نے آخر یہ سب کچھ دیکھا۔ اور گردن جھکادی۔

حصول مقصد کا اسلامی طریق اور ہمارا طرز عمل

لیکن یہ کام ہم سے تو ہو نہیں سکتا ہم ایثار۔ خودضبطی اور صبر کہاں سے لائیں۔ حالانکہ یہ وہ اخلاق فاضلہ ہیں جن کی تعلیم اسلام نے دی۔ جن سے متخلق ہونے پر قرآن نے زور دیا۔ انہیں سے مشکل مہمات دنیا حل ہوجایا کرتی ہیں لیکن ہم یہ باتیں بھول چکے ہیں۔ ہم میں خودضبطی اور تحمل کہاں ہمیں کوئی کچھ کہہ تو لے۔ ہم اس کی پگڑی اُچھالنے کو تیار۔ ہم ایک کے بدلے چار سُنانے پر مستعد۔ ہم ایجیٹیشن کرنا جانتے ہیں۔ ہم رزولیوشن پاس

کرنے تقریریں کرنی نکتہ چینیاں کرلی۔ پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر مجلس کے گرمانے کے لئے صلواتیں سُنائی۔ الغرض انہدامی کام جتنے ہوں کر سکتے ہیں لیکن ہم میں تعمیری کام کی اہلیت نہیں۔ سکھوں نے ایک کام کر دکھایا۔ اُنھوں نے کوئی ونگا نہ فعل نہیں کیئے۔ اُنھوں نے نہ گالیاں دیں نہ شور شر کیا۔ اگر کیا تو یہ کیا کہ جن جن جائدادوں کو وہ اپنا سمجھتے تھے۔ اُن پر قبضہ کرنا چاہا۔ وہ دیوانی عدالتوں میں جانے کی بجائے قومی عدالت کے فیصلہ پر عامل ہوئے۔ مخالفوں نے مختلف انتظامات سے فوجداری حالات پیدا کیئے۔ لیکن سکھ اشتعال میں نہ آئے۔ گوردواروں کی جائدادوں کو پالینا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ ان پانچ سالوں میں سکھ قوم نے جو بھاری خزانہ پایا۔ وہ اپنی قیمت میں بےعدیل ہے۔ وہ خزانہ اُنکی خودضبطی۔ تکالیف و مصائب کے مقابل ان کا صبر و تحمل اُن کی استقامت اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ کسی صداقت کیلئے جانفروشی کی طیاری +

ایثار کے پیدا کرنے کا قرآنی طریق

اپنی قوم کے مفاد میں سکھ دوستوں کا صدق اُن کا ایثار اُن کی وفا معرض امتحان میں آگئی۔ اور وہ کامیاب ہو گئے جیسے کہ میں نے ابھی لکھا۔ وہ ایک بھاری خزانہ کے مالک ہو گئے لیکن وہ روپیہ پیسے کا خزینہ نہیں۔ وہ لعل و یاقوت یا طلا و نقرہ کے دفینوں سے قیمتی خزانہ ہے۔ وہ اخلاق فاضلہ ہیں۔ یہ وہ دولت ہے۔ کہ جسکے حصول کی راہیں بہترین طریق پر اسلام نے سکھلائیں۔ لیکن اس دولت سے آج ہم خالی ہیں۔ یاد رکھو ہر خلق فاضلہ کی تہ میں جو جوہر مضمر ہے۔ اور ان سب میں بطور جنس کے امر مشترک ہے۔ وہ خودضبطی اور ایثار ہے یہاں فلسفۂ اخلاق پر کچھ لکھنا گویا اپنے موضوع سے الگ ہونا ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ صداقت۔ شجاعت۔ عفت۔ استقامت۔ سخاوت

صبر۔ اگر اخلاق فاضلہ ہیں۔ تو ان سب اخلاق کی ریڑھ کی ہڈی ایثار ہے۔ بےنفسی اور ایثار ہی ان تمام ملکوتی اخلاق کا تخم ہیں۔ جو اس جہان میں روحانیات کا باغ اور آیندہ کی بہشت پیدا کر دیتے ہیں۔ قرآن نے اس سبق کو ہمارے دلوں پر مرتسم کرنے کے لئے جو بات فرمادی۔ وہ یوں تو رات دن ہمارے ہونٹوں پر ہوتی ہے۔ لیکن اس پر ہمارا عمل نہیں۔ فرمایا۔ ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۝ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ و اولئک ھم المھتدون ۝ ”یعنے ہم تم پر خوف بھوک نقصان مال و جان وثمرات وارد کردیا کرتے ہیں۔ لیکن اُن پر صبر کرنے والوں کو مژدہ ہے یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ جب اُن پر کوئی مصیبت آئے تو وہ صبر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ (اگر یہ چیزیں ہم سے جاتی ہیں تو جانے دو ہمارا ان سے تعلق کیا) ہم تو اللہ کے لئے ہیں۔ اور اُسی کی طرف رجوع کرتے ہیں انہیں لوگوں پر اُن کے رب کی صلوٰۃ و رحمۃ ہے۔ اور یہی راہ ہدایت پر ہیں“ اللہ تعالی کو اسمیں کوئی مزا تو آتا نہیں کہ ہمکو تکلیف کے مُنہ میں ڈالے ہم کو اولاد دے مال دے دوسرے انعام کرے۔ اور پھر ہم سے چھین لے ہم سے مال و جان کے نقصان کا مقابلہ کرائے۔ طرح طرح کی مشکلات اور ناکامیاں دکھلائے۔ اور پھر ایسے مواقعہ پر جو ”انا للہ“ کہے اسے مبارک اور بشارت دے آخر بشارت کس بات کی؟ یاد رکھو ہر امر میں چھوٹا ہو یا بڑا۔ انسان اسی وقت کامیابی و کامرانی کا مُنہ دیکھتا ہے۔ جب اسمیں صبر و استقامت ہو۔ جو تعجیل کے گرویدہ ہوتے ہیں۔ جو مشکلات کے مقابل صبر کرنا نہیں جانتے۔ وہ مُہمات زندگی تو ایک بھاری بات ہے معمولی سے معمولی بات میں بھی بامراد نہیں ہوسکتے مسلمان تو مُہمات کے طے کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اسلئے ضروری ہے کہ سب سے اول اسمیں صبر و استقامت کا جوہر بلوغت پالے

اور صبر و استقامت نہیں ہوگا۔ جبمیں ایثار کی طاقت ہو۔ یہ طاقت بالقوی تو ہر ایک شخص میں موجود ہے لیکن اس کو بالفعل کرنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ ہماری زندگی میں طرح طرح کے مصائب واقع ہوں۔ ان مصائب کے ماتحت ہمارے ثمرات ہماری منشاء کے خلاف ہم سے جدا کئے جاویں۔ ہم ناکامیاں دیکھیں اور طوعاً و کرہاً صبر کریں۔ ہماری کوئی مملوکہ چیز کسی اور کے قبضہ میں ہم سے جدا ہوگئی۔ یا ہم سے خود واقعات نامعلومہ نے جدا کردی۔ یہ دونو باتیں آہستہ آہستہ ہماری نگاہ میں یکساں ہو جاتی ہیں۔ اور اس سے جوہر ایثار پنپ جاتا ہے۔ اس خلق عظیم کے لئے ہمیں کسی اور مدرسہ میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا گھر ہی ہمارا دبستان ہوتا ہے۔ جہاں سبق کے مواقع آہستہ آہستہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ بچوں کی بیوقت موت۔ عزیزوں کی جدائیگی۔ مالی نقصانات سوشل حالت کا بدل جانا۔ امیری کے بعد مسکینی کا آنا۔ یہ سب کے سب مصائب تو صبر استقامت اور ایثار کے پیدا کرنے کیلئے ہوتے ہیں۔ یہ از قبیل تمحیصات ہوتے ہیں۔ خمتیبت مآب نے اس لئے فرمایا۔ لِرِ مر کالابتلا یوم الاصطفی۔ ایسے وقت میں شور و غوغا سے کیا بنتا ہے لیکن اگر کوئی جوانمرد رضا بالقضا کا سبق پڑھ کر صبر و حوصلہ دکھلاتے۔ تو ایک بھاری خزانہ کا مالک ہو جاتا ہے۔ کتاب حمید نے اس آیت میں "ولنبلونکم" استعمال کرکے اس حقیقت عظیم کی طرف اشارہ کیا۔ "بلا" کے اگر ایک معنے تکلیف و مصیبت کے ہیں۔ تو دوسرے معنے انعام و عطا کے بھی ہیں۔ لغوی تیسرے معنے سونے کو کھاد سے پاک کرنے کے لئے آگ میں ڈالنے کے بھی ہیں۔ کیا بلیغ زبان عربی ہے۔ کس طرح ایک لفظ میں حقائق و فلسفہ کو جمع کردیتی ہے۔ دنیا میں انعام و عطا کے مالک وہی ہوتے ہیں۔ جو بلاؤں کے امتحان میں پورے نکلتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اگر ہمیں بلاؤں کے مقابل لاتا ہے تو اسلئے ہمارا قلب نفسانی جذبات کے کھاد سے پاک ہو کر کندن ہو جاوے۔ اگر صبر و

استقامت والے ہی مُہمات دنیا کو طے کر سکتے ہیں۔ تو یہ اس کا انعام ہے کہ وہ ہمیں مُشکلات و مصائب میں ڈالتا ہے۔ پھر جسمیں صبر و استقامت اور ایثار پیدا ہو گیا۔ وہ کامیاب ہو گا۔ خدا کی معیت کی بشارت اسے مل گئی۔ اِنّ اللہ مع الصابرین کوئی چھوٹی سی بشارت نہیں جسکے ساتھ خدا ہو اُسے کس بات کی کمی ہے +

صرف کلمہ شہادت پڑھنے سے کسی میں اسلامی جوہر پیدا نہیں ہو جاتے جسمیں یہ جوہر پیدا ہو گئے۔ وہ کسی فرقۂ ملت سے تعلق رکھے خدا اُس کے ساتھ ہو گا۔ اس حقیقت کو سکھوں نے دُنیا پر ظاہر کر دیا۔ ہر جسمانی اذیّت کے مقابل ان جانبازوں نے صبر کیا۔ صبر کے یہ معنے نہیں کہ کسی زبردست کے مقابل انسان خاموش ہو جاوے۔ یہ تو ایک آسان امر ہے۔ علاوہ ازیں ایک ناتوان طاقتور کے مقابل اور کر ہی کیا سکتا ہے۔ صبر اصلی اُس وقت ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انسان کسی صداقت پر کھڑا ہو جاوے۔ اور اس مقصد حقّہ کے حصُول میں وہ مورد تکالیف ہو۔ وہ تکلیف پر تکلیف دیکھے لیکن پیش نہاد مقصد حقّہ کو ہاتھ سے نہ دے۔ ہر نئی مصیبت اس کے حق میں تازیانہ ہو۔ ایسی ہی انسانوں سے معیّتِ خُداوندی کا وعدہ ہے۔ یہی انسان بامُراد اور کامیاب دُنیا سے اُٹھتے ہیں۔ سکھ بہادر کسی جذبۂ نفس کی غلامی میں نہیں اُٹھے۔ وہ کسی ذاتی اغراض کے حصُول میں کوشاں نہ تھے۔ انکے سامنے ایک قومی مقصد تھا۔ چنانچہ جنھوں نے اس مُہم میں جانیں لڑا دیں اُنہیں ذاتی طور سے کیا فائدہ ہُوا۔ یہ لوگ اپنے ذاتی مفاد سے الگ ہو گئے ذاتی کاروبار کو چھوڑ کر ان راہوں پر قائم ہو گئے۔ جو ان کے لئے حصول مقصد کے واسطے تجویز ہوئے۔ انہوں نے راحت و آرام کو اپنے اُوپر حرام کیا۔ آخر خدا ان کے ساتھ ہو گیا۔ جو وہ چاہتے تھے۔ وہ پُورا ہو گیا +

گوردواروں سے بڑھ کر سکھ قوم ایک خزانہ کی مالک ہوگئی

ان گوردواروں پر قومی قبضہ ہوجانے نے بیشک سکھ قوم کو ایک بھاری آمد کا بحیثیت قوم مالک کردیا۔ لیکن یہ روپیہ پیسہ اس سبق کے مقابل کیا ہے جو اس قوم نے عملاً حاصل کر لیا۔ وہ سبق یہ ہے کہ ہمت صبر۔ استقامت۔ اور ایثار کے مقابل مشکلات کے پہاڑ ٹلجاتے ہیں۔ اور مخالفت کے سمندر پایاب ہو جاتے ہیں۔ یہ اخلاق وہ سپر ہیں کہ جن پر نہ تلوار کی کاٹ نہ توپ کی مار کام کرتی ہے۔ اس امر کو خصوصاً آئیوالی سکھ نسلوں نے دیکھا۔ نوجوانوں کے حوصلے کہیں کے کہیں پہنچگئے وہ اگر سپوت ہوئے تو وہ ہر قومی مہم پر اس سبق کو دُہرا کر اپنے مقاصد کو حاصل کرینگے۔ بےعلیم جاہل دیہاتی اکالیوں نے اخلاق کے رُوحانیت کے اعلےٰ منازل سلوک کے وہ عملی سبق اپنی قوم کے نوجوانوں کو دیئے جو آج ہمارے متصوفانہ حلقوں میں مفقود ہیں۔ مجاہدۂ نفس کی اس کٹھن منزل کی طرف یہ اکالی قدمزن ہوئے۔ کہ ان کے مقابل تصور نے الشیخ۔ لمبی لمبی تسبیحات و اوراد ایک بےمعنی چیز ہو جاتی ہے۔ آخر خدا کی راہ میں شہادت کیوں سب منازل سلوک کی سرتاج ہے۔ وہ بھی ایثار۔ قربانی۔ نفی نفسی صبر ہے جو ایک شہید خدا کی راہ میں دکھلاکر اپنے صدق وصفا کی اپنی جان سے شہادت دیدیتا ہے کیا غیر مسلم موصدین کا یہ نمونہ ہمارے لئے کوئی قابل سبق ہے یا نہیں +

سکھوں کو مبارک دینے کی بجائے اُن کی پیروی کرو

مبارک دینا ایک اچھا فعل ہے۔ یہ دوسرے کی حوصلہ افزائی اور اُس کے کام کی داد ہے لیکن حقیقی مبارک کا حق اُسے حاصل ہے جو خود قابل مبارک کارنامے کرنا جانتا ہو۔ ایک مرد جب مرد کو مبارک دیتا ہے۔ تو اس مبارک میں بھی کوئی حقیقت ہوتی ہے۔ ایک نامرد کا کسی جانباز کو مبارک دینا گویا اُسکی ہتک کرنا ہے۔ آج ہماری مبارک کی یہ حقیقت ہے۔

دوسروں کی کامیابی پر ہم کب تک خوشیاں منائیں گے۔ یہ تو وہی تھیئیٹر میں تالیاں بجانے کا فعل ہے۔ یہ کام اپاہج اور تباہی کی طرف جانیوالی قوم کے ہوتے ہیں۔ اگر سکھوں نے وقتی کوئی قابل تعریف کام کر کے دکھلایا ہے۔ تو اُن کی حقیقی تعریف تو یہ ہے۔ کہ ہم بھی اُن کی پیروی کریں سکھوں کی یہ نُمایاں فتح ایک ایسے امر سے تعلق رکھتی ہے جو ہم میں بھی موجود ہے۔ اُنھوں نے ایک ایسی بدی کی اصلاح کی ہے۔ جو ہماری تباہی کا بھی موجب ہو رہی ہے۔ اور جسمیں ہمیں اُن سے کہیں زیادہ اصلاحی کوشش کرنیکی ضرورت ہے۔

اسلامی اوقاف

گوردواروں سے بڑھ کر اسلامی اوقاف نازک حالت میں ہیں۔ اسلامی اوقاف کی جائداد گوردواروں کی جائداد سے بہت زیادہ ہے۔ اسلام نے تو اوقاف کے طریق اور اسکی آمد کی راہیں پہلے سے مقرر کر رکھی ہیں سکھ اصحاب کو تو گوردواروں کی آمد کا صحیح مصرف بنانا پڑا۔ ہمارے مصرف تو پہلے بتائے موجود ہیں لیکن ہمارے اوقاف کی آمدنیاں اسی طرح بعض متولیوں کے اسراف کی نذر ہوتی ہیں۔ جیسے گوردواروں کی آمد کا حال مہنتی انتظام کے ماتحت ہو رہا تھا۔ آج ہماری قومی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ اگر ہمارے اوقات کی آمدنیاں اوقاف کی منشاء کے مطابق خرچ ہوں۔ مسجدوں کی ملحقہ جائدادیں اس لئے نہ بنائی گئی تھیں۔ کہ متولی اور ان کے خاندان ان آمدنیوں سے اپنی ذاتی ضروریات کو پورا کریں۔ نہ یہ آمدنیاں اسلئے تھیں۔ کہ انہیں آئے دن مسجد کی عمارتی شان و شوکت پر خرچ کیا جائے۔ مسجدیں اپنی آمد سے دینیات کے مدارس اعلےٰ پیمانہ پر پیدا کر سکتی ہیں۔ جہاں سے اسلام کے سچے خادم اور مبلغ پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ آمدنیاں بیسیوں اور دینی ضروریات کی متکفل ہو سکتی ہیں۔ ان اوقاف مساجد کے علاوہ اور بھی بہت سے اوقاف ہیں جنمیں وہ اوقاف خاص کر قابل ذکر ہیں۔ جو بعض اسلامی گدیوں سے وابستہ

ہیں - ان اوقات کی تاریخ ہر جگہ قریباً قریباً ایک ہی قسم کی ہے - ان گدیوں کا آغاز سب سے اول کسی صاحبدل مرد خدا کی ذات سے ہوا - اس کے صدق و صفا نے ارادتمندوں کی جماعت اس کے ساتھ کھڑی کر دی - اسکی جگہ تعلیم و تبلیغ اسلام کا مرکز بن گئی - ان امور کے مخارج کیلئے لوگوں نے جائدادیں وقف کر دیں - لیکن دو تین نسلوں کے بعد وہ جائدادیں جو تبلیغ و اشاعت اسلام پر خرچ ہوتی تھیں - ان بزرگوں کی اولاد یا اُن کے خلفا یا سجادہ نشینوں کے ایسے تعیشات پر خرچ ہونے لگیں - کہ ان کے مقابل سکھوں میں کے مہنتی اسراف ہیچ نظر آنے لگے لیکن اگر سکھ قوم کے حقیقی جذبات سے آگاہ ہو کر گورنمنٹ ان کا ساتھ دیتی ہے - تو کیا مسلمانوں کی امداد میں گورنمنٹ ایک صحیح اور مفید مسلم اوقاف ایکٹ بنانے کے لئے مجبور یا طیار نہ ہو جائیگی - گورنمنٹ نے یہ کام شروع کر دیا ہے - لیکن وہ نرے حقیقت چیز ہے - جن مشکلات کا ہمیں سامنا کرنا ہے - وہ سکھ قوم کی مشکلات سے بہت زیادہ ہے - اسلئے جو بھی گورنمنٹ نے کیا - وہ بھی غنیمت ہے - اور وہ ہماری مہم کی پہلی منزل ہے +

مسلمان اوقاف ایکٹ

۱۹۲۳ء میں مسلمان اوقاف ایکٹ پاس ہوا - اگرچہ مختلف صوبوں میں اسکا نفاذ ابھی نہیں ہوا - وہ مقامی گورنمنٹوں کی اقتضاء رائے پر چھوڑا گیا - اس ایکٹ کے ماتحت ہر وقف کے متولی کا فرض ہوگا - کہ وہ اپنے وقف کی آمد اور خرچ کو دکھلائے - متولیوں کی ایسی پیش کردہ فہرستیں قابل جرح ہونگی - اس ایکٹ کی منشاء یہ ہے - کہ پبلک کو اس امر کے امتحان کا موقع ملے - کہ وقف کی آمد کیا ہے - اور وہ کہانتک مقصد وقف کو پورا کر سکتی ہے - یہ منزل اوّل ہے - اگر مسلمان بھائی اس ایکٹ کے نفاذ اور اس کے منشا کو صحت سے عمل میں لانے کی امداد کریں - تو آخر کار ہم

اپنی منزل مقصود کو ایک دن پہنچ سکتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہر جگہ اس ایکٹ کا نفاذ کرائیں۔ پھر ہر وقف کی آمد و خرچ جب عدالت متعلقہ میں داخل ہو۔ اسکی پڑتال کریں۔ اور نہایت دیانتداری سے اس پر جرح قدح کریں۔ یہ ہمارا عمل اگر صحت نیت اور استقامت سے ہو گا۔ تو یہ اوقاف آہستہ آہستہ شخصی انتظاموں سے نکلکر قومی انتظام کے ماتحت تلے آجائینگے۔

معافی اوقاف میں اہلسنت کو جاگنا چاہیئے

آخر شیعہ صاحب بھی ہم میں سے ہی ہیں گو انکے ہاں کل کے کل اوقاف کا انتظام اُسوہ حسنہ نہیں لیکن پھر بھی سنی اوقاف سے ان کی حالت بدرجہا بہتر ہے۔ ان کے انتظام بعض بعض جگہ شخصی نہیں۔ بلکہ کسی جماعت کے انتظام تلے ہیں۔ وہ جماعت ہی آمد اوقاف کا نظم و نسق کرتی ہے۔ گو وہاں بھی ہر جگہ روپیہ ایسی راہوں پر خرچ ہوتا ہے۔ کہ اس سے بہت زیادہ ضرورت کے مواقع اس وقت مسلمانوں کی بہتری کے موجود ہیں۔ لیکن پھر بھی غنیمت ہے۔ اصلاح کا موقع ہے۔ شیعہ گروہ میں ہی ایک جماعت داؤدی بوہرا کا ہے۔ ان کے ہاں بھی بہت بھاری اوقاف ہے۔ اگرچہ وہاں انتظام تو قوم کے مقدس شیخ کے ہاتھ ہے۔ جسے وہ داعی کے لقب سے ملقب کرتے ہیں لیکن اُنکی روایات انتظام اوقاف اور اخراجات آمد اوقاف کی راہیں کچھ ایسی مقرر شدہ ہیں۔ اور ان پر برابر ایسی پابندی سے عمل ہوتا ہے۔ کہ یہ انتظام اوقاف جیسے اس قوم میں ہے۔ وہ کہیں اور نظر نہیں آتا۔ یہ قوم عموماً مرفہ الحال ہے۔ انہیں افلاس و گداگری نظر نہیں آتی۔ انکی عمدہ متمدنانہ زندگی یہ سب کچھ۔ اسی حسن انتظام کا نتیجہ ہے۔ خود گورنمنٹ کو بھی ابھی ابھی اس حسن انتظام کا اعتراف ایک رنگ میں کرنا پڑا۔ اسی سن میں مسلمان اوقاف ایکٹ صوبہ بمبئی پر بھی حاوی کیا گیا۔ لیکن اس قوم کو اس

ایکٹ کے عمل سے سردست تین سال کیلئے مستثنے کر دیا گیا۔ اور جن وجوہ پر انہیں مستثنے کیا۔ وہ ممکن ہے۔ کہ انہیں ہمیشہ کیلئے استثنا میں لے آوے۔ بوہری اوقاف کا روپیہ قومی مفاد پر اور قوم کی مرفع الحالی پر خرچ ہوتا ہے تجارت کے ہیر پھیر میں آئے ہوئے بگڑتے بگڑتے ممبران قوم بچ جاتے ہیں۔ پھر اوقاف کی جائداد ہے۔ اس سے محترم داعی کا تعلق ایک قسم کے مینجر کا ہے۔ اور اس کا طرز عمل بھی اسی قسم کا ہے۔ بعض دیگر شیعہ اوقاف میں بھی رنگ ایک حد تک ہے۔ لیکن سُنی اوقاف کی حالت عموماً قابل اصلاح ہے۔ جائداد اوقاف پر متولیوں کا تصرف مالکانہ رنگ میں ہوتا ہے کہیں کہیں برائے نام اوقاف کا ایک حصہ آمدنی خیراتی کاموں پر خرچ ہو جاتا ہے۔ لیکن عام طور پر نہ صرف اوقاف کی آمد کو شیرِ مادر سمجھا گیا ہے۔ آمد چھوڑ اُسے انتقال کر دینے میں مالکانہ حقوق برت سے لئے ہیں مسلم اوقاف کی اصلاح اور اُنکا قومی انتظام تلے آجانا ایک بڑی جدوجہد چاہتا ہے۔ لیکن اگر برادران اسلام اپنی قوم سے اس معاملہ میں برسر پیکار ہوکر ایک بھاری جائداد کو صحیح مصرف پر نہیں لا سکتے۔ تو انہیں پھر گورنمنٹ سے کسی معاملہ میں پر خاش نہ کرنی چاہئے۔ گورنمنٹ بھی دراصل رعایا کی طرف سے ملک اور اس کے بعض املاک کی ٹرسٹی ہوتی ہے۔ وہ اسی لئے مامور ہے۔ کہ ہم سے ٹیکس لے۔ اور اس انتظام ملک پر خرچ کرے۔ ہمارا حق ہے۔ کہ ہم اس کے انتظام پر نکتہ چینی کریں۔ اور اُسکو صحیح انتظام پر مجبور کریں۔ لیکن اگر ہم اس گورنمنٹ پر نکتہ چینی کرنے اور اسکے نقائص کو دور کرنے کی جرات و ہمت اپنے اندر نہیں پاتے جس کا نام تولیت اوقاف اسلام ہے۔ تو پھر کس برتے پر ہم گورنمنٹ ملک سے پرخاش کر سکتے ہیں +

خواجہ کمال الدین

ازعدن جہاز رزمک
۲۵ جون ۱۹۲۵ء

نبوتِ محمدیہ کا پہلا فرمان

خطبۂ عید الاضحیٰ بہ مسجد ووکنگ

(از خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ)

اقرا باسم ربک الذی خلق ٭ خلق الانسان من علق ٭ اقرا وربک الاکرم الذی علم بالقلم ٭ علم الانسان مالم یعلم ٭

آنحضرت صلعم غار حرا میں تھے۔ جب خلعت نبوت آپ کو پہنائی گئی۔ اور ذیل کا فرمان ملا:۔

پنے رب کے نام پر پڑھ۔ وہ جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑہ سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا رب اکرم ہے (اور اب تیرے ذریعہ انسان کو اکرم کرنا چاہتا ہے) اور وہ رب اکرم ہے۔ جس نے انسان کو قلم سے لکھنا سکھایا انسان کو (وہ علوم) سکھائے جو اسے پہلے معلوم نہ تھے" ٭

یہ پہلا حکم ہے۔ یہ پہلا پیغام ہے۔ اس پیغام کو نہ کسی خاص شخصیت سے نہ کسی خاص قوم سے تعلق ہے۔ اس پیغام میں انسان کی رفعت کی انجیل و بشارت ہے۔ اور کس قدر عظمت و شوکت یہ پیغام اپنے اندر رکھتا ہے۔ خداوند تعالےٰ کوہ سینا پر جناب موسیٰ سے مخاطب ہوا۔ اور انہیں حکم ہوا۔ کہ وہ اسرائیلی قوم کو فرعون کی قید سے نجات دلوائیں گویا نبوت موسویت کی غرض اعلیٰ یہی تھی۔ جناب موسیٰ اس امر پر بھی مامور تھے۔ کہ وہ اسرائیلیوں کو ایک جری اور حکمران قوم بنا دیں۔ لیکن اپنی زندگی میں آپ یہ بات نہ کر سکے۔ بہر حال آپ کی بعثت کی غرض کا تعلق ایک قوم سے تھا۔ آپ کے بعد ابنِ مریم آئے۔ کبوتر کی شکل میں آپ نے رُوح القدس

کو دیکھا - اور پہلا پیغام جو آپ نے احدیت تاب سے پایا - وہ یہ تھا - کہ ابن آدم قربت کے لحاظ سے ابن اللہ ہے - جس سے آسمانی باپ از حد خوش ہے یہ دو پیغام ثانی دو نبیوں کو ان کے مبعوث ہونے پر ملے - جن کی تفسیر و تشریح کا یہ موقع نہیں - میں ان کے متعلق صرف اسی قدر کہتا ہوں - کہ اگر موسوی نبوت کا پیغام دنیا کے ہزار ہا قوموں میں سے ایک قوم تک محدود ہے - تو مسیحی نبوت ایک انسان کی رفعت مرتبہ کا ذکر کرتی ہے +

لیکن نبوتِ محمدیہ کے انداز ہی اور ہیں - وہ قومی اور شخصی اغراض سے کہیں بالاتر ہے - اس کا نصب العین انسان بہ حیثیت نوع انسان ہے - اس نبوت کا پہلا پیغام اس ارفع مقام کا پتہ دیتا ہے - جہاں ایک انسان پہنچ سکتا ہے - ساتھ ہی اس مقام تک پہنچنے کے ذرائع بھی بتلاتا ہے - یہ عام الفاظ میں تین امور کی طرف اشارہ کرتا ہے (۱) پڑھنا (۲) قلم کا استعمال (۳) نئے علوم کی تعلیم - پیغام کسی قوم یا شخص کو مخاطب نہیں کرتا - بلا استثنا ہر انسان کی طرف یہ پیغام آیا - ان تینوں پیغاموں پر غور کرو - جو ان تین اولوالعزم انبیاء کی طرف آئے - یہ اس طرف اشارہ کرتے ہیں - کہ آخری نبی کسقدر وسعت قلب و شرح صدر رکھتا ہے - وہ شخصی قومی باتوں سے بہت بلند ہے - اس کے مخاطب من حیث ہیں انسان ہیں نہ عربی نہ ترکی نہ ہندی نہ یونانی نہ اسرائیلی - نہ کوئی اور بلکہ کل نسل انسان +

کل کائنات میں انسان ایک بہترین مخلوق ہے - جہاں تمام جسمانیات کا سوال ہی مواد عالم انسانی ہیولیٰ میں اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے - اس سے بہتر اور ارفع کوئی اور جسمی ہیولا کل کائنات میں نہیں - یہ سب کچھ ایک قطرہ خون (علق) کا ظہور ہے - جیسے کہ ان مقدس الفاظ بالا میں قرآن کریم

اشارہ کرتا ہے۔ جو بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ انسان رب جس نے اس قطرہ خون کو یہ حیثیت دی۔ وہی ذات پاک اب اس قطرہ خون کو۔ ذہنیات اخلاقیات اور روحانیات کے اعلےٰ اور اکرم منازل پر پہنچانا چاہتا ہے۔ وہ انسان کو اس ارادہ ربی سے آنحضرت صلعم کی معرفت اطلاع دیتا ہے۔ وہ اس پیغام کے پہنچانے کیلئے ختمیت مآبؐ کو تاج نبوت پہنا تا ہے۔ اور اسی پیغام میں اس بلند مقام پر تک پہنچنے کے راستے بھی بتلاتا ہے +

آج انسان نے جو حاصل کیا۔ اس سے پہلے حاصل نہ تھا۔ اور یہ سب کچھ علوم جدیدہ کی طفیل ہے۔ یعنے ان علوم کے حصول کی طفیل جو جن سے انسان پہلے واقف نہ تھا۔ قرآن نے بھی تو یہی پیغام دیا۔ اور ایسے وقت دیا۔ جب ان علوم سے کوئی واقف نہ تھا۔ قرآن کہتا ہے۔ علم الانسان مالم یعلم۔ اب انسان کو مکرم ان امور کی تعلیم سے بنایا جاویگا جو اُسے پہلے معلوم نہ تھے اسی لئے ان کا نام علوم جدیدہ رکھا گیا۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ یہ جدیدہ علوم مسلمانوں کی طفیل دنیا میں آئے۔ قرون اولےٰ کے مسلموں نے یہ علوم دریافت کیئے۔ اور پھر آنیوالی دنیا نے انہیں ترقی دی +

یہ امر تو صحیح ہے کہ اسلام سے پہلے بھی دنیا لکھنا پڑھنا جانتی تھی لیکن اسلام سے پہلے لکھنا پڑھنا۔ چند خانقاہوں کنیسوں۔ چند برہمنوں کے گھروں اور چند راہبوں کے حلقوں تک محدود تھا۔ باقی کل کی کل دنیا لکھنے پڑھنے سے معترے تھی۔ اور اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ جب اسلام سے پہلے کاغذ کے استعمال سے ہی دنیا نا آشنا تھی۔ بعض جانوروں کے چمڑے۔ پتھروں کی سلیں۔ ہڈیاں۔ بعض درختوں کے ورق پر قدیمی لوگ کچھ لکھ لیا کرتے تھے۔ اس سے قرأت و کتابت میں کیا ترقی ہوئی تھی۔ مسلمان آئے اور انہوں نے کاغذ کو اسکی موجودہ شکل دی۔ اور اس سے لکھنا پڑھنا عام لوگوں تک پہنچا۔ جس عظمت و مکرمت پر آج انسان پہنچا ہوا ہے۔ اسکے تین ہی

بڑے اسباب ہیں (۱) پڑھنا (۲) قلم کا استعمال (۳) اوران علوم کا پیدا ہونا جس کا ختمیت مآب سے پہلے دنیا کو علم نہ تھا۔ کیا یہی وہ تین باتیں نہیں جس کی طرف نبوت محمدیہ کا پہلا پیغام انسان کو متوجہ کرتا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ میں ربّ اکرم ہوں۔ اور اپنے مربوب (انسان) کو اکرم کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ کس طرح ہوگا۔ اوّل اقرا (پڑھنا) دوم عَلَّمَ بِالْقَلَم۔ تعلیم بالقلم زبانی اور سینہ بسینہ تعلیم سے نہیں۔ بلکہ کتابوں کے ذریعہ اور تیسرا تعلیم امور جدیدہ کی علم الانسان مالم یعلم +

آج بحث ومباحثہ کے میدان میں جو چاہے کوئی کرے۔ اپنے مذہب اپنی کتاب اپنے نبی کو لفظوں میں جہاں چاہے پہنچادے۔ لیکن واقعات واقعات ہی ہیں۔ ان الفاظ پر غور کرو۔ جو پہلے دن ختمیت مآب کو نسل انسانی کی ہدایت کے لئے وحی ہوتے ہیں۔ اس مقصد نبوت کے سامنے۔ نبوت موسویت یا نبوت عیسویت کی کیا حیثیت رہجاتی ہے۔ بیشک جناب موسیٰ نے اسرائیلیوں کو فرعون کے دست تظلّم سے نجات دی بیشک جناب مسیح "ہمارا" باپ جو آسمان پر ہے۔ اس کے متعلق وعظ کرتے رہے۔ لیکن لفظ ہمارا سے مُراد نسلِ انسانی نہ تھی۔ وہی اسرائیلی جنمیں سے آپ تھے اپنی قوم ہی اُن کے مخاطب تھی۔ اپنی قوم سے باہر وہ کسی سے تعلق نہ رکھتے ہیں۔ وہ اگر آہ و بکا کیا کرتے تو اہل یوروشلیم کیلئے۔ وہ اہل یہود کے پیچھے اسی طرح جاتے جیسے مُرغی اپنے بچوں کے لئے جاتی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ مابعد کے مُبشرانِ انجیل مسیحی بشارت کو وہاں تک لے گئے۔ جو جناب مسیح کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ لیکن وہ اپنی زندگی میں موتیوں کو سوروں (غیر اسرائیلی اقوام) کے آگے پھینکنا نہ چاہتے تھے۔ وہ بچوں (اسرائیل) کی روٹی کتوں (غیر اسرائیلی اقوام) کو دینا نہ چاہتے تھے۔ القصہ جناب موسیٰ اور جناب مسیح جس نبوت کو لائے۔ وہ بالکل محدود العمل تھی آنحضرت تشریف

لائے۔ اور عالمگیر مشن کو لائے۔ آپ کی مخاطب کُل کی کُل نسل انسانی تھی۔ وہ کسی قوم یا ملک کیلئے نہ آئے تھے۔ بلکہ آپ کی نبوت کی جولانگاہ کل دُنیا تھی۔ پھر جس مقصد کو آپ لے کر آئے۔ اس کا تعلق بھی کل نسل انسان سے ہے۔ اگر جناب ہمارے آزادی قوم کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ اگر جناب نبیح محبت اور حلم و انکسار کا وعظ فرماتے ہیں تو ختمیت مآب جس امر کا خیال کرتے ہیں۔ اس کے سوا نہ حریت نہ محبت نہ انکساری کچھ کام دے سکتی ہیں۔ بلکہ اس کے سوا تو کوئی تعلق انسانی اپنے جوہر نہیں دکھلا سکتا۔ انسان میں ایک خاص چیز ودیعت شدہ ہے۔ جسکے ظہور کے سوا انسان حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ میری مراد اس سے اسکے قوی اسکی عقل اس کا ادراک ہے۔ حیوانوں میں بھی حریت کی رُوح ہے۔ وہ بھی اسے پسند کرتے ہیں۔ وہ بھی کسی کی قید میں رہنا نہیں چاہتے۔ ایسا ہی محبت اور انکسار کا جوہر بھی حیوانوں میں موجود ہے۔ ایک بکری بھی دل کی غریب ہے۔ مگر انسان میں جو خاص قسم کے ذہنی قوی ہیں۔ وہ حیوان میں نہیں آنحضرتؐ ان قوی کے نشوونما کے لئے تشریعت لائے۔ اسی سے انسان اشرف المخلوقات بنتا ہے۔ لیکن یہ ذہنی قوی تین باتوں سے ہی چلا پاتے ہیں (۱) پڑھنے (۲) سمجھنے سے (۳) ان امور کے جاننے سے جن کا علم انسان کو پہلے نہ ہو۔ کیا یہی تین باتیں اسلام سے پہلے پیغام میں موجود نہیں۔ لیکن انسان اپنی مقدرہ رفعت کو کس طرح حاصل کر سکتا۔ اگر اسے اپنی استعدادوں کا یا اپنی کمزوریوں کا علم ہی نہ ہو۔ انسان کو علم ہونا چاہئے کہ اسکی حد ترقی کیا ہے۔ اور اس کے حصول کے کیا راستے ہیں۔ اُسے یہ بھی علم ہونا چاہئے۔ کہ ہمیں کیا نقص ہیں اور ان سے وہ کس طرح بچ سکتا ہے۔ میرے نزدیک تو کسی اُولوالعزم نبی کا مقصد بعثت بہتر سے بہتر اگر کچھ ہو سکتا ہے۔ تو یہ کہ وہ ہمیں ان دو باتوں سے اطلاع دے عجیب بات ہے۔ کہ اسمعاملہ میں ایام قدیم کا کوئی فلسفی کوئی محقق کوئی راہنما

کوئی نبی کوئی مذہب سابقہ ہمیں مدد نہیں دیتا۔ وہ سب کے سب ہمیں یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان بدی کا مجسمہ ہے۔ مزبلی (مسیحی) کلیسیا نے تو حد ہی کر دی ہمیں کہا جاتا ہے کہ بدی ورثہ انسان کی فطرت میں آئی ہے۔ اور انسان سے جدا نہیں ہو سکتی۔ زرتشتی تعلیم نے انسان کو ازدواج بدی کا ایک کھلونا بنا رکھا ہے۔ جناب بدھ کو انسان نظر آیا تو مصائب اور شدائد کا شکار نظر آیا۔ اور ان کے نزدیک یہ سب کچھ انسان کی بدفطرتی کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا انہوں نے انسان کی نجات انسان کی ہلاکت میں دیکھی۔ قدیمی ہند کے برہمنوں نے بھی خدا کی بنائی ہوئی دنیا میں کوئی خیر و خوبی نہ دیکھی۔ انہوں نے انسانی خوشی دنیا کے ترک کرنے میں ہی دیکھی۔ القصہ اسلام کی ماقبل دنیا کو انسان میں کوئی خیر و خوبی نظر نہ آئی۔ لیکن آنحضرت آئے تو نیا پیغام لائے۔ آپ نے اطلاع دی۔ کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلھم اجر غیر ممنون انسان تو ایک اعلیٰ تقویم پر واقع ہوا ہے۔ اس میں ہر خوبی و ترقی کے جوہر ہیں ہاں اس کے اندر ازل سے ارذل چیزوں کی طرف جانے کی بھی استعداد ہے۔ لیکن اگر وہ خدا کی بھیجی ہوئی صداقتوں کو قبول کرے اور ان پر عمل کرے۔ تو پھر اسکی ترقی کی کوئی حد نہیں ہے۔ بانی اصلاح میں ایک بشارت عظمیٰ بھی ہے۔ اور ایک زبردست تنبیہ بھی ہے۔ اگر انسان کو اطلاع دی گئی ہے۔ کہ وہ فلک الافلاک سے آگے جا سکتا ہے تو اسکی ارذلیت کی بھی کوئی حد نہیں بتلائی گئی اسے سمجھا دیا گیا ہے۔ وہ اپنے مقام اعلیٰ پر پہنچیگا۔ اور اسی طرح وہ ادنیٰ حالت کو دیکھیگا۔ قرآن سے پہلے ان امور کا انسان کو علم نہ تھا۔ ایک خدا کا رسول اور نبی ہی آیا جو انسان کو ان باتوں سے واقف کرتا۔ کیا ایسے علم کے دینے سے بڑھ کر کوئی اور مقصد نبوت و رسالت تجویز ہو سکتا ہے حضرت محمد صلعم کی نبوت کا یہ مقصد تھا۔

آپ اس اطلاع کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ اس سے بہتر کوئی اور مقصد بھی کسی کی نبوت کا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر اور بزرگ بھی کسی وجہ پر دنیا میں نبی مانے جا سکتے ہیں۔ تو پھر آنحضرت صلعم سے زیادہ کسی کا حق نہیں کہ وہ نبی کہلا سکے۔ اور کیا وجہ ہے۔ کہ دنیا آپ کے قدموں پر نہ گرے +

اسموقعہ پر میں ایک اور انسانی خصلت کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کی تربیت اگر بوجہ احسن نہ ہو تو وہی خصلت انسانی زندگی اور دنیا مافیہا کو دوزخ بنا سکتی ہے۔ میری مراد اس سے ہماری "مدنی بالطبع فطرت" ہے ہم سوسائٹی بنائے بغیر رہ نہیں سکتے۔ ہمیں طرح طرح کی ضروریات لاحق ہیں۔ جن کا تہیہ ہم بطور تن واحد کر نہیں سکتے۔ ضروری ہے۔ کہ ہم ایکدوسرے کی احتیاج کا تہیہ کریں۔ میں آپ کے لئے کچھ تیار کروں۔ آپ میرے لئے کچھ بنائیں۔ میں آپ کیخدمت ایک رنگ میں کروں۔ آپ دوسری طرح میری خدمت کریں۔ لیکن دوسری طرف ہماری فطرت میں خود طلبی بھی ہے۔ اور اگر اس نفسانیت اور خود غرض فطرت انسانی کی بھی کسی احسن طریق پر تربیت نہ ہو تو پھر انسانی سوسائٹی دم نقد جہنم ہو جاتی ہے۔ ظلم۔ تعدی۔ جرائم غلط کاریاں۔ فساد تنازع۔ جھگڑے سب اس امر کا نتیجہ ہیں۔ کہ ایکطرف ہم میں خود غرضی اور خود طلبی موجود ہے۔ اور دوسری طرف ہم مدنی بالطبع واقع ہوئے ہیں۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے۔ کہ ہم میں کسی طرح کچھ تھوڑا بہت ایثار پیدا ہو جائے۔ ہم میں کچھ اخوت کی روح پیدا ہو۔ ہم دوسروں کے لئے اپنی چیزیں ایک حد تک وقف کر دیں۔ اس ضرورتِ حقہ کا علاج اگر کسی بزرگ کو سوجھا تو وہ محمد عربیؐ کی ہی ذات پاک ہے۔ آپؐ نے عالمگیر اخوت کی بنیاد مذہب اسلام میں ڈال دی۔ اور آپؐ اسکو عرب میں قائم کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے۔ اور اس طریق سے آپؐ نے عرب کو

تکالیف مختلفہ سے آزاد کر دیا +

آج امن و صلح کے لیے دنیا رو رہی ہے لیکن امن و صلح کہیں نظر نہیں آتے۔ یہ جنگ عظیم کیا ختم ہوا۔ اس سے کئی آیندہ جنگوں کی بنیاد پڑ گئی۔ جو آن واحد میں جب کبھی بھی ہو پھوٹ پڑینگے۔ لیکن اگر کوئی چاہے کہ سچی اخوت و یگانگت کا نقشہ مختلف الحال اور مختلف الملک و اقوام میں دیکھے۔ اور کل دنیا کو چھوڑ کر امن و آشتی کو کامل رنگ میں کہیں پائے تو وہ آج مکہ میں جائے۔ اور دیکھ لے کہ ایام حج میں اخوت کاملہ کا تماشہ کن کامل اور سچے رنگوں میں وہاں ہوتا نظر آتا ہے۔ وہ تمام امتیازات جو انسان نے لسانی لونی قومی اور ملکی تفریقوں کے ماتحت انسان انسان میں پیدا کر رکھے ہیں ان سب کا قلع قمع مکہ معظمہ کر دیتا ہے۔ ہر قسم کے تعصبات و افتراق کا وہاں خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تمام انسان چھوٹے بڑے ایک ہی لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں۔ وہاں ایکدوسرے کے خطاب کے لئے بلحاظ عمر چند ہی لفظ مقرر ہیں۔ باپ یا ماں۔ بھائی یا بہن۔ بیٹا یا لڑکی بس ان چند لفظوں سے بلحاظ صنف و عمر ایک دوسری کو یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو قوم و ملک و رنگ و زبان کے لحاظ سے ایکدوسرے سے اجنبی ہوتے ہیں۔ وہاں ہر ایک شخص کی خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ بلا مزد دوسری کی خدمت کرے۔ ہر ایک چاہتا ہے۔ کہ جو اس کے پاس ہے۔ وہ دوسرے کے فائدہ میں بلا معاوضہ خرچ ہو۔ ہر ایک کی خوشی اسمیں ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی چیز سے خود تو محروم ہو۔ اور دوسرا اس سے فائدہ اُٹھائے +

خود طلبی یا خود غرضی کی فطرت جو انسان میں ہے۔ ان حالات میں کسی کو نقصان نہیں دے سکتی۔ اخوت کاملہ کا یہ نقشہ برابر پانچ مہینہ تک

ہر سال مکہ معظمہ میں چلت نظر آتا ہے۔ اسلیئے مکہ کا نام کتاب اللہ میں "بلد امین" رکھا گیا ہے۔ یعنے امن کا شہر +

لیکن آج مکہ مکرمہ میں کیا ہو رہا ہے۔ آج وہاں امن نہیں وہ لوگ جو صدیوں اور ہزاروں برس سے اس شہر امن کی چار دیواری میں بے خوف اور بے کھٹکا گذر کرتے تھے۔ آج وہ کانٹوں پر ہیں۔ دُنیا کی خودغرضانہ زندگی سے تنگ ہوکر لوگ اس قربانی اور ایثار کے شہر میں جاکر پناہ گزین ہوتے تھے۔ اور وہاں جاکر وہ دل کا اطمینان اور قلب کی سکینت پاتے تھے۔ جو کہیں اور باہر میسر نہ تھا۔ لیکن آج وہ بات نظر نہیں آتی۔ لیکن اس انقلاب کا کون ذمہ وار ہے۔ وہ کون ہے جس نے مسلم کی اس نہ ختم ہونی والی خوشی اور راحت میں آج خلل ڈال دیا ہے۔ اس سوال کا جواب دنیا کوئی مشکل امر نہیں۔ اس مصیبت کا ذمہ وار نہ غازی ابن سعود ہے نہ علی حسین کا بیٹا۔ یہ دونوں ماحول اور حالات پیدا شدہ کے غلام ہیں۔ اور خارجی واقعات کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں۔ اصل مصیبت تو ان لوگوں نے پیدا کر رکھی ہے۔ جنکی ملک گیر امپیریل ہوس نے اب یہ ضروری سمجھ رکھا ہے۔ کہ مکہ اور حجاز بھی ان کی سیاسی غور و فکر میں آئیندہ رہے۔ جن کا یہ خیال ہے۔ کہ حج بھی سیاسی نکتۂ خیال سے ان کے غور و پرداخت تلے آجائے۔ اس ساری تکلیف کے ذمہ وار ہوں۔ جن کی جُوع الارض فطرت نے ایک زمانہ کو تنگ کر رکھا ہے۔ اور جو چاہتے ہیں۔ کہ وہ دنیا میں اپنا قدم تو ہی مضبوط طور پر قائم کر سکتے ہیں جب مکہ معظمہ بالواسطہ یا بلا واسطہ اُن کے دستِ تصرف میں رہے۔ اس ہماری مصیبت کو وہی ہمارے سر پر لائے ہیں۔ جنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ حج گو ارکانِ اسلام میں سے ہے لیکن دراصل حج مسلم سیاسی اغراض کے حصول اور اُن کے متعلق غور و فکر

کرنے کا ایک غلاف ہے۔ جس کے پردہ میں سیاسی امور طے ہوتے ہیں۔ کیوں لارڈ ہیڈلے سے اس معاملہ میں دریافت نہ کیا جاوے۔ وہ پچھلے سال حج کے دن عرفات میں تھے۔ انہوں نے کُل مناسک حج ادا کئے۔ انہوں نے مکہ معظمہ کو اچھی طرح دیکھا۔ وہ مکہ میں ہر جگہ گئے۔ پھر انہوں نے وہاں کیا دیکھا۔ وہ ان مغربی توہمات کو دُور کر سکتے ہیں۔ بدقسمتی سے **خلافت** اور **حج** مغربی اقوام کے لئے **ہوا** بن رہے تھے۔ مغربی ارباب سیاست کے جسم میں یہ دونوں اسلامی امور خار ہو رہے تھے خلافت کو ان لوگوں نے بزعم خود توڑ دیا۔ اب یہ حج کے فکر میں ہیں +

یہ باتیں صحیح ہوں یا غلط۔ مگر مسلمان انہیں ایسا ہی سمجھتے ہیں بعض لوگ اور یہاں کے بعض عمالان سلطنت بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ سلطنت برطانیہ در اصل ایک مسلم سلطنت ہے۔ اسکی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے۔ کہ اس سلطنت تلے جن لوگوں کی زیادہ تعداد ہے وہ مسلمان ہیں۔ اگر تو گورنمنٹ میں کچھ سمجھ ہے۔ اور حکمرانی کی عقل اسمیں موجود ہے۔ تو اس مسلم احساسات کا لحاظ اور ان کی عزت کر لی چاہئے۔ ہمارا حق ہے۔ کہ ان تمام مصائب کے دفعیہ کیلئے ہم گورنمنٹ کی طرف دیکھیں۔ ہم یہ ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ مکہ کے معاملات میں دخل دیں۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ اس دخل دینے کے بغیر بھی مکہ معظمہ اپنی اصلی حالت کو پاسکتا ہے۔ اگر ارادہ کر لیا جاوے۔ وما علینا الا البلاغ +

مسجد ووکنگ (انگلستان) میں عید الاضحی کا اسلامی تہوار

جناب افتخار الرسول صاحب بذریعہ مسجد ووکنگ سے ہمیں ایک چٹھی کے ذریعہ وہاں کے اجتماع عید کے دلچسپ اور نشاط انگیز کوائف سے مطلع فرماتے ہیں۔ جسے قارئین کرام آگے چلکر ملاحظہ فرمائینگے عیسائیت کے ایک اہم ترین مرکز میں مسلمانوں کے وجود اور اسلامی تیوہاروں کے خالص اسلامی شان سے منائے جانے کی کیفیت مسلمانوں کے لئے کچھ کم مسرت انگیز نہیں۔ کلیساؤں کے گھنٹوں اور ناقوسوں کے صماخ شگاف شور میں نعرہ تکبیر کی سامع نواز صدا اسلام کی ناقابل انکار صداقت کا بین ثبوت ہے۔ ذیل میں متذکرہ صدر چٹھی بالفاظہا درج کی جاتی ہے:۔

"حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی زیرنگرانی ووکنگ مسلم مشن نے دنیائے اسلام میں جو قبولیت اسلام حاصل کی ہے وہ کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہیں۔ یہ محض خدائے لایزال کی عنایت اور ان کی جان توڑ محنتوں کا نتیجہ ہے۔ کہ ہزاروں عیسائی راہ راست پر آگئے اور آرہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ ووکنگ مسلم مشن نے صرف اعلےٰ درجہ کی قابلیت کے انگریزوں ہی کو حلقہ بگوش اسلام نہیں بنایا۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی حقیقت اسلام سے آگاہ کیا ہے۔ یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے۔ کہ ان میں ایسے افراد ابھی تک موجود ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین ملک اور قوم کی خدمت قرار دے رکھا ہے۔ خدا ان کے ارادوں میں برکت دے +

عید کا دن یوں تو کُل عالم اسلام میں ایک خاص مُسرت و ابتہاج کا دن ہوتا ہے۔ لیکن انگلستان کی سرزمین میں یہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ایک خاص رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔ مسجد ووکنگ جو اس مُلک میں ایک ہی اکیلی مسجد ہے۔ اس وقت انگلستان کے مسلمانوں کا مرکز بن چکی ہے اور جس دن سے یہاں ووکنگ مسلم مشن کی بُنیاد رکھی گئی ہے۔ اسلامی تہوار نہایت شان و شوکت سے منائے جاتے ہیں۔ اس دن نہ صرف اطراف عالم کے مسلمان ہی ایک جگہ ایک معبُود برحق کے سامنے کھڑے ہوکر اپنے اتّحاد قومی کا ثبوت دیتے ہیں۔ بلکہ نومسلم بھی اُن کے دوش بدوش کھڑے ہوکر اپنی اخوت قومی کا اظہار کرتے ہیں +

امسال عید الاضحیٰ ۲ جولائی ۱۹۲۵ء بروز جمعرات منائی گئی۔ اس تقریب کو اکٹھے ملکر منانے کے لئے دو ہفتہ پیشتر سے احباب کے نام دعوتی کارڈ شائع کردیئے گئے تھے۔ تاکہ وہ وقت مُعیّن پر نماز میں شامل ہوسکیں۔ چنانچہ عید کے دن علے الصبح ہی احباب جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور دوپہر تک حاضرین کی تعداد ڈھائی سو کے قریب ہوگئی۔ اس مجمع میں ہمارے برٹش نومسلمین میں سے قریباً وہ تمام سرکردہ اخوان و خواتین موجود تھیں۔ جو کہ ہمارے پاک اور مُطہر مذہب سے حلقہ بگوش ہوچکے ہیں۔ انمیں سے رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفارُوق بالقابہ اور سر آر چیبا لڈ اور لیڈی ہملٹن کی موجودگی ایک امتیازی حیثیت رکھتی تھی۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے مفتی عبد المجید عرب نے نماز عید کی تکبیر کہی۔ اور مولانا عبد المجید صاحب ایم اے قائمقام امام مسجد نے نہایت دلفریب اور اپنے خاص انداز میں نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد مولانا موصوف نے خطبہ پڑھا۔ اور قربانی کے متعلق قرآن کریم اور احادیث نبوی کے حوالے پیش کئے۔ خطبہ کے بعد دو مسلمان بھائیوں نے دلکش آواز میں قرآن کریم پڑھ کر سامعین کو محظوظ کیا۔

اور لارڈ ہیڈلے الفاروق بالقابہ نے "اسلام اور عیسائیت" پر ایک مؤثر تقریر کی جسمیں اسلام کو علم و سائنس کا سر چشمہ ثابت کیا - اور عیسائیت کو جہالت اور بیعلمی کا منبع - لیکچر ختم ہونے کے بعد حاضرین کو کھانا کھلایا گیا - اس دوران میں مَیں نے ووکنگ مسلم مشن کی طرف سے عمارت زیان ریلیف کے لیئے چندہ جمع کرنا شروع کیا - دو پہر کے بعد باقیماندہ احباب کو چائے پلائی گئی اور معزز مہمان شام کو اپنے گھروں کو واپس لوٹے" +

ناظرین رسالہ سے ضروری التماس

رسالہ ہذا کی موجودہ اشاعت اسکے اخراجات کثیر کی متحمل نہیں - رسالہ کا ظاہری و باطنی حُسن ناظرین کرام پر پوشیدہ نہیں - گذشتہ چھ ماہ سے بلند پایہ کے مضامین رسالہ ہذا ہدیہ ناظرین کرام کر رہا ہے - رسالہ کو مضامین کے لحاظ سے بہترین بنانے میں ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے - حالات حاضرہ پر اسلامی نکتۂ نگاہ سے ہر نمبر میں تنقید کی جاتی ہے - طباعت کا خاص خیال کیا جاتا ہے - بہتر سے بہتر کاغذ جو مارکٹ میں ملسکتا ہے وہ استعمال کیا جارہا ہے - جہانتک ہمارے بس میں ہے ہم انشاء اللہ اس کو بہتر شکل و صورت میں مسلم پبلک کے سامنے پیش کرنے میں دریغ نہ کرینگے لیکن ہماری حوصلہ افزائی کرنی ناظرین پر منحصر ہے + اس لیئے ہم مالی مشکلات کو سامنے رکھکر ذیل کی عرضداشت پیش کرتے ہیں :-

(۱) رسالہ ہذا کے کم از کم تین تین جدید خریدار اپنے اپنے حلقہ اثر میں پیدا کیئے جاویں -

(۲) رسالہ کی مد میں امدادی رقوم ارسال کی جاویں -

(۳) اپنی طرف سے رسالہ کو غیر مسلموں میں مفت تقسیم کرائیں - اس صورت میں چندہ سالانہ سے ہوگا - اور یہ کار ثواب ہے -

(۴) رسالہ کی سابقہ جلدوں کی خرید فرمائیں قیمت فی رسالہ ۲ر علاوہ محصولڈاک ہے +

خادم مینیجر رسالہ اشاعتِ اسلام -- عزیز منزل لاہور

گوشوارۂ آمد و خرچ

ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو بشیر فنڈ و تبلیغ اسلام ریزرو فنڈ

دفتر ہندوستان بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد ہندوستان		
آمد مشن - - - -	۱	۰	۳	۲۷۱
آمد اسلامک ریویو	۲	۰	۱۲	۵۶۳
آمد ریزرو و تبلیغ اسلام فنڈ	۳	۰	۰	۱۸۳
کل میزان		۰	۱۵	۱۰۱۷

تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم خرچ ہندوستان		
خرچ مشن و اسلامک ریویو در ہند	۴	۰	۵	۱۰۰۶
کل میزان	۰	۰	۵	۱۰۰۶

نوٹ:- جون سنہ ۱۹۲۵ء کے حساب مشتہرہ میں ایک رقم شائع ہونے سے رہ گئی ہے - یہ رقم ۔-۸-۳-۱۰۰ کی دفتر لاہور (ہندوستان) کی آمد سے قرآن کریم انگریزی کی مد میں مورخہ ۲۵ - جون سنہ ۱۹۲۵ء کو منتقل کی گئی - اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء اپریل سنہ ۱۹۲۵ء تک جس قدر قرآن انگریزی انگلستان میں فروخت ہوا اسکی آمد انگلستان میں جمع ہوتی رہی - اسلئے یہ انتقال اس رقم کی ادائیگی کے لئے لاہور میں کیا گیا - سکرٹری

دستخط - ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن - عزیز منزل لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
واپسی پیشگی - -	۰	۳	۶۸
اہلیہ صاحبہ میاں محمد خان صاحب ٹھیکیدار اوکاڑہ	۰	۰	۴۰
جناب وزیر غنی صاحب امروکہ - -	۰	۰	۱۰
” محمد اصغر علی صاحب - -	۰	۰	۵
” بابو نواب الدین صاحب - -	۰	۰	۱۰
” تاج الدین صاحب ٹنڈو لویتیم - -	۰	۰	۵
” کے ایم ثیا زہوری - - -	۰	۰	۱۰
” عبدالرحیم کمسی - - -	۰	۰	۱۲
” عبدالسلام لکھنؤ - - -	۰	۰	۳۲
” بابو محمد ابراہیم بھوانی - -	۰	۰	۴
” فضل کریم آبازئی - -	۰	۰	۳
” صوفی صاحب کلکتہ - - -	۰	۰	۱۰
” منہاج الدین صاحب بھٹنڈہ	۰	۰	۵

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب خان بہادر نواب الہی بخش صاحب بہاولپور عا	۰	۰	۱۵
” عبدالعزیز صاحب فورٹ سنڈیمن	۰	۰	۵
” مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلی ...	۰	۰	۵
” محمد ابراہیم صاحب بھوانی ...	۰	۰	۲
” محمد ابراہیم حسن صاحب کاکوری ...	۰	۰	۱
” محبوب خان ” ہوبری - -	۰	۰	۸
” بھورے خان لطیف معرفت ” - -	۰	۰	۲
” محبوب علی صاحب فورٹ گوالیار - -	۰	۰	۱۰
” عبدالمعبود صاحب ناروتی	۰	۰	۲
” غلام جیلانی صاحب میرٹھ	۰	۰	۵
شخص معلوم انجن گاؤں - -	۰	۰	۱
میزان	۰	۰	۲۰۳

عا جناب نواب صاحب نے مبلغ ۵ روپے ارسال فرمائے جنکی تفصیل فٹ نوٹ صفحہ ۴۴ نقشہ نمبر ۲ میں درج ہے +

نقشہ نمبر ۲ آمد اسلامک ریویو بشیر فنڈ بابت ماہ جولائی ۱۹۲۵ء

	پائی	آنہ	روپیہ		پائی	آنہ	روپیہ
قیمت اسلامک ریویو	۰	۱۲	۵۰۵	جناب نواب خان بہادر مولا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۶
جناب قاضی نصیر الدین صاحب	۰	۰	۵	جناب نواب محمد حمید اللہ خان صاحب بھوپال	۰	۰	۵۰
" بشیر الحق صاحب ڈیوڑھی	۰	۸	۱۷	جناب حمید احمد صاحب لورالائی	۰	۰	۱۰
" محمد حسین صاحب	۰	۰	۵	" این اے کمال مالدیو	۰	۰	۱۰
" صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰	میزان	۔	۶	۶۱۹

نوٹ: جناب نواب صاحب کیطرف سے ۵۰ روپے کا چک موصول ہوا ۔ جو مختلف مدات میں حسب الحکم ڈائرکٹر صاحب بہ تفصیل ذیل تقسیم کیا گیا ۔ سکرٹری

	پائی	آنہ	روپیہ		پائی	آنہ	روپیہ
قیمت رسالہ اشاعت اسلام	۰	۰	۹	مشن	۰	۰	۱۵
منفعت تقسیم ریویو	۰	۰	۶	ریزرو فنڈ	۰	۰	۲۰
				میزان کل	۰	۰	۵۰

نقشہ نمبر ۳ تبلیغ اسلام ریزرو فنڈ

	پائی	آنہ	روپیہ		پائی	آنہ	روپیہ
جناب بشیر الحق صاحب ڈیوڑھی	۰	۰	۲۱	جناب عباد اللہ صاحب امرا دلی	۰	۰	۱۲
" ایم خورشید علی صاحب (تعمیر مسجد لندن)	۰	۰	۵				
" خان بہادر نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۲۰	" کرنل لطف علی صاحب لائل پور	۰	۰	۱۰۰
" احمد حسین خان صاحب وقصیرٹی	۰	۰	۲۵	میزان	۰	۰	۱۸۳

نقشہ نمبر ۴ تفصیل اخراجات اسلامک ریویو بشیر فنڈ و مسلم مشن ووکنگ دفتر لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۲۵ء

	پائی	آنہ	روپیہ		پائی	آنہ	روپیہ
بل نمبر ۵۴-۵۵ تنخواہ عملہ ماہ جون ۱۹۲۵ء	۰	۔	۳۱۳				
بل نمبر ۵۶ الاؤنس ایڈیٹر اسلامک ریویو ماہ جون ۱۹۲۵ء	۰	۔	۳۰۰				
بل نمبر ۵۷ بابت سائر اخراجات از ۲۲ اپریل ۱۹۲۵ء لغایت ۲۵ جون ۱۹۲۵ء (تفصیل ذیل)	۰	۲	۲۵۰				
				کرایہ دفتر ماہ جون ۱۹۲۵ء	۰	۰	۱۰
				قیمت اشیاء جو سرنگیر کمیٹی سے ووکنگ آگئیں	۰	۳	۶۸
				قیمت صندوقچے جو نو مسلم احباب کو لندن میں بطور تحفہ دینے کے لئے خرید کی گئیں	۰	۰	۳۰
				تنخواہ محرر مشن	۰	۰	۳۵
				کل میزان	۰	۵	۱۰۰۰

تفصیل بل نمبر ۵۷:

محصول ڈاک	۳۷ — ۷ — ۰	چٹھی بیرنگ	۰ — ۴ — ۰
کاغذ سینڈ پریس از کلکتہ	۵ — ۹ — ۰	کرایہ ٹانگہ	۰ — ۴ — ۰
اخبار سرتگما از جاوا	۰ — ۱ — ۰	"	۰ — ۲ — ۰
سٹیشنری	۶ — ۲ — ۹	تار	۳ — ۱۳ — ۰
دوات قیمتی	۰ — ۱۳ — ۶	قلمدان	۰ — ۱۴ — ۰
بنوائی سیڈ برائے اسلامک ریویو	۰ — ۱۲ — ۰	ٹانگہ بنک تک	۰ — ۱۰ — ۰
جلد بندی رجسٹران	۱۰ — ۶ — ۰	دستہ اعلیٰ فلسکیپ	۰ — ۱۲ — ۰
دفتری چیٹ نگرانی ریپیر	۱ — ۰ — ۰	اجرت دفتری لفافہ تین ہزار برائے رسالہ	۴ — ۱۳ — ۰
تار ووکنگ	۶ — ۴ — ۰	تار	۱ — ۰ — ۰
کاغذ فلسکیپ	۵ — ۸ — ۰	تار لندن	۹ — ۱۲ — ۰
کرافٹ پیپر ریپیر برائے اسلامک ریویو	۱۲ — ۸ — ۰	"	۹ — ۶ — ۰
فلسکیپ ایک ریم	۱ — ۱۴ — ۶	"	۶ — ۹ — ۰
کرافٹ پیپر برائے ریپیر	۹ — ۶ — ۰		۴ — ۰ — ۰
مزدوری	۰ — ۲ — ۰	کل میزان	۲۵۰ — ۰ — ۰
بوتل سیاہی	۱ — ۸ — ۰		
تار	۶ — ۴ — ۰		
بٹہ چیک از جماعت بوہرہ	۱ — ۱۲ — ۰		
فلسکیپ ایک ریم	۵ — ۱۱ — ۰		

ریزرو فنڈ نوٹ :۔ مبلغ ۲۵ روپے اس ماہ میں منتقل کئے گئے ۔ جو دراصل ریویو و مشن کے تھے اور غلطی سے اس میں جمع ہو گئے ۔
نمبر ۴ آپ نے ۵۰ ارسال فرمائے ۔ تفصیل قیمت کتب للو ترقیت رسالہ ہو مشن معہ ۱۵ ریزرو فنڈ ۲۵ سکرٹری

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

ام الالسنہ

معروف بہ

زندہ و کامل زبان

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو و انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے + قیمت ۱۲ ار

مطالعۂ اسلام

مجلد عہ ر — بلا جلد ۱۲ ار

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب
مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ

اس کتاب میں آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت کی نہایت فلسفیانہ اور محققانہ تفسیر کی گئی ہے۔ نیز پانچ ارکان اسلام کلمۂ طیبہ حج۔ روزہ۔ نماز۔ زکوٰۃ پر فلسفیانہ روشنی ڈالی ہے +

مقصد مذہب

یہ معرکۃ الآرا لیکچر ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے لاہور کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا۔ اس کانفرنس میں عیسائی۔ سناتنی۔ آریہ سماجی۔ برہمو سماجی اور بہت سے مذاہب کے نمائندوں نے اپنے اپنے لیکچر پڑھے۔ اس لیکچر کی خوبی پڑھنے سے عیاں ہوتی ہے۔ قیمت ۳ ر +

خطبات غربیہ

یہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں نا آشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دیئے۔ بعض احباب کی خواہش پر اردو میں ترجمہ کئے گئے ہیں۔ مکمل سٹ بلا جلد ۱۲ ار مجلد عہ ر +

مذہب محبت

اسمیں فاضل مصنف نے براہین قاطعہ کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو زمین پر صلح۔ امن۔ آشتی۔ محبت پیار۔ یکجہتی کامیابی کے ساتھ قائم کر سکتا ہے قیمت ۷ ر

ذرات عالم کا مذہب

اسمیں مصنف نے دکھایا ہے۔ کہ سائنس کا آپسیں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ روح کی ہستی۔ آتش الہٰ اسکے فرائض مسئلہ ارتقائے انسانی۔ کفارہ پر ایمان اپنی ہتک ہے۔ قیمت ۸ ر

یسوع کی الوہیت

اور اسکی انسانیت پر ایک نظر

فاضل مصنف نے الوہیت مسیح۔ کفارہ۔ معجزات مسیح۔ بدی کی حقیقت الغرض وہ مسائل جو عیسائیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سب کی براہین قاطعہ سے تردید کی ہے +
قیمت ۔۔ ۸ ر

ینابیع المسیحیت

یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے۔ اسمیں دکھایا گیا ہے کہ مروجہ اصول و حکایات مسیح کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں بلکہ مسیحی دین کی ہر ایک بات شورج پوجتی اقوام مسیح سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کا ہر صفحہ نئے انکشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے منکشف شدہ حالات حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں جن سے کروڑہا عیسائی بیخبر ہیں۔ اور جن کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات پر قائم نہیں رہ سکتے +
قیمت بلا جلد عہ مجلد ۔ ۔ ۔ ۱۲ ار

اسلام

اور

علوم جدیدہ

اسمیں فاضل مصنف نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ قرآن کی ایک آیت ہے۔ جس نے لطیف حقائق اور باریک مسائل سمجھانے کے لئے صحیفۂ قدرت اور اسکے مظاہر کیطرف کو متوجہ کیا۔ قیمت ۸ ر

المشتہر منیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل لاہور (پنجاب)

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے ایل ایل۔بی مبلغ اسلام و امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

راز حیات یا انجیل عمل

اس کتاب میں فاضل مصنف نے دکھایا ہے کہ مذہب کو روزانہ زندگی میں عمل ہو سکے۔ ایمان کی ترقی بھی اعمال سے ہوتی ہے۔ قوت دولت و حشمت۔ جاہ و جلال رفع الحالی کا راز قوت عمل میں ہی مضمر ہے۔ جس طرح کہ باغ کی تروتازگی نشوونما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا راز قوت عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان میں مقبول ہو چکی ہے۔ قیمت بلا جلد … مجلد …

توحید فی الاسلام

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں بیان کیا گیا ہے۔ کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے یہی علوم جدیدہ کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد در حقیقت یہی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے۔ قیمت بلا جلد عہ مجلد ۵ر

ضرورت الہام

آج کل تعلیم یافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے۔ کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے۔ اور الہامی یہی مذہب آیا ہے۔ بلا جلد ۱۲ر مجلد …

سلک مروارید

یہ ان زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۲ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ انہیں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے + بلا جلد … مجلد …

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور سنی شیعہ وغیرہ فرقوں کے اصول ہیں۔ فقط فروعی اختلافات آپس میں ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو یکجہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے +
قیمت ۱۴ر مجلد …

صلائے نصرت اہل سنت

یہ ایک قابل نظم ہے جس میں واقعات معاصرہ پر قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمانوں پر واضح کی گئی ہے
قیمت
بلا جلد …

مکالمات ملیہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم اصحاب جن کو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے ان کے لئے مفید ہیں +
قیمت بلا جلد ۱۳ر مجلد …

اسوۂ حسنہ
معروف بہ
زندہ و کامل نبی
قیمت ۸ر مجلد …

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے + قیمت ۸ر مجلد …

براہین نیرہ حصہ اول
معروف بہ
زندہ و کامل الہام
قیمت … مجلد …

اسمیں دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقیانہ بحث کی ہے۔ قیمت ۱۲ر مجلد …

المشتہر۔ منیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل لاہور (پنجاب)

اسلامیہ سٹیم پریس … دروازہ لاہور میں منشی محمد لطیف … کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام نے عزیز منزل لاہور سے شائع کیا